

التواء مرنگ

مصنف

حوزے ساراماگو



مترجم

مبشر احمد دیر



اکادمی ادبیات پاکستان

التوانی مرگ

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی
 غالب

التوائے مرگ

حوزے سارا ماؤ

مترجم
مبشر احمد میر



دارالترجمہ

اکادمی ادبیات پاکستان
پدرس بخاری روڈ، اسلام آباد

جملہ حقوق بحق اکادمی ادبیات پاکستان محفوظ ہیں

اس کتاب کے متن کا کوئی بھی حصہ نقل یا استعمال نہیں کیا جا سکتا، سوائے حوالے کے
خلاف ورزی پردارہ قانونی چارہ جوئی کا استحقاق رکھتا ہے۔

| | | |
|-------------|---|-----------------------|
| گمراہ اعلیٰ | : | ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو |
| منظوم | : | ڈاکٹر راشد حمید |
| مصنف | : | حوزے سارا ماؤ |
| مترجم | : | مبشر احمد میر |
| طباعت | : | علی یا سر |
| تدوین | : | آخر رضا سلیمانی |
| ناول | : | سجادا حمد |
| تعداد کتب | : | 1000 |
| سال اشاعت | : | 2017 |
| مطبع | : | NUST پریس، اسلام آباد |
| قیمت | : | روپے 220/- |

ISBN: 978-969-472-317-4

Iltava-e Marg
(Death with Interruptions)

Written By
José Saramago

Translated By
Mubashir Ahmed Mir

Publisher
Bureau of Translation
Pakistan Academy of Letters

Pitras Bukhari Road,

Sector H-8/1, Islamabad.

Email: ar.saleemipal@gmail.com, Website: www.pal.gov.pk
Ph: +92-51-9269714, Fax: +92-51-9269719

حرف آغاز

اکادمی ادبیات پاکستان کے قیام کا مقصد اگر ایک طرف پاکستانی زبانوں کے ادب کی ترویج و اشاعت ہے تو دوسری طرف یہاں بھی اس کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ بین الاقوامی ادب کو پاکستانی زبانوں خاص طور پر اردو میں ترجمہ کرائے تاکہ ہماری زبانوں کے علمی و ادبی سرمائے میں اضافے کے ساتھ ساتھ پاکستانی ادبی قارئین دنیا بھر میں تخلیق ہونے والے ادب سے روشناس ہونے کے ساتھ ساتھ استفادہ بھی کر سکیں۔

انھی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے گذشتہ سال ہم نے پاکستانی زبانوں سے بین الاقوامی زبانوں اور بین الاقوامی زبانوں سے پاکستانی زبانوں میں ترجمہ کا جواہری و قیع منصوبہ تیار کیا تھا اس پر تیزی سے کام جاری ہے۔

انہوں نے مرگ اس سلسلے کی آٹھویں کتاب ہے۔ اس سے قبل ہم اس سلسلے کے تحت، نوبل انعام یافتہ ادبیوں کی منتخب کہانیاں (۲۰۱۵ء: ۲۰۰۱ء) (انتخاب و ترجمہ: ڈغم الدین احمد)، Through the Wall Crack (عطاء الحق قاسمی کے منتخب کالم، مترجم: عامر رضوی)، سندھی وائی رکافی (مرتب: امیر بخاری)، ناول کافن (میلان کنڈریا، مترجم: ارشد وحید)، معاصر چینی کہانیاں (انتخاب و ترجمہ: منیر فیاض) وبا کے دنوں میں محبت (گپریل گارشیا مارکیز، مترجم: ارشد وحید) اور ایسی اوسکے دن کہانی کی منتخب کہانیاں (انتخاب و ترجمہ: اختر رضا سلیمانی)، جنھیں آپ کی جانب سے بے حد پذیرائی ملی اور انہیاں قلیل عرصے میں ان میں سے بعض کتابوں کے دوسرے ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب نوبیل انعام یافتہ فلشن نگار حوزے سارا ماکو کے معروف ناول Death with Interruptions کا اردو ترجمہ ہے، جو ہماری درخواست پر بہشراحمد میر نے اکادمی ادبیات پاکستان کے لیے خصوصی طور پر کیا ہے۔ بہشراحمد میر صاحب کا نام اگرچہ ادبی حلقوں میں زیادہ معروف نہیں لیکن اس ترجمے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف انھیں اردو اور انگریزی زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہے بلکہ فلشن کی باریکیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس ناول کے بارے میں عمومی رائے بھی ہے کہ یہ ایک مشکل ناول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حوزے کا اسلوب بہت جگلک ہے۔ علاوہ ازیں وہ سکنندیک سے کام لیتا ہے جو سے مزید جگلک ہنا دیتی ہے۔

میر صاحب نے یہ ترجمہ کرتے ہوئے ناول نگار کی اس سکنندیک کو اردو میں برقرار رکھا اور اس میں پوری طرح کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترجمہ اردو ترجمے کی روایت میں ایک اہم اضافہ ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہم نے کتاب کا نام اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے لفظی ترجمے کے بجائے 'التواء مرگ' رکھا ہمارے خیال میں ایک تو یہ نام عام فہم ہے اور 'وسرا یہ کتاب کے مرکزی خیال کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔

اس ناول کی ترجمین و آرائش اور طباعت کے لیے میں ممتاز شاعر، ناول نگار اور ہمارے ادارے کے ایڈیٹر جناب اختر رضا سلیمانی کا بھی شکر گزار ہوں کہ اگر وہ خصوصی توجہ نہ دیتے تو یہاں کتاب اتنی جلدی منظر عام پر نہ آپاتی۔

امید ہے کہ آپ کو حسب سابق ہماری یہ کاوش بھی پسند آئے گی۔ میں آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

ڈاکٹر محمد قاسم بھیو

ابتدائیہ

اگر یہ کتاب نوبت انعام یا فتحہ حوزے سارا ماکو کے نام سے مرعوب ہو کر خریدنے کی خاطر کسی دکان، یا ایشونگ کرنے کے لیے کسی لاہوری کے ریک سے اٹھائی ہے تو خریدنے یا ایشونگ کرنے سے پہلے تھوڑا سوچ لیجئے۔ مناسب ہو گا کہ کتاب کو کہیں سے کھول کر چند صفحات ضرور پڑھ لیں، تجربہ بتاتا ہے کہ چند سطحیں پڑھنے میں ہی آپ چکرا جائیں گے۔ آپ کو کچھ سمجھنیں آئے گا کہ جملے کا آغاز کہاں سے ہوا ہے اور اختتام کہاں ہو رہا ہے؟ متكلم کون ہے اور سامع کون اور کہاں راوی اپنا فلسفہ بگھا رہا ہے؟ کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کے کھنارہ مانپ رائیٹر میں تحریر کو بالآخر عطا کرنے والی درجہ بھر علامات میں سے صرف سکتہ بچا تھا، جس کا بے دردی سے استعمال قاری پر لرزہ طاری کر دیتا ہے اس لیے بہتر ہو گا کہ پہلے سے کتاب واپس ریک میں رکھ دیں۔

ابتدۂ اگر آپ میں کچھ پلے نہ پڑنے کے باوجود کسی حافظہ کی مانند نہیں بل کہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے پڑھتے چلے جانے کا حوصلہ ہے تو، ”بہت مرداں، مددخدا“ کا انعرہ بلند کرتے ہوئے یہ کتاب اٹھا لیجئے، آپ کے فرے سے لاہوری ین ہڑبڑا کر جا گے گالیکن اور ادھر دیکھنے کے بعد پھر کاؤنٹر پر رکھ کر سو جائے گا۔ کاؤنٹر تک نہیں جانا چاہتے تو کیرے کی جانب پشت کرتے ہوئے اپنے رسک پر نینے میں بھی ایس سکتے ہیں۔ امکان غالب ہے کہ دل جمعی سے چند صفحات کا مطالعہ آپ کو حوزے سارا ماکو کے اسلوب کا اسیر کر دے گا۔

حوزے سارا ماکو صرف زبان کے مردجہ قواعد سے ہی کھلواؤ نہیں کرتا بل کہ کہانی بیان کرتے ہوئے بہ جیت مجموعی نتو زندگی، جیسی ہے، جہاں ہے، کی عکاسی کرتا ہے اور نہ ہی کوئی

تصوراتی دنیا تخلیق کرتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ کہانی بیان نہیں کرتا اور نہ ہی کہانی گھڑتا ہے بل کہ کہانی تلاش کرتا ہے۔ اس کہانی کی تلاش میں وہ ایک مجس بچے کی مانند، جو کھلو نے کی حقیقت جانتے کے لیے اسے توڑ دیتا ہے، معمول کے جانے پرچانے ماحول کو منہدم کرتا ہے۔ انہدام کے اس عمل میں وہ اپنی نشری کی مانند "سکتہ کی تکنیک" کا استعمال کرتا ہے، کس طرح؟ اس کیوضاحت آگے آ رہی ہے۔ حوزے سارا ماگونے اس تکنیک کا استعمال اپنے تین ناولوں Seeing،Blindness،جس کا اردو ترجمہ "اندھے لوگ" کے نام سے ہو چکا ہے، یا "بینائی" اور آپ کے ہاتھوں میں موجود ناول Death with Interruptions یا "التوائے مرگ"؛ جنہیں سہ کتابی سلسلہ Trilogy بھی کہا جاسکتا ہے، میں انتہائی مہارت سے کیا ہے۔

"اندھے لوگ" میں اکادمیا بینا افراد جو ہر معاشرے میں موجود ہوتے ہیں کے پہ جانے حوزے سارا ماگو کی تحریر میں پائے جانے والے سکتوں کی مانند اندھے پن کا سیالب سارے معاشرے کو تلپٹ کر دیتا ہے۔ جس سے افراد معاشرہ کی سر شست کی بنگلی ہو کر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔

"بینائی" میں انتہائی عمل کے دوران بیلٹ باکسر سے نکلنے والے خلافِ معمول خالی دوٹوں کو اپنی نظر کے سکتوں کی مانند استعمال کرتا ہے۔ خالی دوٹوں کے انبار سے سیاست اور ریاست جن مسائل کا شکار ہوتی ہے، اس سے دونوں کی قلعی کھل جاتی ہے اور حوزے سارا ماگو اپنے ساحرانہ قلم سے ان کے تمام استبدادی ہنگامنڈے قاری پر آشکار کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

"التوائے مرگ" میں ایک اور قدم آگے بڑھاتے ہوئے، حوزے سارا ماگو کیفیت مرگ میں لٹک جانے کے خال خال واقعات کا سکتوں کی مانند پورے ملک پر نفاذ کرتے ہوئے معاشرے اور اس کے مختلف اداروں پر گزرنے والی کیفیات کی تفصیل سے منظر کشی کرتا ہے۔ ناول کے آغاز میں جب موت اپنی سرگرمیاں معطل کر دیتی ہے تو عوام میں ابدی زندگی کے تصور سے مرت کی لہر دوڑ جاتی ہے، جب کہ ذمہ دار ای حکومت اس کے عوائق، جن سے نکلنے کی پڑا ظاہر کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی، شدید تشویش میں بدلتا ہیں۔ وسری جانب اہل کیسا کو

موت کی موت میں اپنی موت دکھائی دیتی ہے جب کارباب داش اس موقع پر بھی اپنی فلسفیانہ موشگانیوں بگھارنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ میڈیا صوب معمول حقیقی مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے سارے معاشرے کو جیجان میں بتا کرنے میں جت جاتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ پیش آمدہ مشکلات سے نبردازما ہونے کے لیے حکومت کو جرام پیشہ نظیموں سے گھڑ جوڑ کرنا پڑتا ہے۔

سات ماہ تک معاشرے کو موت کی سرحد پر کھڑا رکھنے کے بعد جب موت کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی دھاک بیٹھ چکی ہے تو وہ ایک اور تجربہ کرتی ہے۔ جس کے مطابق وہ ازرا و شفقت ہر مرنے والے کو اپنے دنیاوی معاملات نمانے کے لیے اس کی موت سے ایک ہفتہ قبل مطلع کیا کرے گی۔ اس کے نتیجے میں پہلے پہل تو لوگ سکھ کا سانس لیتے ہیں لیکن معاشرہ ایک اور نوع کی اذیت سے دوچار ہوتا ہے، اس کے ساتھ ہی موت کی مشکلات کا بھی آغاز ہو جاتا ہے۔ ان مشکلات سے عہدہ بر ہونے کے لیے موت جو کوششیں کرتی ہے، انھیں بیان کرنے کے لیے جوڑے سارا ما کو اپنے تخلی سے مدد لیتا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات میں اپنے اختیارات کے نفاذ کے لیے موت کو ختم مخت کرنا پڑتی ہے، معاملہ یہیں نہیں رکتا بل کہ ایک مخصوص کیس میں متعدد کوششوں کے باوجود موت کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ نفاذ کی خاطر موت خود میدان میں اترتی ہے، لیکن شکست سے دوچار ہوتی ہے اور ایک مرتبہ پھر معاشرے سے غائب ہو جاتی ہے۔

اس طرح جوڑے سارا ما کو اپنے قاری پر یہ آفاتی حقیقت منکشف کرتا ہے کہ اگرچہ نظام فطرت کے تحت مختلف تجربات کیے جاسکتے ہیں لیکن فطرت خود کسی نوع کے تجربے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ چنان چہ موت جو نظام فطرت کا ایک مظہر ہے، سال کے آغاز پر کسی کونہ مار کر اپنی قوت کا اظہار کرتی ہے، جب کے مار کے اختتام پر کسی کونہ مارتے ہوئے زبان حال سے اپنے تجربے کی ناکامی کا اعتراف کرتی ہے۔

”اندھے لوگ“، ”نایبناہی“ اور ”تعطل مرگ“ کے سہ کتابی سلسلہ میں ”سکتی کی بخنیک“ استعمال کرتے ہوئے معاشرے کو انہدام کا شکار کرنے کے نتیجے میں جو کہانیاں جوڑے سارا ما کو

کے ہاتھ لگیں۔ ان میں وہ اپنے قارئین کو درجہ چدیجہ پہلے عالم پھر خواص اور آخر میں معاشرے کے ہر طبقے، ہر ادارے کا حقیقی چہرہ دکھاتا ہے ساس کے ساتھی و فوج البشر قوتوں کا پہنچنے متعین طریق کارے اخراج نہ کرنے کی صلاح دینا نظر آتا ہے۔

فرانسیز سمجھتا تھا کہ اپنی تباہ کاریوں کے ذریعے جگ ہمارے چہرے سے تہذیب کا نقاب نوج لیتی ہے۔ حوزے سارا ماؤنے اپنے ناولوں میں بھی کام ناپینا، خالی ووٹوں کے علاوہ ہوت کے غیر معینہ اور پھر متعین التوا سے کام لیتے ہوئے فرد اور معاشرے کے کپڑے ساتھ کر جن حقائق کو مناشف کیا ہے۔ ان کے آئینے میں ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہم، جس میں ہمارا معاشرہ، ہمارے ادارے، ہمارے سیاست اور ہمارے دیاست سب شامل ہیں، کہاں کھڑے ہیں؟ ضرور سوچیے گا۔

میری الہیت اور طبیعت سے واقف حیران ہوں گے کہ مجھے جیسے لکھے، ست الوجود نے حوزے سارا ماؤنے کا ترجمہ کیسے کر لیا۔ ان واقفانِ حال کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کے تمام تر ذمہ دار یہم۔ خالد۔ فیاض اور اختر رضا میں ہیں، جن کی تحریک، تغییر اور تحریک نے مجھ سے یہ کارو شوار مکمل کر لیا۔ مجھے ہوئے ترجمے کو قابل فہم بنانے کے لیے اختر رضا میں نے مقدور بھر کوشش کی، جس میں انھیں پمشکل جزوی کامیابی ہوئی۔ میں ان کی ناکامی پر مسرور ہوں کیوں کہ اب قاری کو حوزے سارا کو کا مطالعہ کرنے کا دعوا کرنے سے پہلے بار بار ڈھن جمنا سک کرنا پڑے گی۔

قاری کو بھی سوچنے کو کچھ تو چاہیے۔

مبشر احمد میر

۲۰ اگست ۲۰۱۷ء

(1)

اس سے اگلے روز، کوئی نہیں مرا، اس حقیقت نے، ان حالات میں، زندگی کے صالوں کے بالکل بر غص ہوتے ہوئے، لوگوں کے ذہنوں میں قابل جواز شدید بیجان پیدا کیا، اس لیے کہ ارٹی عالم کے چالیس ادوار کا مطالعہ کریں تو کہیں پر طور مثال بھی ذکر نہیں ملے گا کہ اس نوع کا غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہو کہ اپنے دن اور رات کے صبح اور شام کے چوبیس گھنٹوں کے طویل دورانیے کا پورا ایک دن موت کے بغیر گزرا ہو، پہاری سے، بلاکت خیزگرنے سے، یا کامیاب خودکشی سے، کوئی نہیں، ایک بھی نہیں، نہی کسی کا رکے حادثے میں، جو تھاروں کے موقع پر اکثر ہوتے ہیں، جب بے فکرے، غیر ذمہ دار، اور ڈٹ کر شراب پیے سوار، سڑک پر آگے ٹلنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھیں کون موت تک پہلے پہنچتا ہے۔ سال نو کا جشن اپنے پیچھے معمول کے، آفت زدہ اور بتاہ کن اڑات چھوڑنے میں ماکام رہا، جیسے خوفناک دانتوں والی موت کی کھوسٹ دیوی نے فیصلہ کیا ہو کا ایک دن کے لیے اپنا حصہ چھوڑ دے، تاہم وہاں خون کی کوئی کمی نہ تھی، پٹنائے، بد حواس، بوکھلائے، اپنی مٹلی پر قابو پانے کی کوشش کرتے فائزینوں نے بد نصیب انسانی جسموں کے پچھے گزرے تھے نکالے، جنہیں حادثے کی شدت کے پیش نظر، منطقی اعتبار سے قطعاً اور لفہنا مردہ ہوا چاہیے تھا لیکن شدید رخموں اور گہری چوٹوں کے باوجود زندہ رہے اور ایمپولینس کے سازنوں کی چیختی چلاتی آوازوں کے جلو میں ہپتال لائے گئے۔ ان تمام افراد میں سے ایک بھی راستے میں نہیں مرا اور سب نے طبعی تحقیقات پر مبنی منقی پیشین گوئیوں کو خلاطہ ابتدی کیا، اس غریب کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکتا، سر جن نے نہ سے کہا جب وہ اس کام سک درست کر رہی تھی، یہ آپریشن کے قابل بھی نہیں، صرف وقت کا خیال ہے۔ اور ایک دن قبل، اسی مریض کے بچتے کی کوئی امید نہیں تھی، لیکن ایک بات واضح تھی، آج مریض نے مرنے سے انکار کر دیا اور جو یہاں ہو رہا تھا، وہی پورے ملک میں ہو رہا تھا۔ نصف شب کے آخری لمحے تک، سال کے آخری دن وہاں لوگ تمام قواعد سے گزرتے ہوئے، جو معاملے کے مرکزی تھے، زندگی کی موقوفی اور ان متعدد طریق میں سے جو مذکورہ بالا مرکزی تھے سے

تعلق رکھتے ہیں، اپنے آخری لمحات کے لیے، وقار اور حکمت کے مختلف درجات پختے ہوئے مرے۔ ایک خصوصی دل چھپی کا حامل کیس، دل چھپ اس لیے کہ جس شخصیت کے بارے میں ہے، بہت عمر سیدہ اور انتہائی قابل احترام مادر ملکہ تھیں۔ آئیں دبیر کے روز نصف شب سے ایک منٹ قبل، کوئی بھی اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ شاہی خاتون کی زندگی پر، بھجی ہوئی ماچس کی تیلی کی شرط لگاتا۔ تمام امیدیں ہار کر، عین طبی حقائق کے سامنے بے بس ڈاکڑوں کے ہم را، شاہی خاندان کے افراد، حسب مراتب بستر کے گرد کھڑے، خاندان کی سرمهاہ کی آخری سالیں کے منتظر تھے، کہ ممکن ہے چند الفاظ، الوداعی بصیرت افروز الفاظ، اپنے پیارے شہزادوں، اپنے پتوں کی اخلاقی تربیت سے متعلق، ممکن ہے، مستقبل کے موضوعات سے متعلق، ہٹلر گزار یادوں کے بارے میں ایک خوب صورت دل آور قول، ادا کریں۔ اور پھر، جیسے وقت قلم سا گیا، کچھ نہ ہوا۔ مادر ملکہ کی کیفیت نتو بہتر ہوئی، نہ ہی گزری، وہ اسی کیفیت میں لٹک سی گئیں، ان کا نجیف وجود زندگی کے کنارے پر، ڈراتے ہوئے یوں ایک گیا؛ جیسے کسی بھی لمحے دوسری جانب لا ہک جائے گا، اس جانب ایک کمزور دھاگے سے بند ہے ہوئے، جس پر موت سے ہٹ کر، کیوں کہ یہ موت ہی سے ممکن تھا، ایک اجنبی افدا گرفت برقرار رکھے ہوئے تھی۔ ہم دوسرے دن میں پہنچ گئے، اور اس دن، جیسا کہ ہم اس کہانی کے آغاز میں سمجھے ہیں، کوئی نہیں مرے گا۔

اس سے پہلے ہی پچھلا پھر ڈھل چکا تھا جب یا افواہ پھیلنا شروع ہوئی کہ، جب سے نیا سال چڑھا ہے، یا میں طور پر جنوری کے پہلے دن کے صفر بجے سے، سارے ملک میں کسی کے مرنے کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ آپ گمان کر سکتے ہیں، پطور مثال، کہ افواہ کی شروعات مادر ملکہ کی، اپنی بچی کچھی زندگی سے دست بردار ہوتے وجود کی حیران گئی مزاحمت سے ہوئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاہی محلات سے میدیا کو جاری ہونے والے معمول کے اعلاییے میں بیان کیا گیا کہ شاہی مریضہ کی عمومی حالت نے رات کو افاقت کی واضح علامات ظاہر کیں، اس میں اس خیال کا اظہار، الفاظ الفاظ کا انتخاب کرتے ہوئے، اشارتاً کیا گیا کہ خاتون عالیہ کی صحت مکمل طور پر بحال ہونے کا امکان ہے۔ اپنی ابتداء میں، غالباً افواہ قدرتی طور پر آڑی، کسی گورکن کے ذریعے، لگتا ہے کہ نئے سال کے پہلے دن کوئی مرنا نہیں چاہتا، یا کسی ہپتال سے، بزرگ نمبر تکمیل والا، محسوس ہوتا ہے، ادھر اور ادھر کے مابین فیصلہ نہیں کر پایا، یا ٹریک پولیس کے ترجمان سے، کتنی عجیب بات ہے، تم جانتے ہو، سڑک پر ہونے والے تمام حادثات کے باوجود ایک بھی موت نہیں ہوئی، جسے ہم دوسروں کے لیے چطور عبرت دکھائیں۔ افواہ، جس کے اصل

ماخذ کا کبھی سراغ نہیں مل، اگرچہ سبقینا، بعد میں پیش آنے والے واقعات کے مقابلے میں اس کی کوئی اہمیت نہیں، جلد ہی اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن تک پہنچ گئی، اور اس نے اسی وقت ڈائریکٹر، اسٹنٹ ڈائریکٹر اور مدیر ان اعلیٰ کے کان کھڑے کر دیے، کیوں کہ بہی وہ لوگ ہیں جو تاریخ عالم کے اہم واقعات کو دور سے سوچنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، ان کی اس صلاحیت کو چکایا جاتا ہے کہ جب یہ مناسب ہو، واقعات کو اس سے کہیں زیادہ اہم ہنا کر دکھائیں، جتنے وہ حقیقت میں ہوں۔ چند منٹوں میں درجنوں تفتیشی صحافی باہر گیوں میں تھے، کسی ایرے غیرے کی موت کے بارے میں پوچھتے، جب کہ مدروں کے دفاتر میں ٹیلی فونوں کی قطاروں کی گھنٹیاں، پر ٹجس پر وحشت معلومات کے متلاشیوں کی فون کالوں سے مسلسل بجتے گیں۔ ٹیلی فون کیے گئے، ہپتا لوں میں، ریڈ کراس کو، مردہ خانوں کو، علیفین و تلفین کے منتظمین کو، پولیس کو، جی ہاں، ان سب کو، سیکرٹ ہائچ کے قابل ٹہم استشا کے ساتھ، لیکن دیے گئے جوابات کو یک سارے چچے شکلے الفاظ میں سمجھنا جا سکتا ہے، کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔ ایک نوجوان ٹیلی ویژن روپورٹر زیادہ خوش قسم تھی، جب اس نے ایک راہ گیر سے دریافت کیا، جو مسلسل اسے اور کہرے کو باری باری دیکھ رہا تھا، اور جس نے اپنا ذاتی تجربہ بیان کیا، جو مادر ملکہ کو پیش آنے والے واقعہ سے مشاہد تھا، لیکن اس کا گھریوال نصف شب کا کھر رجھا رہا تھا، اس نے کہا، جب، دل کی آخری دھڑکن سے لے بھر پہلے میرے دادا نے، جو محسوس ہوتا تھا آخری لمحات میں ہیں، اچاک ۲۴ گھنیس کھو لیں، جیسے انہوں نے اپنا ذہن بدل لیا ہوا اقدام سے جو وہ آٹھانے والے تھے، اور نہیں مرے۔ روپورٹر یہ سنتے ہی اتنی پر جوش ہوئی کہ، اس کی منتیں اور احتجاج نظر انداز کرتے ہوئے کہ، نہیں سینورا، میں نہیں جا سکتا، مجھے دو فروش کے پاس جانا ہے، میرے دادا اپنی دو انجیوں کا انتظار کر رہے ہیں، اسے نیوزوین میں دھکیلتے ہوئے چلائی، میرے ساتھ آئی تھمارے دادا کو مزید دو انجیوں کی ضرورت نہیں، اور ڈرائیور کو حکم دیا، سید ہٹنی وی سٹوڈیو چلو، جہاں میں اس وقت، افراتغیری میں بلاعے گئے، تین ماہرین، دو مامور جادوگر اور ایک معروف غیب داں کے مابین، مافق الفطرت مظاہر پر مذاکرے کے لیے ہر چیز تیار تھی کہ، اس مخصوص تہذیبی: ایک ایسی تہذیبی، جسی کا الحافظ نہیں، اور جسے پہلے ہی نام دیا جا چکا تھا، موت کی ہڑتاں، کا تجزیہ کریں اور اپنی رائے سے آگاہ کریں۔ دلیر روپورٹر، تاہم، التباس کی شدت کے زیر اڑھت کر رہی تھی، کیوں کہ اس نے اطلاع کنندہ کے الفاظ کا یہ مضموم لیا کہ، مرنے والے آدمی نے، اس اقدام کے بارے میں، جو وہ آٹھانے والا تھا: جسے مرنا، کھیل ختم ہوا، زندگی کوٹھوک رہا، غیرہ، کہتے ہیں، مکمل انغوی معانی میں

اپنا ذہن بدل لیا اور اس طرح اس نے واپس مرنے کا ارادہ کر لیا۔ اب، جو الفاظ سرور پوتے نے ادا کیے، جیسے انھوں نے اپنا ذہن بدل لیا، دنوں ک الفاظ، اس نے اپنا ذہن بدل لیا، سے بالکل مختلف تھے۔

جنہوں کا بنیادی علم اور افعال کی نازک تبدیلوں سے بہتر آشنائی ایسی فاش غلطی سے بچا لیتی، اس طرح، وہ سرزنش، جو غریب لڑکی نے، ندامت اور حاسِ ذلت سے یہ بھولی کی طرح لال ہوتے، اپنے سے ایک درجہ بڑے آفسروں سے سنبھالتی تھی۔ وہ آفسر یا رپورٹر، اس کا کچھ اندازہ کر سکتے تھے کہ، انہوں نے دینے والے کے ان الفاظ سے، ہم اور راست اور بعد ازاں شام کی خبروں کے بعد اثر کمر میں، لکھوکھا آدمی میں طور پر یہی غلط معانی اخذ کریں گے، اور یہ کہ اس کا ایک فوری اور پریشان گس تسلیم ایک گروہ پیدا کرے گا، جو شدت سے قائل ہو گا کہ سیدھے سجاوتوں ارادی کے استعمال کرنے سے وہ بھی موت پر برتری حاصل کر سکتے ہیں، اور یہ کہ ماضی میں اتنے زیادہ لوگوں کے بلا جواز غائب ہونے کا ذمہ دار صرف سابقہ نسلوں کی کمزور قوت ارادی کفر اردا یا جاسکتا ہے۔ لیکن معاملہ یہیں نہیں تھا ہے، لوگوں نے بغیر کسی مقابل مشاہدہ سمجھی کے، نہ مرنا جاری رکھا، اور اس طرح ایک اور مقبول عوایح حریک، مستقبل کے بارے میں بہتر روشنی نظر کے ساتھ، اعلان کرے گی کہ وقت کے آغاز سے نوع انسان کا، اسی دنیا میں پہنچتے دلچسپی زندگی سے لطف اندوز ہونے کا سب سے بڑا خواب، ایک ایسا عظیم بن گیا ہے جو سورج جو ہر روز طلوع ہوتا ہے اور ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں، کے مانند، ہر شخص کے لیے ہے۔ کہنے کو اگر چہ دونوں حریکیں، ایک ہی حلقہ انتخاب میں ایک دوسرے کے مقابل تھیں، تاہم ایک لکھنے پر دونوں متفق ہو سکتی تھیں، اور وہ نکتہ تھا، حوصلہ مند جہاں دیدہ ہرگز کو متفق طور پر مجاہد اول قرار دیتے ہوئے، بے جیشتی اعزازی صدر کی ان کی نام زدگی، جنہوں نے آخری لمحات میں موت کو لکھا رہتے ہوئے لکھتے دی۔

جہاں تک کسی کو بھی علم ہے، اس حقیقت کو کوئی اہمیت نہ دی گئے کہ دادا ابا ایک گھرے کوئے کی حالت میں پڑے رہے، جو ہر پہلو سے مقابل واپسی دکھائی دیتی ہے۔

اگرچہ یہ واضح ہے کہ بحران کا لفظ ان غیر معمولی واقعات کو بیان کرنے کے لیے مناسب نہیں، کیوں کہ یہ مفعکہ خیز، بے محل اور انتہائی بنیادی والش کے بارے میں تو ہیں آمیز ہو گا کہ ایک ایسی صورتی حال کو، جو موت کی عدم موجودگی کے نتیجے میں ظاہر ہوئی ہے، بحران قرار دیا جائے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کیوں کچھ شہری، حقیقت کو جاننے کے اپنے حق کی دہن میں، اپنے آپ سے، اور ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے کہ حکومت کو کیا موت پڑی ہے کہ اس نے اب تک زندگی کی کوئی علامت ظاہر نہیں

کی۔ جب دو جلسات کے درمیان مختروق نے کے دوران میں گزرتے ہوئے وزیر صحت سے دریافت کیا گیا، یہ صحیح ہے، اس نے صحافیوں کے سامنے وضاحت کی، یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ان کے پاس معلومات کی کمی ہے کہ کسی نتیجے پر پہنچیں، کسی قسم کا سرکاری بیان، لامحالہ، قبل از وقت ہوگا، ہم ملک بھر سے پہنچنی جانے والی معلومات اکٹھی کر رہے ہیں، اس نے مزید اضافہ کیا، اور یہ کہنا درست ہے کہ کسی موت کی اطلاع درج نہیں ہوتی، لیکن، جیسا کہ آپ اندازہ کر سکتے ہیں، ہم بھی باقی سب کے مانند جریان ہیں، واقعات کی اس تبدیلی سے، اور ان غیر معمولی واقعات کے بارے میں یا ان کے فوری اور دور رہ اڑات کے بارے میں، ہذا حال، بنیادی نتیجہ اخذ کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ وہ گفتگو کو وہیں چھوڑ سکتا تھا، جو صورتِ حال کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے شکریے کے ساتھی ہوتی، لیکن ہر معاملے میں، خصوصاً جب وہ اقتدار میں ہوں، سیاست دانوں کی یہ جانی پہچانی خواہش کر، خواہ کچھ ہو یا نہ ہو، لوگ پر سکون رہیں، ان کی فطرت ہائی بن جاتی ہے، معاملات کو خصوص سمت موزنے کی کوشش، جو خود کاریا میکائی نہیں ہوتی، اسے انتہائی غلط انداز میں بیان ختم کرنے کی جانب لے گئی، پڑورا یک ذمہ دار وزیر صحت میں ہر شے والے کو یقین دلاتا ہوں کہ، تشویش کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے، اگر میں آپ کو صحیح سمجھا ہوں، صحافی نے، پوری کوشش کرتے ہوئے کہ طریقہ نہ لگے، تبرہ کیا، یہ حقیقت کہ کوئی نہیں مر رہا، آپ کی نظر میں قطعاً تشویش کن نہیں ہے، بالکل، درست، ممکن ہے میرے الفاظ میں طور پر یہ نہ ہوں، لیکن، ہاں، جو میں نے کہا، بنیادی طور پر یہی ہے، کیا، میں آپ کو یاد دلا سکتا ہوں، وزیر محترم! لوگ کل بھی مر رہے تھے اور ایسا کبھی نہیں ہوا، یقیناً نہیں ہوا، کسی نے اسے خطرہ سمجھا ہو، مرموم ہے، اور موت تشویش ناک اسی وقت ہوتی ہے، پڑور مثال، جنگ یا وبا کی صورت میں، جب کئی گناہ ہ جاتی ہے، جب معاملات معمول سے انحراف کرتے ہیں، آپ اسے اس طرح دیکھ سکتے ہیں، جی، لیکن موجود صورتِ حال میں، جب، پڑور مثال، کوئی مر نے کے لیے تیار نہیں، آپ ہمیں کہتے ہیں کہ تشویش میں بدلانہ ہوں، کیا آپ میرے ساتھ اتفاق نہیں کریں گے، وزیر محترم! اس نوع کی اچیل، کم از کم بے معنی ہے، یہ صرف عادت کے زیر اڑا ہے، اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھے تشویش کا لفظ موجود صورتِ حال پر منطبق نہیں کرنا چاہیے تھا، تو پھر آپ کیا لفظ استعمال کریں گے، وزیر محترم! میں نے صرف اس لیے پوچھا کیوں کہ، پڑورا یک ذمہ دار صحافی، جو میں سمجھتا ہوں کہ میں ہوں، میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ، جہاں تک ممکن ہو درست اصطلاح استعمال کروں، صحافی کے اصرار پر چھوڑ اس اجنبیاتے ہوئے، وزیر نے فوراً جواب دیا، میں ایک نہیں، چہ

لقطہ استعمال کروں گا، اور وہ کیا ہوں گے، وزیر محترم، ہمیں جھوٹی امیدیں نہ دلائیں، دوسرا دن کے اخبار کے لیے لا ریپ یا ایک بہترین، حقیقی شرخی تھی، لیکن ایڈیٹر ان چیف نے، اپنے فیجنگ ڈائریکٹر سے مشورہ کے بعد اسے، کاروباری نکتہ نظر سے، اس طرح اشتیاق کے حاوی ہوتے جذبات پر ٹھنڈے پانی کی بالائی اندھیتھے ہوئے، غیر مناسب قرار دیا، ہمیں معمول کی شرخی، نیا سال نی زندگی، استعمال کرنی چاہیے، اس نے کہا۔

سرکاری اعلانیے میں، جورات گئے نشر ہوا، وزیر اعظم نے تصدیق کی کہئے سال کے آغاز سے ملک بھر میں مرنے کی کوئی اطلاع نہیں ملی، اس نے اس انوکھی حقیقت کو جا چھتے اور اس کی توجیح کرتے وقت معقولیت اور ذمہ داری سے کام لینے کی درخواست کی، اس نے عوام کو یاد دلایا کہ یہ مفروضہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب کچھ لے دے کر غیر حقیقی ہے، ایک بے ڈھنگی سماوی تبدیلی ہے جس کے جاری رہنے کا امکان نہیں، زمان و مکان سے تجاوز کرتے ہوئے، معمول سے ہٹ کر اتفاقات کا مlap ہے، لیکن یہ کہ، حکومت نے پہلے ہی متعلقہ عالمی تنظیموں سے معلومات کا تباہہ شروع کر دیا ہے تاکہ حکومت اس قابل ہو کہ جب ضرورت پڑے مربوط اقدام اٹھاسکے، یہ فضول، غیر سائنسی بیان دے کر، جس کا محرک تھا، اس نا قابل فہم افراتفری پر قابو پانا، جو قوم کو گرفت میں لے رہی تھی، وزیر اعظم نے اس بیان پر اختتام کیا کہ، حکومت انسانی تصور میں آنے والے تمام احتمالات کے لیے تیار ہے، اور پر عزم ہے کہ جدات سے، پر جوش عوامی تائید کے ساتھ، ان پے چیدہ معاشرتی، معاشی، سیاسی، اور اخلاقی مسائل کا مقابلہ کرے گی، جو موٹ کے تینی خاتمے کے نتیجے میں نمودار ہوں گے۔ جیسا کہ ہر چیز اشارہ کر رہی ہے، اگر یہ صورت حال یقینی ہے، ہم جسم کے دوام کا چیلنج قبول کریں گے، اس نے بلند آواز میں کہا، اگر خداوند کی رضا یہی ہے تو ہم ہمیشہ سجدہ، شکر ادا کرتے رہیں گے کہ اس نے اس ملک کے نیک لوگوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کیا۔ اس کا مطلب ہے، وزیر اعظم نے سوچا، جب اس نے بیان پر ہنابند کیا، پھر امنبوط اور بالکل ہماری گردنوں کے گرد ہے، اس نے تصور کرنے کی کوشش کی کہ یہ پھردا کہاں تک کساجائے گا۔ ابھی نصف گھنٹہ نہیں گز راتھا۔ وہ گھر لے جانے والی سرکاری کار میں بیٹھا ہی تھا کہ اس نے کارڈنل کافون مہول کیا، شب بخیر، وزیر اعظم، شب بخیر، نقدس مآب، وزیر اعظم امیں فون کر رہا ہوں کہ آپ کو تباہی کی میں شدید صدمے کی کیفیت میں ہوں، اوہ، میں بھی، نقدس مآب، یہ انتہائی تکمیل صورت حال ہے، تکمیل تین صورت، جس کا کبھی بھی ملک کو سامنا کرنا پڑا، یہ نہیں جو میرا

مطلب ہے، آپ کا مطلب کیا ہے، تقدسِ آب، یہ انجائی قابلِ مدت ہے کہ جب آپ نے وہ بیان لکھا جو میں نے ابھی سن، آپ مرکزی ستون کو یاد رکھنا بھول گئے، کونے کے پھر کو، کلیدی پھر کو، جس پر ہمارے مقدسِ مذہب کی بنیاد استوار ہے، مجھے معاف کیجیے گا، تقدسِ آب! اگر میں سمجھنیں پایا کہ آپ کس جانب اشارہ کر رہے ہیں۔ موت بغیر، وزیرِ عظم، موت بغیر جی اٹھنا نہیں، اور جی اٹھنے کے بغیر کلیسا نہیں، صدائے جہنم، مجھے افسوس ہے، میں صحیح سُس نہیں پایا جو آپ نے فرمایا، کیا آپ دوبارہ دہرا سکتے ہیں، مہربانی ہوگی، مجھے نہیں، میں نے کچھ نہیں کہا، تقدسِ آب، غالباً ان میں گڑبر تھی، آسمانی بجلی کی پیدا کر دے، سشم جام ہونے سے، یا سکندر کی وجہ سے، با اوقاتِ خلائقیت سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن آپ فرمائے تھے، تقدسِ آب، ہاں، میں کہہ رہا تھا کہ ہر کیتوں کو لازماً علم ہونا چاہیے، اور اس میں آپ کو بھی استثنائیں، کہ جی اٹھنے کے بغیر کلیسا نہیں۔ اس سے پڑھ کر، آپ کو یہ خیال، کہ، کبھی خداوند خود اپنے اختتام کا ارادہ کرے گا، بھی کیسے آیا، اس طرح کی سوچِ سوئی صد بے حرمتی، شاید مذہب کی بذریعین تو ہیں ہے، تقدسِ آب، میں نے نہیں کہا کہ خداوند نے اپنے اختتام کا ارادہ کر لیا ہے، ان معین الفاظ میں نہیں، نہیں، لیکن آپ نے تسلیم کیا کہ انسانی جسم کی بقا خداوند کی رضاہو سکتی ہے، اور کسی کا خالص منطق میں ڈاکٹریٹ کرنا ضروری نہیں، یہ سمجھنے کے لیے کہ اس کا یہی نتیجہ لکھتا ہے، تقدسِ آب،! مجھ پر یقین کیجیے، میں نے یہ صرف ہاثر کے لیے، ایک ہاثر پیدا کرنے کے لیے، یہ تو بس تقریر کو سمجھنے کا ایک طریقہ تھا، بس اتنی بات ہے، آپ جانتے ہیں کہ ان باتوں کی سیاست میں کتنی اہمیت ہوتی ہے، یہ باتیں کلیسا میں بھی اسی طرح اہم ہوتی ہیں، وزیرِ عظم، لیکن ہم منہ کھونے سے پہلے اچھی طرح سوچتے ہیں، ہم صرف بولنے کے لیے نہیں بولتے، یقیناً، ہماری تخصیص ہے کہ، ہم دریپا اڑات کے بارے میں غور کرتے ہیں، اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو ایک اچھا مشورہ دوں، یہ آگ سے کھلنا ہے، جی، میں بہت شرمند ہوں، تقدسِ آب، اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو میں بھی شرمند ہوتا۔ کارڈنل خاموش ہو گیا جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ گرینڈ پھلنے میں کتنا وقت لے گا، پھر، ایک مہندب دوستانہ لمحے میں گفتگو کا سلسلہ جوڑا، کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ نے میدیا پر پڑھنے سے پہلے یہ بیان بادشاہ سلامت کو دکھایا تھا، حبِ معمول، تقدسِ آب، جیسا کہ بیان کیا، ایسے نازک موضوع سے مددہ بہا ہوتے ہوئے، یقیناً، اور بادشاہ سلامت نے کیا فرمایا، لامحالہ، سوچتے ہوئے کہ، یہ کوئی ریاستی راز نہیں، ان کی رائے تھی، یہ مناسب ہے، کیا انھوں نے کوئی تبصرہ کیا، اسے پڑھنے کے بعد، بہترین، بہترین سے

کیا مراد ہے آپ کی، یہ وہ لفظ تھا جو بادشاہ سلامت نے فرمایا، کیا آپ کا مطلب ہے کہ وہ بھی تو ہیں، کے مرکب ہوئے، تقدس آتاب، میرا یہ مقام نہیں کہ اس کا فیصلہ کروں، میری اپنی کتنا ہیوں کی موجودگی میں یہ انتہائی دشوار ہے، خوب، مجھے خود بادشاہ سے ملنا اور انھیں یاد دلانا ہو گا کہ ایسی پریشانگی نہ زک صورت حال میں عرف کیسا کے مسلم عقائد پر وفادار انتہا بہت قدیمی ہی ملک کو تباہ گن افراتفری سے، جو ہمیں ڈبو سکتی ہے، بچا سکتی ہے، یہ آپ پر منحصر ہے، تقدس آتاب، یہ آپ کا منصب ہے، ہاں، میں بادشاہ سلامت سے دیافت کروں گا کہ وہ کے ترجیح دیتے ہیں، مادر ملکہ کو ہمیشہ مرتبے ہوئے دیکھنا، بستر پر بے حال چلتے ہیں، جس سے وہ بھی دوبارہ اٹھنے پائیں گی، ان کا مادی وجود شرم ناک انداز میں ان کی روح سے چھٹے ہوئے، یا، انھیں مر کر موت پر ٹھیک پاتے ہوئے، ابدیت میں، جنت کے شاندار ٹھکوں میں، سقینا کوئی تامل نہیں کرے گا کہ کس جواب کا انتخاب کرے، لیکن، جو آپ سوچ سکتے ہیں اس کے بر عکس، وزیر اعظم، میں جوابات میں، پر نسبت سوالات کے، کم دل چھپی لیتا ہوں، یاد رہے کہ ہمارے سوالات واضح مقصد اور پوشیدہ محرک دونوں رکھتے ہیں، اور جب ہم سوال کرتے ہیں تو صرف ایسا نہیں کہ فرد جس سے سوال کیا گیا، جو اس وقت جواب دیتا ہے، ہم اس سے چاہتے ہیں کہ وہ خود کو کہتے ہوئے سنے، یا اس مسئلے میں بھی ہوتا ہے کہ مستقبل کے جوابات کے لیے تیار کریں، کچھ سیاست دانوں کے مانند، تقدس آتاب، بالکل سوائے اس کے کہ، اگر چاہیا دکھائی دیتا ہے، اس جیسا نہیں ہے، کیسا کو یہ فویت حاصل ہے کہ مطابقت پیدا کر کے اس سے جو بلندی پر ہے، اس کی گمراہی کرنا ہے جو یونیورسٹی میں ہے۔ ٹھکلوں ایک اور وقد آیا، جسے وزیر اعظم نے توڑا، میں گرفتار رہا ہوں، تقدس آتاب، لیکن اگر اجازت ہو، ایک سوال ہے جو میں آپ سے کہنا چاہوں گا، کبھی، کیسا کیا کرے گا، اگر آئندہ بھی کوئی نہ مرا، کبھی بھی، بہت طویل دورانیہ ہے، حتیٰ کہ جب کوئی موت سے نبرداز ماہوتا ہے، وزیر اعظم، میرا خیال ہے کہ آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا، تقدس آتاب، آپ مجھے سوال اپنی جانب واپس لھانے دیں، ریاست کیا کرے گی، اگر کبھی کوئی نہ مرا، ریاست مدد ہم اہونے کی کوشش کرے گی، اگر چہ مجھے شک ہے کہ وہ ایسا کر پائے گی، لیکن کیسا، کیسا، وزیر اعظم، وانچی جوابات کا اس قدر عادی ہے کہ میں کسی اور صورت میں سوچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، خواہ حقیقت ان کی کوئی کر رہی ہو، ہم نے، حقیقت سے خارج کوئی کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا، اور اس کے باوجود ہم اب بھی یہاں موجود ہیں، اور پوپ کیا فرمائیں گے، اگر میں پوپ ہوتا، خداوند مجھے ایسی غیر حقیقی لغو، سوچ پر معاف فرمائے، میں فوراً ایک نیا نظریہ،

موت کا التوا، پیش کر دیتا، بغیر کسی مزید وضاحت کے، لیکن اسے کبھی کوئی وضاحت نہیں مانگی گئی، ہماری خصوصیت ہمیشہ ہی، روح کی اڑان کے علاوہ، یقین کی معرفت مجس ذہن کو بے اڑ ہانا رہی ہے، شب بغیر، نقدس آب، صحیح ملاقات ہو گی، اگر خداوند نے چاہا۔ وزیر اعظم! اگر خداوند نے چاہا، حالات جس نجی پر ہیں انھیں دیکھتے ہوئے، یہ دکھائی نہیں دیتا کہ اس کے پاس کوئی انتخاب ہے۔ مت بھولیں، وزیر اعظم، کہ ہمارے ملک کی سرحدوں سے درے، لوگ معمول کے مطابق مر رہے ہیں، جو ایک اچھی علامت ہے، اس کا انحراف آپ کے زاویہ نظر پر ہے، نقدس آب، شاید وہ ہمیں ایک نوع کے نخلستان، ایک باغ، ایک نئی جت کے روپ میں دیکھ رہے ہیں، یا ایک نئے جہنم کے روپ میں، اگر وہ کوئی فرم رکھتے ہیں، شب بغیر، آپ کے لیے پرستون، تازہ دم کرنے والی نیند کی خواہش کے ساتھ، شب بغیر، نقدس آب، شب بغیر، وزیر اعظم! اور اگر موت نے آج شب والپی کا فیصلہ کیا، مجھے امید ہے کہ وہ آپ کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ نہیں کرے گی، اگر انصاف صرف ایک خالی لفظ سے بڑھ کر کچھ ہے، مادر ملکہ مجھ سے پہلے رخصت ہوں گی، خوب، میں وعدہ کرتا ہوں کہ کل بادشاہ کے پاس آپ کی شکایت نہیں کروں گا، یہ آپ کی بڑی نوازش ہے، نقدس آب، شب بغیر، شب بغیر۔

اس وقت صحیح کے تین بجے تھے جب کارڈنل کو اپنے نیکس کی اچانک ہونے والی تکلیف کے نتیجے میں، جس کا فوری آپ پیش مطلوب تھا، عجلت سے ہپتال لا یا گیا، بے ہوشی کی دو اکے موثر ہونے سے پہلے، حواس گم ہونے کے عمل کے مختصر لمحات میں، اس نے سوچا کہ، جو بہت سے دوسروں نے سوچا تھا، وہ آپ پیش کے دوران مرجائے گا، تب اسے یاد آیا کہ ایسا ممکن نہیں ہے، اور اپنے ہوش کے آخری لمحے میں اس نے سوچا، کہ اگر، ہر شے سے قطع نظر، وہ مر گیا تو مقاص منطق کی رو سے، اس کا مطلب ہو گا کہ اس نے موت پر غلبہ پالیا ہے۔ قربانی کی مقابلہ مراجحت خواہش سے مغلوب ہو کر، وہ خداوند سے دعا مانگنے والا تھا کہ، اسے مار دے، لیکن اس کے پاس الفاظ ترتیب دینے کا وقت نہیں تھا۔ بے ہوشی نے اسے اس گناہ اعظم سے بچا لیا کہ موت کا کام اس خداوند کو منتقل کرنے کی خواہش کرے، جو بالعموم زندگی عطا کرنے والے کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

(2)

اگرچہ حریف اخبارت نے اسے فوری طور پر مضمون خیز بنا دیا، جنہوں نے انتظام کیا کہ اپنے اہم لکھاریوں کے قلم کی مدد سے انجامی متنوع اور ہٹھارے دار کچھ چونکا نے والی، کچھ شاعرانہ، سرخیاں گھری جائیں، اور دوسری جو لوگ بھگ فلسفیانہ یا متصوفانہ تھیں، متاثر گئیں اور عام فہم نہیں تھیں، جیسا کہ معروف اخبار کے معاملے میں تھا جو سرخی، اب ہمارا کیا بنے گا، کا بہت بڑے سوالیہ نشان پر اقتضام کر کے مطمئن تھا۔ قبل ازیں بیان کردہ سرخی، نیا سال، نئی زندگی، نے اپنی بے شکی چمک دمک کے سبب، کچھ لوگوں کے دلوں کے تار کو چھیڑا، جو اپنی فطرت یا تربیت کے زیر اثر، بھلے ان کے پاس شواہد ہوں کہ یہ ہے، لے دے کر لا حاصل فریب نظر رجایت پر منیٰ نتائج کو ترجیح دیتے ہیں۔ جب تک ابہام کے وہ دن رہے، ان میں رہتے ہوئے، وہ سمجھتے تھے کہ وہ تمام ممکن اور متوقّع دنیا وہیں سے بہتر ہیں، سرست کے ساتھ وہ جان کاری حاصل کر رہے تھے کہ، بہترین، بقیہ بہترین حالات، عین اس وقت، اسی مقام پر، ان کے گھر کے دروازے پر قویٰ پذیر ہو رہے ہیں، ہر روز قسمت کی دیوبی کی قیضی سے کترے جانے کے خوف سے آزاد، ایک منفرد اور اقبالِ یقین زندگی، سلامت رہے وہ رزمیں، جس نے ہمیں ہمارا وجد عطا کیا، ہر نوع کی سماںی الجھنوں سے آزاد اور سب کے لیے مفت، جس میں کوئی سر پر مہر حکم نامہ نہیں، جو ہماری موت کے وقت، اس چوراہے پر کھولا جاتا ہے، جسے دھرتی کے مام سے جانا جاتا ہے، اور مجبور کیا جاتا ہے کہ ہم اپنے پیاروں کے الوداعی آنسوؤں میں جدا ہوں، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ، چلیں اگلے جہاں میں اپنی مختلف منزلاوں کی جانب روانہ ہو، جنت کو، روح کے تطییر خانے کو، نیچے جہنم کو۔ اسی وجہ سے، نہتا محتاط یا قادرے سنجیدہ اخبارات، نیز اسی طرح کی سوچ رکھنے والے ریڈی یا اور ٹیلی ویژن چیل کے پاس، اجتماعی سرست کی بلند ہبروں میں شامل ہونے کے علاوہ، جو سارے ملک کو شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک، خوف زده ذہنوں کو حوصلہ عطا کرتے ہوئے اور مطالعات موت کے گھرے سائے کو نظروں سے اوچھل کرتے ہوئے، بھائے جاری تھیں، اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ گزرتے دنوں کے

ساتھ، قوطی اور ٹکلی مزاج افراد نے، جب انہوں نے دیکھا کہ ابھی تک کوئی نہیں مرا، شروع شروع میں اکاڈمیک، پھر اجتماعی طور پر، بھر پور قوت کے ساتھ اپنا وزن ان شہریوں کے پڑھے میں ڈالا، جو موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں کہ باہر گلیوں میں لکھیں اور بلند آواز سے منادی کریں کہ اب زندگی حقیقی خوب صورت ہے۔

ایک روز ایک عورت کو، جو حال ہی میں بیوہ ہوئی تھی، اپنے وجود میں دوڑتی سرست، گوی غم کی دبی دبی نہیں کے بغیر نہیں تھی، اس بات کے انطباق کا کوئی اور راستہ نہ پا کر، کہ اگر وہ نہ مری تو اپنے شوہر کو، جس کا اس نے خوب سوگ ملتا ہے، کبھی دیکھنے پائے گی، یہ سوچا کہ، اپنے کھانے کے کمرے کی پھولوں سے لدی بالکوئی پر، قومی جھنڈا الہر ادے۔ بقول شخصی، یہ کہنے سے پہلے کہا تھا۔ اذتا لیں گھنٹوں کے اندر سارے ملک میں جھنڈا لہرانے کی وبا پھیل گئی، جھنڈے کے رنگ اور اس کی علامات تمام منظر پر، اگر چہ شہروں میں زیادہ، یقیناً، شہروں میں دیرہات کے مقابلے میں بالکوئی اس اور کھڑکیاں زیادہ ہوتی ہیں، چھاٹکیں۔ حب الوطنی کے اس بخار کی مزاحمت ممکن نہیں تھی، بالخصوص جب پڑا ہر دھمکی آمیز دکھائی نہ دینے والے، پریشان گئیں بیانات کا اعلان کرتے ہوئے، جیسے، جو ہمارا جاؤ دلی تو میں جھنڈا اپنے گھر کی کھڑکی سے نہیں لہراتے، زندہ رہنے کے مستحق نہیں، ہمارے ساتھ شامل ہوں، ہب وطن نہیں، ایک جھنڈا اخڑپیں، ایک اور اخڑپیں، اور اخڑپیں، مرگ بر دشمنان حیات، ان کے نصیب اچھے ہیں کہ اب مزید موت نہیں، نہ جانے کہاں سے آ رہے تھے، تقسیم ہوا شروع ہوئے۔ گلیوں میں لہراتے جھنڈوں سے صحیح معنوں میں جشن برپا تھا، جو چلنے والی ہوا سے پھر پھر اسے ہوتے، اور اگر ہوانہ چل رہی ہوتی تو احتیاط سے مناسب زاویے پر رکھا بجلی کا پنکھا سہی کام کرتا، اور اگر پنکھا اتنا طاقت ورنہ ہونا کہ معیاری زور دار لہراتے ہوئے کوڑے کی شائیں شائیں، جو آمادہ، پیکار ڈھن کا جوش بڑھاتی ہے، جیسی، پھر پھر اسٹپیدا کر سکے، یہ کم از کم اس امر کا مظہر ہو گا کہ وطن کی محبت کے رنگ بڑی شان سے لہرا رہے ہیں۔ لکنی کے چند لوگ تھامی میں بڑھ رہتے کہ یہ سب حد سے بڑھی ہوئی نامعقولیت ہے، اور یہ کہ جلدیا پر دیر، ان تمام جھنڈوں اور پھریوں کو ہٹانے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہو گا، اور یہ جتنا جلد ہو بہتر ہو گا، کیوں کہ جس طرح پیٹھے کی زیادتی کھانے کو بد مرد کرتی اور رہائش کے نظام کو بکاڑتی ہے، اسی طرح اگر ہم نے بھر واکسار کے برلنکس دیپہ دلیری کے اس سلسلے، ان پچھوڑوں کو، جنہیں رونے والا کوئی نہیں، بگز نے دیا، تو ہماری ہب وطن کی عمومی اور بہترین علامت، مٹھکہ خیز بن جائے گی۔ علاوہ ازیں، ان کا کہنا تھا،

اگر اس وجہ سے جھنڈے لہرائے جا رہے ہیں کہ اس بات کا جشن منایا جائے کہ موت مزید قلام نہیں کرے گی، تو ہمیں دو میں سے ایک کام کرنا ہو گا، یا تو انھیں اس سے پہلے اتنا رلیا جائے کہ ہم ان سے اتنا آکتا جائیں کہ اپنے ہی قوی نشانات سے بے زار ہونے لگیں، یا دوسری صورت میں اپنی باقی تمام زندگی، جو ہمیشہ نہیں کی ہے، ہر مرتبہ جب یہ بارشوں سے گناہروں ہوں یا آندھیوں سے چھٹ کر دھجی دھجی ہونے لگیں یا سورج سے بد رنگ ہونے لگیں، انھیں بد لانا ہو گا۔ بہت کم لوگ اتنے جرات مند تھے کہ کھلے بندوں مسئلے کی نشاندہی کر سکیں، ایک غریب آدمی کو تو اپنی اس وطن دشمنی کی قیمت غیناً و خضب سے بھر پور زبردست نمکانی کی صورت میں ادا کرنا پڑی جس کی خشہ و خراب زندگی کا اختتام، اگر موت نے سال نو کے آغاز سے، اس ملک میں اپنی کارروائی بند نہ کی ہوتی تو، اسی مقام پر اسی وقت ہو جاتا۔

ابتدئے، کوئی شے ہر پہلو سے مکمل نہیں ہوتی، ان لوگوں کے ساتھ ہی جو ہستے ہیں، کچھ اپنے بھی ہوتے ہیں جو روئتے ہیں، اور بسا اوقات، جیسا کہ موجودہ معاملے میں، بالکل ان ہی وجوہات کی بنا پر متعدد اہم شعبوں نے، جن کا اس صورت حال سے گھرا تعلق تھا، پہلے ہی ان ارباب اختیار کو اپنے اضطراب سے آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہر ایک موقع کرے گا، اولین باضابطہ شکایات، تغییریں و مدنیین کے کاروبار سے متعلقین کی جانب سے آئیں، جو طالمانہ طریق پر اپنی روزی کے بیانادی ذریعے سے محروم کیے گئے تھے، کاروبار کے مالکان نے روایتی انداز میں اپنے سروں پر ہاتھ رکھ لیے اور اجتماعی طور پر آہ و بکا، اب ہمارا کیا بنے گا، شروع کر دی۔ لیکن پھر انھوں نے، ناگہانی افتاد کے نتیجے میں دکھانی دینے والی تباہی کا توثیق کرنے کے لیے، جس سے جنازے کے وحدے سے تعلق رکھنے والا کوئی نہیں بیٹھ گا، ایک اجلاس عام بلا یا، جس کے اختتام پر، گرما گرم بحثوں کے بعد، جو سب کی سب، بلا استثناء، بے سودھیں، کیوں کہ وہ سب، موت، وہی موت جس کے وہ، نہ ابعد نہ اس، عادی ہو چکے تھے، کسی ایسی چیز کی مانند جوان کا فطری حق ہو، کے تعاون سے انکار کی ناقابلی تکست رکاوٹ کے خلاف افراتفری میں کی گئی تھیں۔ آخر کار انھوں نے ارباب حکومت کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے، انھیں توجہ دلانے کے لیے، ایک عرض داشت تیار کی، عرض داشت میں صرف ایک قیری، بہت خوب، قیری، لیکن ساتھ ہی ظریفانہ تجویز، جو دوران بحث پیش کی گئی تھی، وہ ہم پہنسیں گے، صدر مجلس نے منصب کیا تھا، لیکن میں جانتا ہوں کہ ہمارے پاس لٹکنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں، اب یا تو یہی کیا جائے یا تغییریں و مدنیین کے کاروبار کو بتاہ ہونے دیا جائے۔ عرض داشت میں عرض کی گئی، ملک میں اموات کے نقدان سے پیدا ہونے

وائلے شدید بحران کا جائزہ لینے کے لیے، جس سے وہ دوچار تھے، ایک ہنگامی اجلاس بلاپایا گیا، جنازہ گاہوں کے ڈائریکٹر کے نمائندگان، ایک زوردار بحث کے بعد، جس کے سارے دورائیے میں، قوم کا اعلیٰ مقادسب پر مقدم رہا، اس نتیجے پر پہنچے کوئم کے آغاز سے اس کی تاریخ میں پیش آنے والی بدترین اجتماعی آفت کے قوعہ پذیر ہونے کے نتیجے میں پیش آنے والے تباہ کس نتائج سے اب بھی بچا جاسکتا ہے، مرادیہ ہے، اصطلاح کی گہری معنویت میں ماضی میں عوامی خدمت کی ہماری قابلِ تحسین خدمات کو ذہن میں رکھتے ہوئے، جن میں ہم، نسل بعد نسل، ہمیشہ مصروف رہے ہیں، حکومت قادری یا حادثاتی موت کا شکار ہونے والے تمام پالتو جانوروں کی تدبیح یا کریا کرم قانوناً لازمی قرار دے، اور یہ کافی تدبیح یا کریا کرم با ضابطہ اور منظور شدہ ہو، عمل تحسین و تدبیح کی صنعت سرانجام دے۔ عرض داشت اگرچہ چلتی ہے، ہم حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کرتے ہیں کہ صنعت میں، معقول سرمایہ کاری کے بناحیات آفریں تبدیلی نہیں لائی جاسکتی، کیوں کہ ایک انسان کو دفنا اور ایک بیلی یا لکنواری چڑیا، اسی طرح ایک سرکس کے ہاتھی یا آرائشی مگر مجھ کو اس کی آخری آرامگاہ تک پہنچانا یک سال نہیں ہیں، اس کی خاطر ہمارے روایتی طریق کا رکی مکمل تکمیل نوکی ضرورت ہوگی، اور تجربہ جو پہلے ہی ہو چکا ہے، جب پالتو جانوروں کے قبرستانوں کو سرکاری طور پر تسلیم کیا گیا، صنعت کو جدید ہونے کے عمل میں انتہائی منید ہابت ہو گا۔ بالفاظ دیگر، ہماری صنعت میں اب تک جو بہت حد تک ختمی، اگرچہ مسلم طور پر منافع بخش، مصروفیت رہی ہے، اب ہماری واحد مصروفیت ہوگی، پس، اگر ہزاروں نہیں تو، بیکاروں بے لوٹ اور جرات مند کارکنوں کی برطانی سے، جنہوں نے اپنی عملی زندگی کے ہر دن، بہادری کے ساتھ موت کے بھیاں کے چہرے کا مقابلہ کیا اور جن سے اب موت نے بلا جواز پیٹھ پھیر لی ہے، جہاں تک ممکن ہے، گریز کرتے ہوئے، اور اسی طرح، وزیر اعظم، ایک مستحق پیشوں کو تحفظ فراہم کرنے کے نقطہ نظر سے، جو قدر نوں سے، عوامی خدمت کا مقام پاچکا ہے، ہم آپ سے التاس کرتے ہیں کہ ہمیں صرف فوری ہمدردانہ فیصلے کا مقاضی نہ سمجھا جائے، بل کہ ساتھ ہی، اس کے پہلو پہلو، یا تو امدادی قرضوں کا سلسلہ شروع کیا جائے یا اس سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے، یہ ہو گا سونے پر سہاگہ، یا شاید میں کہنا چاہوں تابوت پر پہنچ کے آرائشی پینڈل، بنیادی انصاف قرار نہ دیتے ہوئے، ناقابلِ واپسی قرشے جاری کیے جائیں جو اس شعبے کے تیز انقلاب میں معاون ہوں گے، جس کی بقا کو تاریخ میں، اور یقیناً، تاریخ کے آغاز سے بہت پہلے، اسی طرح قبل از تاریخ تمام ادوار میں، پہلی مرتبہ خطرہ لاحق ہوا ہے، کیوں کہ کبھی کوئی انسانی لاش

محروم نہیں رہی کہ جلدیا بدیر کوئی وہاں پہنچا اور اسے دفائے، خواہ یہ صرف فیاض دھرتی تھی، جس نے اسے
وصول کرنے کے لیے اپنی آنکھوں والی، مودبازہ امید کرتے ہوئے کہ ہماری استدعا کو قبول کیا جائے گا،
ہم حاضر ہیں۔

ہر دوسرا کاری اور نجی، اقامتی اپتالوں کے ذائقہ کیٹرزا اور اینڈسٹریز جلد ہی متعلقہ وزیر،
وزیر صحت کا دروازہ کھلکھلنا ہے تھے کہ اپنی عوامی خدمات کے ساتھ، اپنی پریشانیوں اور بے چینیوں کے
بارے میں بتائیں، جو، اگرچہ ہ ظاہر، عجیب ہے کہ، طبی مسائل کے بجائے نقل و حمل کے مسائل سے
متعلق تھیں۔ ان کا بیان تھا کہ، مریضوں کی کثیر تعداد کی پر دولت، جو پیاری کی شدت، یا، حادثات کا شکار
ہونے والے مستغل قیام پر مریضوں، جو معمول کے حالات میں، اگلے جہان کو سدھا رکھے ہوتے،
مریضوں کے داخل، صحت یا بہونے یا مرنے کا معمول کا تسلسل متاثر ہوا ہے، جسے ہم، سرکٹ شارٹ
ہونا یا، اگر آپ غیر مختینکی اصطلاح استعمال کرنا چاہیں تو، بندگی میں پھنسنا، بھی اسکے سختے ہیں۔ صورتِ حال
انہتائی خراب ہے، انہوں نے دلیل دیتے ہوئے بتایا، ہم پہلے ہی مریضوں کو، معمول سے کہیں بڑھ کر،
راہداریوں میں لانا شروع کر رکھے ہیں، اور تمام معاملات اشارہ کر رہے ہیں کہ ایک بفتے کے اندر، تمام
راہداریوں اور کمروں کے بھر جانے کے نتیجے میں، عرف بستروں تفت نہیں ہوگی، جس سے ہمیں بہردا آنا
ہونا ہو گا، مل کر جگہ کی تفت اور کام کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے، ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ دستیاب بستر
کھاں لگائے جائیں۔ اپتالوں کے ذمہ دار انصارِ صاحبان اس نتیجے پر پہنچ کر، مسئلے کو حل کرنے کا
ایک راستہ ہے، اگرچہ یہ بقراطی حلف سے تھوڑا سا بہت کر رہے، اور جو فیصلہ ہونا تھا، وہ نتو طبی تھا اور نہیں
انتظامی، مل کر سیاسی تھا۔ جیسا کہ عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہے، وزیر صحت نے وزیراعظم سے مشورہ
کر کے یہ مراسلہ بھجوایا۔ اگر زیر اڑدہام، جس نے، شدید مخاصمانہ انداز میں، بہترین کارکردگی کے حامل
ہمارے اقامتی معالجانہ نظام کو تباہ کرنا شروع کیا ہے، اور جو معطل زندگی کے حامل افراد کی بڑھتی ہوئی
تعداد کے، جو یقیناً اسی حالت میں رہیں گے جس کے علاج کا یا کسی بہتری کا، کم از کم اس وقت کوئی
امکان نہیں، جب تک طبی تحقیق اپنے لیے طے کیے گئے نئے اہداف حاصل نہیں کر لیتی، نتیجے کے حوالے
سے، حکومت اپتالوں کی انتظامیہ اور نگران کو، جو خود کو اس صورتِ حال میں پاتے ہیں، ہدایت اور تجویز
کرتی ہے کہ ہر معاملے میں، طبی نقطہ نظر سے مریض کی حالت کے، فرد افراد، ایک غیر جانب دارانہ
تجزیے کے بعد، اگر مریضانہ عمل کے مقابل تبدیل ہونے کی تصدیق ہو جائے تو مریض کو نگہداشت

کے لیے اس کے لواحقین کے پرداز دیا جائے کہ، ہپتالوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے مریض کی تمام ادویات اور سٹوں کو، جوان کے معاچ ضروری سمجھیں یا جن کی ہدایت کریں، یقینی بنا کیں۔ حکومتی فیصلے کی بنا ایک اپیے مفروضے پر ہے، جس سے سب آگاہ ہیں، جس کا مطلب ہے کہ مریض، ہمیشہ کے لیے، موت کی گرفتاری، جو مستقلًا اس سے گریزاں ہے، انکا ہوا ہے، وہ اپنے حواس کے مختصر لمحات میں بھی اس سے لتعلق ہوتا ہے کہ وہ کہاں ہے، آیا اپنے خاندان کی پیار بھری بانہوں میں یا کسی ہپتال کے پرہجوم کمرے میں، جس کا مطلب ہے، وہ نہ تو مرنے کی اور نہ ہی صحت کی جانب لوٹنے کی کیفیت میں ہے۔ حکومت چاہے گی کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، عوام کو مطلع کرے کہ تیزی سے تحقیقات کی جاری ہیں، اور جیسا کہ ہم امید کرتے اور یقین رکھتے ہیں، یا طمینان بخش ہوں گی اور موت کے غائب ہونے کے حال پر اسرا رساب سمجھنے کی جانب راہنمائی کریں گی، ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ ایک بڑی بین الکلیاتی علمی مجلس، جس میں مختلف مذاہب کے نمائندگان اور مختلف مکاتب فکر کے فلسفی شامل ہیں، جو ہمیشہ اس نوع کے موضوعات پر بحث کرتے آئے ہیں، تکمیل دی گئی ہے کہ موت کی عدم موجودگی میں مستقبل کیسا ہوگا، پروشنی ڈالنے کا حاس فریضاً کرے، دوسرا جانب کوشش کرے کہ نئے مسائل کی معقول پیش بینی ہو سکے، جن کا معاشرے کو سامنا کرنا پڑے گا، جس کی اصل کچھ فراہمی اس تلخ سوال کی صورت میں کہ ہم ان بوڑھوں کا، جنہیں موت کی عدم موجودگی کی صورت میں، انتہائی طویل زندگی بسر کرنا ہوگی، کیا کرنے جا رہے ہیں، مختصر آپیان کریں۔

ادیتی عمر اور بوڑھوں کی نگہداشت کے لیے قائم اقتامت گاہوں کو، وہ خیراتی ادارے، جوان خاندانوں کے ڈنی سکون کی خاطر قائم کیے جاتے ہیں، جن کے پاس نہ وقت ہوتا ہے اور نہ ہی ہر داشت کہ بہتی ہوئی ناک صاف کریں اور مفلون مقدمہ کا خیال رکھتے ہوئے مریض کا بول وہ از کا برتن لانے کے لیے رات کو آٹھیں، دری نہ گلی کر آئیں اور سرکلا کیس دیا اور گریہ سے، جیسا کہ ہپتال اور سعین و مدنی فینی والے ان سے پہلے کرچکے تھے۔ جو حق دار ہیں ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے ہیں، وہ صورتِ حال، جس میں انہوں نے خود کو پایا، سمجھنا ہوگی، جو تھی، والہمہ برائے رہائش، جو فرادی قوت کے کسی بھی منتظمی پیش بندی کی مہارت کے لیے، اسی طرح جیسے کوئی غیر جانب دار رہنے کی خواہش کرے چلیج ہو گا، اسے جاری رکھا جائے یا نہیں۔ کیوں کہ بڑے پیانے پر چتمی تناج، اور سبھی ہیں جو اصل پریشانی کی نشان وہی کرتے ہیں، ہمیشہ یہ ساہ ہوں گے، جیسا کہ وریدوں میں ٹکے لگانے والے اور راغوی اُن رہن والے

پھولوں کے گل دستے بانے والے ان کے رونے دھونے میں شامل تھے۔ حال معمول یہی رہا تھا، وہ یقینی حالت، جو موت اور زندگی کے مسلسل اور بلا روک اول بدل کا نتیجہ تھی، کچھ اندر آتے اور کچھ باہر جاتے ہوئے، اور ہزاروں اور بڑھوں کی اقامت گاہیں تصور بھی نہیں کر سکتیں، کام کے اپے مستقبل کا جس میں ان کے زیر گمراہی پھرے اور جسم کبھی بدل نہ پائیں، سوائے اس کے کہ ہرگز رتے دن کے ساتھ مزید قابلِ حم حالت میں دکھائی دیں، مزید گرتے ہوئے، مزید بگرتے ہوئے، پھر ہتیزی سے سکراتے ہوئے، جھریاں ہی جھریاں، جیسے کشش، ڈھمل اور لرزتے بازو، جیسے کوئی جہاڑ عرش سے سمندر میں گرنے والی قطب نما کو تلاش کر رہا ہو۔ ان ضعیف خانوں میں ہمیشہ ہر نیا مہمان جوش و جذبے کی اہم کا محکم ہوتا تھا، اس کا مطلب ہوتا تھا، ایک نیا کروار، جو اس کے ذریعے دوسروں کی یادداشت پر شہت ہوا تھا، باہر کی دنیا سے اپنے ساتھ مخصوص عادات لانے والے اپنی نوع کے منفرد بھی، مثلاً، وہ رنائز ڈسول سروفت، جو ہر روز اپنے دانتوں کا برٹ رگز رگز کر صاف کرتا کیوں کہ وہ بڑش کے بالوں پر پیش کا ذرہ دیکھنا ہر داشت نہ کرتا، یا وہ بڑھی خاتون جو خاندانی شجرہ تیار کرتی لیکن شاخوں پر درج کرنے کے لیے درست مام کبھی نہ ڈھونڈ سکتی۔ یہ سب چند ہفتوں تک چلتا، یہاں تک کہ معمول تمام یکینوں کو ملنے والی اوقیانے کی مقدار مساوی کر دیتا، نیا آنے والا وہ بڑھا لیا نی آنے والی وہ بڑھا اپنی زندگی میں آخری مرتبہ سب سے چھوٹا یا سب سی چھوٹی بنتے، چاہے یہ زندگی ہمیشہ جتنی طویل ہو، جیسے لوگ سورج کے بارے میں کہتے ہیں، چکنے کے لیے ظاہر ہوا تھا نصیبوں والی اس دھرتی کے تمام لوگوں پر، ہم سب پر، جو ہر روز سورج کو غروب ہوتے دیکھنے کے باوجودہ گو کوئی نہیں جانتا، کیسے اور کیوں، زندہ ہباتے ہیں۔ البتا باب، کسی نئے مہمان کو، کوئی ایسا جس کا مقدر پہلے ہی معلوم ہے کہ وہ آئے اور کسی خالی بستر پر کرے ہے کہ ادارے کی آمدی میں اضافہ کرے، ہم یہاں سے رخصت ہتنا نہیں دیکھ پائیں گے، کہ جائے اور گھر میں یا ہسپتال میں مرے، جیسا اگلے بھٹے وقت ہوتا تھا، جب دمرے کیمین اپنے کروں کے دروازے جلدی سے بند کر لیتے تھے مہادا موت انھیں بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لیے اندر واٹل ہو جائے، نہیں، ہم جانتے ہیں، یہ سب ماضی کی باتیں ہیں، ایسا ماضی جو کبھی لوٹ کر نہ آئے گا، لیکن حکومت میں کسی کو ہمارے نصیب پر غور کرنا ہو گا، ہمارا، ضعیف خانوں کے مالکان، منتظمین اور ملازمین کا مقدر، جو ہمارا منتظر ہے، یہ ہے کہ جب ہمارے کام چھوڑنے کا وقت آئے گا تو ہاں کوئی نہیں ہو گا کہ ہمیں داخل کرے، ہمیں تو اس پر بھی اختیار نہیں جو ایک طرح سے ہماری بھی تھی، کم از کم ان سالوں کو دیکھتے ہوئے جو سال ہم نے اس

کی خدمت میں صرف کیے، اور اس جگہ یہ بتانا ہے، اب ملازمین کی باری تھی کہ پولیس، ہماری مراد ہے کہ ان ضعیف خانوں میں ہمارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہوگی، تا آس کہ ہم ان کے کچھ مقیمین سے چھکارا حاصل کریں، ایک تجویز جو پہلے بھی بحث کے بعد، جو ہپتا لوں میں مریضوں کے اڑدہام سے متعلق تھی، حکومت کے سامنے آچکی تھی، خاندان، اس کا کہنا تھا، یہ ذمہ داری ادا کرے گا، لیکن اس کے لیے درکار فہانت اور مطلوبہ جسمانی قوت کا حامل کم از کم ایک فرد خاندان میں ہونا ضروری ہے، جس کی صلاحیتیں، جیسا کہ ہم ذاتی تجربے اور دنیا کے مشاہدے سے جانتے ہیں، ایک مدد و دوقت تک رہیں گی، صرف اتنا وقت، ایک شنڈی سانس جتنا، حال ہی میں شروع ہونے والے دوام کے مقابلے میں، بہر حال، علاج، جب تک کوئی کسی بہتر تجویز کے ساتھ سامنے نہیں آتا، یہی ہو گا کہ مزید ضعیف خانے بنائے جائیں، ایسے نہیں جیسے تا حال ہوتے تھے، ان مکانات اور ہولیوں کو استعمال کرتے ہوئے، جن کے بھلے دن بیت چکے، مل کر عالی شان عمارت قیم کی جائیں، پر طور مثال میں یا گون، بام کے پیمانہ، نویسیں کی بھول بھلیاں جیسی، یا، بے ڈھنگے پن سے بیان کرتے ہوئے، زندوں کے قبرستان جہاں خستہ حال اور ناقابل بحالی بوڑھوں کی ٹنگہ داشت کی جائے، نواح سے آغاز کرتے ہوئے، پھر شہر، اور پھر میٹرو پولیشن میں جو، جیسا کہ ان حالات کا کوئی اختمام، معاملات کی پوچیدگی کے پیش نظر کون جانے کہ، نہیں ہو گا، اور اسے ہم اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ متعلقہ حکام کو توجہ دلائیں، جو یہ ہے کہ، وقت گزرنے کے ساتھ، ان ضعیف خانوں میں صرف بوڑھوں کی کیش تعدادی مقیم نہیں ہوگی، بلکہ ان کی ٹنگہ داشت کے لیے مزید افراد، پھر مزید اور افراد کی ضرورت ہوگی، نتیجہ یہ ہو گا کہ اوپر تلتے آنے والی کئی نسلیں ان کی ذمہ داری بن جائیں گی، مضمون خیز انداز میں بوڑھے افراد کا مسلسل ہوتا ہوا جھوم، نی نسلوں کو اڑدہام کے مانند لگتے ہوئے، جنہوں نے وقت کا زیادہ دورانیہ ان ضعیف خانوں میں ٹنگہ داشت کرتے یا انتظامی فرائض ادا کرتے، ہر عمر کے بوڑھوں کی خدمت میں اپنی زندگی کا بہترین دور گزارا، دونوں طرح کے، عام بوڑھے اور سینکڑوں سال کے فرقوت، آبا کا جھوم، دادے، پڑا دے، سگودا دے، لگڑا دے، علی ہذا القیاس، تا ابد، ذہیر ہوں گے، ایک پر دوسرا، جیسے گز شہزاداں میں گرنے والے چوں پر درختوں سے گرنے والے پتے، لا انہا جھومان کا، جو زندگی بتاتے ہیں، آہستہ آہستہ، اپنے دانتوں اور بالوں سے محروم ہوتے ہوئے، انبوہ کیش، کمزور پینائی اور کمزور شنوائی والوں کا، ہر نیا کے شکار، سردی کے مارے، نوٹے کو لبے والے، ادھرنگ کے مریض، ایسے داغی بوڑھے جو اپنی ٹھوڑی پر بہنے والی رال بھی نہ روک سکیں، معز زار اکیں حکومت،

آپ شاید ہماری باتوں پر یقین نہ کرنا چاہیں، لیکن یہ مستقبل، شاید کبھی نوع انسان پر دھاوا بول سکنے والا خوف ناک ترین سانحہ ہوگا، اس نوع کی صورت حال غاروں کے دور میں بھی پیش نہیں آئی ہوگی، جب ہر آن ڈر اور خوف تھا، اور ہم جنہیں اولین ضعیف خانوں کا تجربہ ہے، یہ کہ رہے ہیں کہ، آن دنوں، لاریب، ظاہر ہے ہر کام چھوٹے پیالے پر تھا، لیکن ہماری سوچ لازماً مقصد ہوئی چاہیے، اور حقیقت میں صاف گوئی سے، وزیر اعظم، دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہوتے ہیں کہ کسی حد تک اپنے نصیب ہے۔

ہماری صنعت کو ایک بھی انک خطرہ لاحق ہے، یہ مہ کمپنیوں کی فیدریشن کے صدر نے مزید یا کو، ہزارہا خطوط کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا، جو کم و بیش مخصوص اصطلاحات میں نیز سے نیز سے ہوئے، جیسے وہ ایک ہی مسودے سے نقل کیے گئے ہوں، گزشتہ چند دنوں سے، ہر دخطل کنندہ کا، یہ مہ زندگی کی فوری منشوی کا مطالبہ کرتے ہوئے، آن کے دفاتر میں یلااب کی طرح آرہے تھے۔ جانی پہچانی حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے کہ ہوتے نے خود کو ختم کر لیا ہے، صاف صاف، حمافت نہ کرتے ہوئے، ان خطوط میں لکھا گیا تھا، یہ نامعقولیت ہوگی، آن کے نقصان کی تلافی کے لیے کسی نوع کا تو ازن قائم نہ کرتے ہوئے، مزید بھاری اقساط ادا کرنا جاری رکھنا جو صرف یہ مہ کمپنیوں کی دولت میں مزید اضافہ کریں گی، ایک غیر مطمئن پالیسی ہولڈرنے نہیں مضمون کے اختتام پر حاشیے میں لکھا، مجھے دولت نالی میں نہیں بہانی۔ کچھ مزید آگے تک گئے، جو اقساط وہ ادا کر چکے تھے، اس کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہوئے، لیکن ان کیسے میں واضح تھا کہ وہ اپنی قسمت آزماتے ہوئے، اندھیرے میں تیر چارہ ہے ہیں۔ صحافیوں کی جانب سے ناگزیر سوال کے جواب میں، کہ یہ مہ کمپنیاں تو پ خانے کی اس اچانک باڑھ سے اپنا بچاؤ کیسے کریں گی، فیدریشن کے صدر نے کہا، جب کہ فیدریشن کے مشیران میں اس وقت، پالیسی شرائط کا باریک یک بینی سے مطالعہ کر رہے تھے، کسی نوع کی تو ضمیم گنجائش کے لیے، جو انہیں موقع فراہم کرے کر، ہمیشہ قانون کے الفاظ پر قائم رہتے ہوئے، لاحوال، ان ہر اس پالیسی ہولڈرز پر نافذ کی جائے، خواہ وہ آن کی خواہشات کے بر عکس ہو، کہ تعلیم کریں، جب تک وہ زندہ ہیں اقساط کا ادا کرنا جاری رکھیں گے، یہ ہے، جو سب کے لیے واثقی، بہترین ممکن را ہو گی کہ کسی نوع کے اتفاق رائے، ایک شریفانہ معاهدے پر پہنچا جائے، جو پالیسی کے معاهدے میں، ایک جانب موجودہ تبدیل شدہ حالات اور دوسری جانب مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ایک اضافی شیئے پر مشتمل ہو گا، جو طے کرے گا، اسی برس، پ طور قانون، موت کی عمر، خالصتاً مجازی معنوں میں، صدر نے مسکراتے ہوئے مختیار انداز میں تیزی سے بات بڑھائی۔ اس

طرح، کپنیاں معمول کے مطابق اقتاط وصول کریں گی، اس وقت تک کہ مطمئن پالیسی ہو لدراپی آسیوں سا لگرہ منائے، اس وقت، وہ ایک ایسا فرو ہو گا جو، مجازی الفاظ میں، مردہ، ہو گا، اسے معاهدے میں طے شدہ تمام رقم ادا کی جائے گی۔ وہ یہ اضافہ بھی کر سکتے گا، اگر وہ ایسا چاہے، اور یہ کوئی معمولی فائدہ نہیں ہو گا، یہ کہ، خریدارا پنے معاهدے کی مزید اسی سال کے لیے تجدیہ کر سکتے گے، جس کے اختتام پر، وہ کریں گے، تمام فوائد اور مقاصد کے لیے، دوسری موت کا اندر راج، اور پہلے والا عمل پھر سے ڈھر لیا جائے گا، اسی طرح مزید اور علی حد القياس۔ ان صحافیوں کے درمیان جو حسابی علم سے آگاہ تھے، کچھ ستائشی کسر پھر ہوئی اور تالیف بھیں، جنہیں صدر نے سر جھکا کر قبول کیا۔ پر محکمت اور مدبرانہ، چال کامیاب رہی، اتنی کارگر کر اگلے ہی روز کپنیوں کو اپنے سابقہ خط کی منسوخی کا اعلان کرتے ہوئے خطوط آنا شروع ہو گئے۔ تمام پالیسی ہو لدراز نے واضح کیا، وہ مجوزہ شریفانہ معاهدہ قبول کرنے کو تیار ہیں، اور یقیناً کوئی کہہ سکتا ہے، بلا مبالغہ، یا ان انتہائی غیر معمولی منفرد واقع میں سے تھا جب کسی کا نقصان نہیں ہوا اور سب فائدے میں رہے۔ بالخصوص یہ کپنیاں، جو ان گہانی آفت سے بال بال بچ گئیں۔ باور کیا جاتا ہے کہ آئندہ انتخابات میں، فیڈریشن کا صدر اس مددے پر، جسے اس نے غیر معمولی ذہانت سے سر انجام دیا، دوبارہ منتخب ہو جائے گا۔

☆☆☆☆

(3)

بین الکلیاتی رابطہ کارکمیشن کے اولین اجلاس کے بارے میں کوئی کچھ بھی عرض کتا ہے سوائے اس کے کہ
نیچروں خوبی ہوا۔ الزام، اگر پخت اصطلاح یہاں منطبق کی جاسکتی ہے، اس ڈراماتی یا ڈاٹ، جو ضعیف
خانوں کی جانب سے حکومت کو ارسال کی گئی، بالخصوص اس کے شہادیے والے آخری الفاظ کے سر ہے،
وزیر اعظم، دل پر تحریکت ہوئے، موت بہتر ہے کسی حد تک اپنے نصیب سے۔ فلاسفہ، ہمیشہ کے مانند
، ماتحت پر مل ڈالے قوتویوں اور مسکراتے ہوئے رجائزوں میں تقسیم ہو گئے، جنہوں نے خود کو آمادہ کیا کہ
ہزارویں مرتبے سرے سے قدیم مناقشے پر دلائل دیں کہ آیا گلاس آدھا بھرا ہے یا آدھا خالی ہے، ایک
ایسا مناقشہ، جسے جب اس معاملے پر منطبق کیا جائے، جس پر گفتگو کے لیے انھیں مدعو کیا گیا تھا، امکانی
طور پر، لے دے کر، مرنے یا ہمیشہ زندہ رہنے کے ثابت اور منفی پہلوؤں کی جانب مزاجائے گا، جب کہ
مذہبی ہونے پر ظاہر، ایک متفقہ موقف پیش کیا، امید کرتے ہوئے کہ بحث کو منطقی دائرے تک، جس میں
انھیں دل پھنسی تھی محدث و درکھاجائے، جو یہ کہ واضح طور پر تسلیم کرنا کہ موت، خداوند کے اقتدار کے قیام
کی اساس ہے، اور اسی سبب سے، موت کے بغیر مستقبل کے موضوع پر کوئی گفتگو نہ صرف توہین مذہب
بل کہ بے معنی بھی ہو گی، کیوں کہ یہ، لامحالہ، پہلے سے، خداوند نام موجود یا اس سے بھی بڑھ کر،
خداوند معدوم، فرض کر لیما ہو گا۔ یہ کوئی نیاروی نہیں تھا، قبل ازیں کارڈنل نے بھی دائرے کا مرلح بنانے
کے نظریاتی نقطہ نظر کی نشان دہی کی تھی، جب وزیر اعظم سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے تسلیم کیا، اگرچہ
انتہے مفصل الفاظ میں نہیں، کہ اگر موت نہیں، احیاء ممکن نہیں، اور اگر احیاء ممکن نہیں، تب
کیسا کو تسلیم کرنے کا کوئی جواہر نہیں۔ اب، جب کہ واضح طور پر، یہ خداوند کا زرعی تصور، جس کی مدد سے،
اس کے تحفے کی جانب، راستہ ہمار کیا جائے، کاہین، مقابل تردید نتیجہ یہی لکھتا ہے کہ تمام تر مقدس
روایت، ماذر طور پر، بندگی میں، اختتام پذیر ہوتی ہے۔ یہ تلخ دلیل سب سے بزرگ قوتوی فلسفی کی زبان
نے بیان کی، جو وہیں نہ کھبری، بل کہ جاری رہی، بھلے ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں، تمام مذاہب کے

وجود کا واحد جواز موت ہے، انھیں موت کی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی ہمیں کھانے کے لیے روٹی کی۔ نمائندگانِ مذہب نے احتیاج کی رسمت نہ کی۔ اس کے عکس، ان میں سے ایک، کیتوںک فرقے کا انجمنی قابلِ احراام رکن، گویا ہوا، آپ بالکل درست فرماتے ہیں، میرے فلاسفہ دوست، یقیناً، وہ اس لیے ہے کیوں کہ ہم لوگ ہیں، تاکہ لوگ اپنی تمام زندگی اپنی گردن کے گرد جکڑے خوف میں بسر کریں، اور جب ان کا وقت آئے، تو وہ اسے پڑور تجارتِ دہنہ خوش آمدید کیں، آپ کا مطلب ہے، جنت، جنت یا جہنم، یا کچھ بھی نہیں، مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے، سے ہمارا اس سے کہیں کم واسطہ ہے، جتنا بالعموم سمجھا جاتا ہے، جناب، مذہب ایک دنیوی معاملہ ہے اور اس کا الگ جہان سے کوئی لینا دینا نہیں، یہ وہ بات نہیں جو ہمیں عموماً بتائی جاتی ہے، ہمیں سامانِ تجارت قابلِ توجہ ہنانے کے لیے کچھ کہنا پڑتا ہے، تو کیا اس کا مطلب ہے کہ آپ داعیِ زندگی پر یقین نہیں رکھتے، ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہم رکھتے ہیں ایک منت بند کوئی نہیں بولا۔ قتو طیوں میں سے سب سے بزرگ نے اپنے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلنے دی اور ایک شخص کا روپیہ اپنالیا، جس نے ابھی ابھی تجربگاہ میں ایک مشکل تجربے کے کامیابی سے پایا، تھیل تک پہنچنے کا مشاہدہ کیا ہو۔ اس صورت میں، رجائی گروہ میں سے ایک فلاسفہ بولا، آپ اس حقیقت پر مشکر کیوں ہیں کہ موت کا اختتام ہو گیا، ہم نہیں جانتے ایسا ہوا ہے، ہم صرف اتنا علم رکھتے ہیں کہ اس نے ماں بند کر دیا ہے، یا ایک ہی بات نہیں ہے، بالکل ٹھیک، لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ ابھام، ابھام رہتا ہے، میں اپنا سوال دہراتا ہوں، کیوں کہ اگر انسان نہ میری توہر بات درست ہوگی، تو کیا یہ بات غلط ہوگی، اتنی ہی غلط جتنی کسی بات کی اجازت نہ ہو، بوزہ ہے فلاسفہ نے سوال کیا۔ ایک مرتبہ پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ آنھا افراد سے، جو میر کے گرد بیٹھے تھے، درخواست کی گئی تھی کہ موت کے بغیر مستقبل کے امکانات پر روشنی ڈالیں اور دستیاب معلومات کی مدد سے سبقتی، ہرف نظر کرتے ہوئے پہلے مسائل کی مانگری شدت سے امدازہ لگائیں کہ آنے والے دور میں معاشرے کو کتنے مسائل سے چہدہ رہا ہو گا۔ دقت یہ ہے کہ مستقبل پہلے ہی یہاں موجود ہے، قتو طیوں میں سے ایک بولا، ہمارے سامنے، ہمارے پاس، دوسروں کے علاوہ، یہاں تجویز کیے گئے، نامنہاد ضعیف خانوں کی جانب سے، ہمپتالوں کی جانب سے، تھین و تھین کے منتظمین کی جانب سے، یہم کمپنیوں کی جانب سے، اور آخری یہمہ والوں سے قطع نظر، جو کسی بھی صورتِ حال میں ہمیشہ منافع کمانے کی کوئی تدبیر کر لیتے ہیں، ہمیں تسلیم کرنا ہو گا کہ قرآن صرف ناریک ہی نہیں، یہ، خوف ناک، تباہ کن، تھیل کی حد جس کا تصور کر سکتی ہے، سے بہت بڑھ کر

خطرناک ہیں، طعن کرنے کی سوچ بنا، جو مو جودہ حالات میں نامناسب رویہ ہو گا، پر وسٹ فرقے کے اتنے ہی انتہائی قابلِ احترام مبرئے تبرہ کیا، مجھے لگتا ہے کہ یہ کمیش اپنی پیدائش سے پہلے ہی مر گیا ہے، ضعیف خانوں والے درست کہتے ہیں، موت بہتر ہے، ایسے نصیب سے، کیتوںکہ تر جہان نے کہا، پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے، آپ کیا تجویز کرتے ہیں، قوتوں میں سب سے بوڑھے نے دریافت کیا، اس کمیش کی فوری تخلیل سے، جو بظاہر آپ چاہتے ہیں، ہٹ کر، ہمارا، پاپائے اعظم کا کیتوںکہ لکیسا، دعا کی قومی مہم شروع کرے گا، خداوند سے استدعا کرتے ہوئے کہ، بے بس انسانیت کو بدترین دہشت سے بچانے کی خاطر موت کو واپس لائے، کیا خداوند کو موت پر اقتدار حاصل ہے، رجائز میں سے ایک نے سوال کیا، وہ ایک ہی سکے کے دروغ ہیں، ایک جانب با دشاد اور دوسرا جانب تاج، اس صورت یہ شاید خداوند تھا، جس نے موت سے دست بردار ہونے کا کہا، ایک دن ہم جان جائیں گے، اس نے ہمیں اس آزمائش میں کیوں ڈالا، اس دوران میں ہم مقدس مریم کی تجدیدی شیخ جاری رکھیں گے، ہم بھی بھی کریں گے، ہم، تجدیدی گیتوں کے بغیر، پر وسٹ فرقہ مسکر لیا، اور ہم ملک بھر میں موت سے واپسی کی درخواست کرنے کی تقریبات کا انتظام کریں گے، اسی طرح جیسے ہم بارش کے لیے دعا یقیناً قریب میں بارش کے لیے درخواست کرتے ہیں، کیتوںکہ نے ترجمہ کیا، ہم اس حد تک نہیں جاتے، الی رسمیں ہماری روایت میں شامل نہیں، پر وسٹ ایک مرتبہ پھر مسکراتے ہوئے بولا، اور ہم کیا، ایک رجائی نے اس لمحے میں جو اس کے قریب القواعز ب اختلاف میں شامل ہونے کا اعلان کرنا محسوس ہوتا تھا، سوال کیا، اب، جب لگتا ہے کہ ہم پر سب دروازے بند ہو گئے ہیں، ہم کیا کرنے جارہے ہیں، آغاز کرتے ہوئے، بوڑھے فلاسفہ نے جواب دیا، ہمیں یہ اجلاس برخاست کرنا چاہیے، پھر کیا، ہم غور و فکر کرتے رہیں گے، کیوں کہ بھی کام ہے جسے کرنے کے لیے ہم پیدا ہوئے ہیں، بھلے ہمارا تمام غور و خوض بے سود ہو، کس لیے، میں نہیں جانتا کس لیے، صحیح ہے، پھر، کیوں، کیوں کہ فلسفہ کو بھی موت کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی مذہب کو، اگر ہم سوچتے ہیں کہ یہ جاننا ضروری ہے کہ ہم میریں گلو، جیسا کہ موسیٰ مونجیو کا کہنا ہے، تو سوچنا یہ جانا ہے کہ کیسے مراجائے۔

ان میں سے بھی، جو کم از کم اصطلاح کے عمومی مفہوم میں فلاسفہ نہیں تھے، کچھ نے کوشش کی کہ راستہ تلاش کریں۔ اختلافی طریق پر انہوں نے خود مرانہ نہیں سیکھا، کیوں کہ ابھی ان کا وقت نہیں آیا تھا، لیکن موت کی مذکورتے ہوئے دوسروں کی موت کو کہا ہے۔ طریق کا رجوانا پایا گیا، جیسا کہ آپ جلد ہی

ویکھیں گے، نسل انسانی کی نبی را ہیں تلاش کرنے کی لامحمد و دصلاحیتوں کا ایک اور مظہر تھا۔ ایک ہم سالیہ ملک کی سرحد سے چند میل دور، ایک بستی میں، غریب دیہاتیوں کا ایک خاندان تھا، جس نے، اپنے گناہوں کی پاداش میں، ایک نہیں بل کہ دو افراد کو، اس مutil زندگی میں، یا، جیسا کہ وہ ترجیح کہنا پسند کرتے تھے، ایک مرگ پایا۔ ان میں سے ایک پرانی پیری گھر کے ناز جان، خاندان کا قوی یہ کل سربراہ جو پیاری سے صرف چھایا رہ گئے تھے، اگر چہ وہ ان سے قوتِ گویائی نہیں چھین سکی تھی۔ دوسرا صرف چند ماہ کا ایک بچہ، جسے زندگی اور موت کے الفاظ سکھلانے کا نہیں وقت نہیں ملا اور جسے حقیقی موت نے اپنا چہرہ دکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ نتو مرے تھا اور نہ ہی زندہ تھے، اور دیہاتی معانج کا، جو بخت میں ایک مرتبہ ان کا معاف کرنے آتا تھا، کہنا تھا، ان کی بھلائی یا برائی کے لیے کچھ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کو مہلک دوا کا انجکشن لگا کر بھی نہیں، جو، نیاد و ہرص نہیں گزرا، اس نوع کے مسائل کا آخری حل تھا۔ یہ زیادہ سے زیادہ، انہیں وہاں تک پہنچا دے گی جہاں اکانی طور پر موت ہوتی تھی، لیکن یہ بے معنی ہوتا کیوں کہ، وہ ہمیشہ کی طرح ہے قابلِ پہنچ ہوتی، عین اس وقت ایک قدم پیچھے ہٹے گی اور اپنا فاصلہ برقرار رکھے گی۔

خاندان، مدد کے لیے پادری کے پاس گیا، اس نے سنا، نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائیں اور بولا کر، ہم سب خداوند کے ہاتھوں میں ہیں اور یہ کہ، اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ صحیح ہے، یہ بے پایاں ہو گی، لیکن اتنی بھی بے پایاں نہیں کہ غریب چھوٹے بچے کی مدد کرے، جس نے اس دنیا میں کچھ غلط نہیں کیا۔ اور یہ تھی حالات کی موجودہ صورت، جس میں آگے بڑھنے کی کوئی راہ نہیں، جس میں مسئلے کا کوئی حل نہیں اور نہ ہی ملنے کی کوئی امید، جب بوڑھا آدمی بولا، کوئی ہے، میرے پاس آؤ، کیا آپ کو پہنچنے کو پانی چاہیے، اس کی بیٹیوں میں سے ایک نے پوچھا، نہیں، مجھے پانی بالکل نہیں چاہیے، میں مرنا چاہتا ہوں، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ یہ ممکن نہیں، ابا، یاد رہے، اب کسی نے نہیں مرنا، ڈاکٹر نہیں جانتا وہ کس کے بارے میں گہ رہا ہے، جب سے یہ دنیا، دنیا بی بی ہے، اس میں ہمیشہ ہی مرنے کا کوئی وقت یا مقام رہا ہے، پر اب مزید نہیں، یہ صحیح نہیں، سکون سے، ابا، آپ کا بخار بگز جائے گا، مجھے کوئی بخار نہیں اور اگر ہو بھی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اب میری بات غور سے سنو، صحیح ہے، میں سن رہی ہوں، قریب آؤ، پیشتر اس سے کہ میری آواز پیٹھ جائے، جی کیا ہے۔ بوڑھے نے اپنی بیٹی کے کان میں کچھ کہا۔ بیٹی نے لفٹی میں سر ہلایا، لیکن اس نے باہر بارا صرار کیا، لیکن اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا، ابا، وہ بکلائی، خوف سے ششدراور پیلے پڑتے ہوئے، ایسا ہو گا، اور اگر ایسا نہ ہوا، کوشش کرنے میں کیا حرج ہے، اور اگر یہ کارگر نہ ہوا، سیدھی سادی

بات ہے، تم مجھے واپس گر لے آنا، اور بچہ، بچہ بھی جائے گا، اور اگر میں ویں رہوں، وہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ بیٹی نے سوچنے کی کوشش کی، جذباتی تشویش نے اس کے چہرے پر کھنچا و پیدا کیا، تب اس نے سوال کیا، ہم تم دونوں کو واپس لا کر یہاں کیوں نہیں فلن کر سکتے، تم تصور کر سکتی ہو یہ کیسا لگے گا، دو توں، ایک ایسے ملک میں جہاں، بھٹلے وہ جتنی کوشش کریں، نہیں مر پاتا، تم کیسے وضاحت کرو گی، قطع نظر اس کے موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، مجھے یقین نہیں کہ موت ہمیں واپسی کا موقع دے گی، یہ پاگل پن ہے، البا، شاید، لیکن ان حالات سے لفکنے کی کوئی دوسرا راہ مجھے دکھانی نہیں دیتی، ہم آپ کی زندگی چاہتے ہیں، موت نہیں، لیکن میری موجودہ حالت میں نہیں، زندہ لیکن مردہ لیکن پڑ طاہر زندہ، اگر آپ کی یہی خواہش ہے، ہم وہی کریں گے جو آپ چاہتے ہیں، مجھے بوسہ دو۔ بیٹی نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور روتی ہوئی کمرے سے باہر نکلی۔ ابھی اس کا چہرہ آنسوؤں سے تباہ کر اس نے جا کر خاندان کے باقی افراد کو اپنے باپ کا منصوبہ بتالیا، کہ وہ اسے لے جائیں، اسی رات، سرحد کے پار، جہاں موت نا حال فعال تھی اور جہاں، یا، شاید اسے یقین تھا، موت کے پاس کوئی تبادل نہیں ہو گا، سو اے اس کے کافیں اپنی آغوش میں لے لے۔ یہ اعلان تقاضہ و طہانتی کے پے چیدہ ملے جلے احساس سے ناگیا، تقاضا اس لیے کہ ہر روز ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی ایسا بوز حاملے، جو اپنی لفڑی کر کے، خود کو ناقابل فہم موت کو پیش کرتے ہوئے، اور طہانتی کیوں کہ کسی بھی صورت، ان کا کچھ نقصان نہیں، وہ کیا کر سکتے ہیں، مقدار سے تو نہیں لے لے جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ زندگی میں ہر شے نہیں ملتی، اور دلیر بوز ہا اپنے پیچھے، ایک غریب دیانت دار کنبہ چھوڑے گا، جو ہمیشہ اسے احترام سے یاد کرے گا۔ کہہ سرف اس لڑکی، جو آنسو بہارتے ہوئے اس کے کمرے سے رخصت ہوئی تھی اور بچہ، جس نے اس دنیا میں کوئی خطا نہیں کی تھی، پر مشتعل نہیں تھا، وہاں ایک اور بیٹی بھی تھی میں شوہر، تین بچوں کے والدین جو تمام خوش قسمتی سے تن درست تھے، ان کے علاوہ ایک غیر شادی شدہ پھوپھی، جس کی شادی کی عمر بہت پسلگز رچکی تھی۔ دوسرا داماد، اس بیٹی کا خاوند، جس نے آنسو بہارتے ہوئے کرہ چھوڑا تھا، کہیں دور رہتا ہے، جہاں وہ روزی کمائے گیا ہے، اور کل اسے حلوم ہو گا کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے اور سرکو جس سے وہ محبت کرنا تھا، کھو دیا ہے۔ یہی زندگی ہے، یہ ایک دن جو ایک ہاتھ سے دیتی ہے، دوسرا دن اسے دوسرا ہاتھ سے لے لیتی ہے۔ ہم کسی دوسرے سے زیادہ اس کا ادراک رکھتے ہیں کہ یہ کتنا غیر اہم محسوس ہوتا ہے، کسی دیہاتی پس مظہر والے گرانے کے باہمی تعلقات، جسے ہم اکانی طور پر پھر کبھی نہیں دیکھیں گے، لیکن یہ ہمیں غلط لگتا

ہے، خاصتاً تجھنیکی نقطہ نظر سے اور بیان یہ نقطہ نظر سے بھی، کہ بھلتا دیں دو سطروں میں ان مخصوص افراد کو جو موٹ اور اس کے تلوں بار سے اس حقیقی، مگر غیر حقیقی کہانی کے ایک انتہائی ڈراماتی دور کے مرکزی کردار ہیں۔ چنان چہ وہ یہاں موجود ہیں۔ ہم یہ بتانا بھول گئے کہ غیر شادی شدہ پھوپھی نے ایک شبکا انہمار کیا تھا، ہم سائے کیا کہیں گے جب وہ ان دو افراد کی جو موٹ کی دلیز پر تھے، لیکن مر نہیں سکتے تھے، غیر حاضر پائیں گے۔ غیر شادی شدہ پھوپھی بالعموم اس طرح معنی خیز، جدا گانہ انداز میں بات نہیں کرتیں، لیکن اگر اب انہوں نے ایسا کیا تو یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، یہ سب وہ پہلے کر چکی تھیں، جب انہوں نے بچ، جس نے دنیا میں کچھ غلط نہیں کیا اور، میرا بھائی، کے الفاظ ادا کیے۔ تین دوسرے بچوں کے باپ نے کہا، ہم انھیں صرف اتنا بتائیں گے کہ کیا ہوا اور متاثر کا انتظار کریں گے، ممکنہ طور پر ہمیں قبرستان سے باہر، خفیہ تھیں، ارباب اختیار کو مطلع کیے بغیر، اور اس سے بھی بڑھ کر، ایک غیر ملک میں، کام لزم گردانا جائے گا، تھیک ہے، پھوپھی نے کہا، ہمیں امید کرنا چاہیے کہ وہ اس پر جنگ شروع نہیں کریں گے۔

تقریباً آدمی رات کا وقت ہو گا جب وہ سرحد کی جانب روانہ ہوئے۔ دوسرے دیہاتیوں سونے کے لیے خلافِ معمول دیر سے بستر میں گئے، جیسے انھیں موقع تھی کہ کوئی ان ہونی ہونے والی ہے۔ بالآخر، گلیوں میں سنانا چھا گیا، اور گھروں کی روشنیاں ایک ایک کر کے بھینٹے لگیں۔ پہلے چھر کو چھڑے میں جوتا گیا، پھر بڑی دفت کے ساتھنا کو، اگرچہ ان کا وزن بہت کم تھا، ان کی دو زیڈیاں اور داماڈ، جنہوں نے انھیں ایک مرتبہ پھر یقین دہانی کرائی، جب انہوں نے نقاہت کے عالم میں پوچھا، کیا ک DAL اور بیٹھ رکھ لیا ہے، رکھ لیے ہیں، آپ فخر نہ کریں، بیڑیوں سے نیچے لائے، پھر ماں بیڑھیاں چڑھ کر اوپر گئی، نیچے کو اپنی آنکھ میں لیا اور کہا، خدا حافظ، میرے بچے، میں تمھیں پھر کبھی نہ دیکھ پاؤں گی، اگرچہ یہ درست نہیں تھا، کیوں کہ، اسے بھی چھڑے میں، اپنی بہن اور بہنوئی کے ہم راہ جانا تھا، کیوں کہ اگلے کام کے لیے کم از کم تین افراد کی ضرورت تھی۔ غیر شادی شدہ پھوپھی نے مسافروں کو جنہوں نے کبھی واپس نہیں آتا تھا، رخصت نہ کرنے کا فیصلہ کیا، اس کے بجائے اس نے خود کو بچوں کے ساتھ کمرے میں بند کر لیا، چوں کہ چھڑے کے فولادی پہلوں سے اوپر نیچے راستے پر اذیت ہاک شور انتھتا تھا، جس سے شدید اندر یہ تھا کہ مجھس کمین انھیں، تاکہ اپنی کھڑکیوں تک آ کر جھانکیں کہ، ان کے پڑوی اس وقت کہاں جا رہے ہیں، چنان چہ وہ ایک کچے راستے کی طرف مڑ گئے، جس نے آخر کار انھیں

بھتی کی دوسری جانب سڑک تک پہنچا دیا۔ وہ سرحد سے زیادہ دور نہیں تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ سڑک انھیں وہاں نہ لے جاتی، ایک خاص جگہ پر انھیں اسے چھوڑنا تھا اور ایک ایسا راستہ اختیار کرنا تھا، جہاں چھکڑا مشکل سے چل سکتا تھا، اور آخری حصہ جھاڑیوں میں سے، کسی نہ کسی طرح، نما جان کو لے جاتے ہوئے، پیدل طے کرنا تھا۔ خوش قسمتی سے، داما داس علاقے سے پہنچوں آشنا تھا، کیوں کہ، وہ ایک شکاری کی حیثیت سے اس علاقے میں گھونٹنے کے علاوہ، شو قی، جزو قی سملنگ کرنے کے زمانے میں وقت فراغت ان راستوں کو استعمال کرچا تھا۔ انھیں وہاں، جہاں انھوں نے چھکڑے کو چھوڑنا تھا، پہنچنے میں تقریباً دس گھنٹے لگے، اور یہ وہ مقام تھا، جہاں داما دجا نور کی مضبوط نامگوں پر پھروسہ کرتے ہوئے نما کو خچر کی پشت پر لا دنا چاہتا تھا۔ انھوں نے جانور کو کھولا، غیر ضروری سازات اڑا رے، اور بڑے میاں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کی۔ دونوں عورتیں رورہی تھیں، اور، میرے بے چار سے بابا، اور، میرے بے چار سے بابا، اور ان کے آنسووں نے ان کی پنجی کچھی تو انہی بھی سلب کر لی تھی۔ غریب آدمی نہم بے ہوشی کے عالم میں تھا، جیسے وہ موت کی اولین دلیز عبور کر رہا ہو۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے، داما نے ماہی سے اٹھا رکیا، اچاک، اسے خیال آیا، اس کا بھی حل ہے کہ اسے پہلے خود خچر پر چڑھنا ہو گا اور پھر بڑے میاں کو خچر کی پشت پر، کھینچ کر، لا دنا ہو گا، مجھے انھیں باہوں سے پکڑ کر سوار کرنا ہو گا، کوئی اور صورت نہیں، تم نیچے سے مدد کر سکتی ہو۔ بندے کی ماں چھکڑے تک گئی، تسلی کرنے کے لیے کہ وہاں حال کمبل میں لپٹنا ہوا ہے، وہ نہیں چاہتی تھی کہ چھوٹے مخصوص کو سردی لگے، اور پھر اپنی بہن کی مدد کرنے لوٹی، ایک، دو، تین، انھوں نے نظر لگایا، لیکن کچھ نہ ہوا، اب جسم سیسے کی طرح وزنی لگتا تھا، وہ اسے پہ مشکل زمین سے اٹھا سکے۔ تجھی ایک ان ہوئی ہوئی، مجرے جیسی، جیرت انگیز، تجوب خیز، ایک لمحے کے لیے جیسے کشش ٹُقل کا قانون معطل ہو گیا۔ اٹ گیا، نیچے کے بجائے اوپر کھینچتے ہوئے، نما جان بڑے آرام کے ساتھ، اپنی بندیوں کے ہاتھوں سے اپنی رضامندی سے اڑتے ہوئے اپنے داما دکی کھلی بانہوں میں منتقل ہو گئے۔ آسان نے، جورات کے آغاز سے اس وقت تک گہرے، خوفناک بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا اچاک صاف گیا اور، چاند کو اپنا ٹکھڑا دکھانے کی دعوت دی۔ اب ہم آگے بڑھ سکتے ہیں، داما نے اپنی بیوی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، تم خچر کے آگے چلو۔ بندے کی ماں نے تھوڑا سا کمبل سر کالیا تاکہ اپنے بیٹے کو دیکھے، جس کی بندہ انھیں دو چھوٹے زرد داغوں کے مانند تھیں، اس کا چھرہ بگڑا ہوا تھا۔ تب اس نے اپنی چیخ کو بلند ہونے دیا، جس نے اردو گرد کی فضا کو چیر دیا اور کچھاروں میں درندوں کو لرزادیا، میں وہ نہیں ہوں گی جو اپنے بیٹے کو دوسری

جانب لے جائے، میں اسے دنیا میں اس لیے نہیں لائی کہ اسے موت کے حوالے کر دوں، تم بلا کو لے جاؤ، میں یہیں بھروسیں گی۔ اس کی بہن اس کے پاس آئی اور دریافت کیا، کیا تم اس کے بجائے سال ہا سال مرنا ہوا دیکھو گی، تمہارے لیے یہ کہنا آسان ہے، تمہارے تین تن درست بچے ہیں، لیکن میں تمہارے بیٹے کا اسی طرح خیال رکھتی ہوں جیسے یہ میرا اپنا ہو، اس صورت میں، تم اسے لے جاؤ، کیوں کہ میں ایسا نہیں کر سکتی اور نہ میں کروں گی، کیوں کہ یہاں قتل کرنے کے متراوٹ ہو گا فرق ہے، کسی کو اس کی موت تک لے جانا اور اسے قتل کرنا مختلف چیزیں ہیں، بچے کی ماں تم ہو، میں نہیں، کیا تم میں اتنی بہت ہے کہ اپنے بچوں میں سے ایک کو، یا سب کو لے جاؤ، ہاں میرا خیال ہے، لیکن میں اس کا دعویٰ نہیں کر سکتی، تب میں ٹھیک گرد رہی ہوں، اگر یہی ہے جو تم چاہتی ہو تو یہیں ہمارا انتظار کرو، ہم بلا کو لے کر جا رہے ہیں۔ بہن چر کے پاس گئی، لگام پکڑی اور بولی، چلنا چاہیے، اس کے خلاف نے جواب دیا، ہاں، لیکن آرام سے، میں نہیں چاہتا کہ وہ پھسل جائیں۔ پورا چاہدہ چمک رہا تھا۔ ۲ گے کہیں سرحد تھی، وہ لکیر جو صرف لفشوں میں دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں کیسے علم ہو گا کہ ہم وہاں پہنچ گئے ہیں، عورت نے پوچھا، ابا کو پھا چل جائے گا۔ وہ سمجھ گئی اور مزید کوئی سوال نہ کیا۔ وہ بڑھتے گئے، مزید سوگز، وہ قدم اور، اور اچانک مرد بولا، ہم پہنچ گئے، کیا گزر گئے، ہاں، ان کے پیچھے ایک آواز نے دہر لیا، گزر گیا، بچے کی ماں آخری مرتبہ اپنے مردہ بچے کو باکمیں بازو سے بھیجن رہا تھا، کیوں کہ اس کے دامیں کندھے پر ک DAL اور بیٹھ پڑھا تھا، جنھیں دوسرا بھول گئے تھے۔ ہم تھوڑا سا اور آگے، اس دیوار تک چلیں، بہنوئی نے کہا۔ دور، ایک پہاڑی پر، وہ ایک بھتی کی روشنیاں دیکھ سکتے تھے۔ چر جس طرح قدم اٹھا رہا تھا، وہ اندازہ کر سکتے تھے کہ زمین نرم ہے اور اسے کھودنا آسان ہو گا۔ یہ جگہ مناسب دکھائی دیتی ہے، مرد بولا، درخت، جب ہم ان کے لیے بھول لائیں گے، نشان دہی کرے گا۔ بچے کی ماں نے ک DAL اور بچے کو پھینکا اور احتیاط سے اپنے بچے کو زمین پر لٹایا۔ پھر دونوں بہنوں نے پوری احتیاط کرتے ہوئے، کہ نہ پھسلے، اپنے باپ کا جسم ہصول کیا اور مرد کی مدد کا، جواب چر سے اتر رہا تھا، انتظار کیے ہیں، وہ لاش کو لے گئیں اور اس کے نواسے کے ساتھ لٹا دیا۔ بچے کی ماں سک رہی تھی اور بار بار دہرا رہی تھی، میرا بیٹا، میرے بیا، اس کی بہن روئی ہوئی آئی اور اسے گلے لگایا، کہتے ہوئے، کہ یہی بہتر ہے، یہی بہتر ہے، جو زندگی یہ بد نصیب بر کر رہے تھے، قطعاً زندگی نہیں تھی، وہ دونوں گھنٹوں پر جھکیں کہ ان مر نے والوں کا ماتم کریں جو موت کو چھمد دینے وہاں آئے تھے۔ مرد پہلے ہی ک DAL سے کام کر رہا تھا، پھر اس نے بچے سے زم کی گئی مٹی ہٹائی

اور پھر سے زمین کھونے لگا۔ نیچے زمین سخت، انہوں، مل کر پھر میل تھی، اور اس میں سخت محنت کا نصف گھنٹا لگا کہ قبر مناسب گھری ہو۔ وہاں نہ کوئی کفن تھا اور نہ ہی کوئی چادر، انہوں کو، صرف ان کپڑوں میں جو وہ پہنے ہوئے تھے، تکی زمین پر لانا تھا۔ مرد اور دونوں عورتوں نے مل کر زور لگایا، اس نے قبر میں کھڑے ہو کر اور انہوں نے اوپر سے، انہوں نے کوشش کی کہ دھیرے دھیرے بوزھے آدمی کے جسم کو گزھے میں اتاریں، عورتیں اسے اس کی بابوں سے پکڑے ہوئے، مردوزن سنjalat ہوئے تھے، حتیٰ کہ جسم نے زمین کو چھوپا۔ عورتیں متواتر آنسو بھاری تھیں، مرد کی آنکھیں اگرچہ خشک تھیں، تاہم، اس کا سارا وجہ کا نپ رہا تھا، جیسے بخار کی گرفت میں ہو۔ بدترین وقت ابھی آنے والا تھا۔ آنسوؤں اور سکیوں میں، بچہ نیچے کپڑا یا گیا اور نہ کے پہلو میں لٹا دیا گیا، لیکن وہ وہاں ٹھیک نہیں لگتا تھا، کسی معمولی، حقیر گھڑی، غیر اہم وجود، حاشیے پر پڑے جیسا، جیسے اس کا خاندان سے کوئی تعلق نہ ہو۔ تب مرد نیچے جھکا، بچے کو اٹھایا، اس کا چہرہ نیچے کی جانب کرتے ہوئے اسے نہ کی چھاتی پر لٹا دیا، اور نہ کی بانہوں کا س طرح رکھا کہ وہ نجیف وجود کو تھامے ہوئے تھیں، اب وہ کون سے ہیں، آرام کے لیے تیار، ہم انھیں مٹی سے ڈھانپا شروع کر سکتے ہیں، ابھی احتیاط سے، تھوڑی تھوڑی کر کے، اس طرح والوداع کہ سکیں گے، سنو، وہ کیا کہ رہے ہیں، خدا حافظ میری بچیو، خدا حافظ میرے داماد، خدا حافظ میری خالا اور خالو، خدا حافظ میری امی۔ جب قبر بھر گئی تو مرد نے اسے دبا کر رہا کیا، تاکہ یقینی بنائے، کسی راہ گیر کو شہد ہونے کا مکان نہ رہے کہ وہاں کوئی دفن ہے۔ اس نے ایک پتھر رہا نے اور ایک چھوٹا پتھر قدموں کی جانب رکھا پھر اس نے ک DAL سے وہ گھاس بکھیری جو پہلے اکھاڑی تھی، دوسرے سر بزر پودے جلد ہی اس مر جھائی، خشک، مردہ گھاس کی جگہ لے لیں گے، جو جلد ہی اس زمین کے بنا تاتی میں، جس سے وہ پھونٹے ہیں، شامل ہو جائیں گے۔ آدمی نے درخت اور قبر کے درمیان فاصلہ نہ پا، بارہ قدم، پھر اس نے ک DAL اور نیچے کو اپنے کندھے پر رکھا اور بولا، ہمیں چلتا چاہیے۔ چاند غائب ہو چکا تھا، آسمان پر ایک مرتب پھر باطل چھاپکے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے پتھر کو چھڑے میں جتنا، بارش شروع ہو گئی۔

☆☆☆☆

(4)

ان تجربہ خیز واقعات کے مرکزی کردار، غریب دیہاتی خاندان کی معاشرتی حیثیت و بیکھترے ہوئے، جب وہ غیر متوقع طور پر مظہر میں داخل ہوئے، غیر معمولی تفصیلی انداز میں، ایک ایسی کہانی میں بیان کیے گئے، جو اس حد تک ترجیح دیتی ہے کہ تجسس قاری کو پیش کرے، اگر ہم اسے اس طرح بیان کریں، حقائق کا ہدہ جتنی نظر اڑتے۔ یہ غلطی راوی کی جانب سے جلد بازی میں کیے گئے فیصلے کا نتیجہ تھی، جس کی بنیاد زیادہ سے زیادہ سطحیت پر تھی، جس کی سچائی کا احترام کرتے ہوئے تجویز کی جانی چاہیے۔ غریب دیہاتیوں کا خاندان، اگر وہ واقعی غریب تھا، ایک چھڑکے کا مالک نہ ہوتا، نہ ہی ان کے پاس اتنی رقم ہوتی کہ خپر جیسے ذہروں کھانے والے جانور کو کھلا سکیں۔ حقیقت میں وہ خاندان تھا، معمولی حیثیت کا، مناسب حد تک کھاتا پیتا، اس سید ہے سادے معاشرے میں، جس میں وہ رہتا تھا، اچھے ماحول میں پروش پانے والے افراد گزارے لاکن پڑھے ہوئے، کہ گفتگو کر سکیں نہ صرف قواعد کی رو سے درست، بلکہ حامل ہو کسی حد تک جسے، مناسب الفاظ کی کمی کے باعث کچھ، اطمینان، دوسرا سا سباب، اور کچھ اور، شاید عوامی زبان میں، دال روٹی کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا، غیر شادی شدہ پھوپھی، کبھی اس اہل نہ ہوتیں کہ ایسا دل آور ہے جملہ دا کرتیں، جس پر ہم نے پہلے تبصرہ کیا، ہم سائے کیا کہیں گے جب وہ ان دو افراد کو غیر حاضر پا سکیں گے، جو موت کی دلیل پر تھے، لیکن مرنہیں سکتے تھے۔ جلدی سے پر کرتے ہوئے اس خلا کو، اور سچائی کو اس کا صحیح مقام عطا کرتے ہوئے، ہمیں چاہیے کہ میں جو مسایوں نے کہا۔ خاندان کی تمام احتیاطی مذایہ کے باوجود وہ کسی نے چھڑکے کو دیکھ لیا اور اچنچھے میں پر گیا کہ کیوں یہ تین افراد اتنی رات گئے باہر جا رہے ہیں، یہ وہ میں سوال تھا جو چوکس ہم سائے نے خود سے کیا، معمولی سی تہذیبی کے ساتھ، بوڑھے کسان کے داماد سے، سوال جو اگلی صبح کیا گیا، تم تینوں رات کے اس پھر کہاں جا رہے تھے۔ داماد نے جواب دیا کہ انہیں کسی کام سے جانا تھا، لیکن ہم سایہ قائل نہ ہوا، کام کے لیے، آوھی رات کو، چھڑکے پر اور تھماری بیوی ہمراہ، یہ کچھ عجیب ہے، کیا ایسا نہیں، اس نے کہا، عجیب ہو گا، لیکن ایسا ہی تھا، وتم کہاں سے آرہے

تھے جب آسمان پر روشنی نمودار ہو رہی تھی، یہ تھا را مسئلہ نہیں ہے، تم سچ ہو، معافی چاہتا ہوں، واقعی یہ میرا
 مسئلہ نہیں ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں آپ برائیں منائیں گے میرا دریافت کرنا، آپ کے سر کے بارے
 میں، بس ویسے ہی ہیں، آپ کا چھوٹا بھانجا، وہ بھی ویسا ہی ہے، تھیک، میں امید کرتا ہوں کہ دونوں بہتر
 ہو جائیں گے، شکریہ، خدا حافظ، خدا حافظ، ہم سایہ چلا، بھرا، اور واپس مڑا، میرا خیال ہے آپ چھکڑے
 میں کوئی چیز لے جا رہے تھے، میرا خیال ہے کہ تھاری بہن اپنی باہوں میں ایک بچہ اٹھائے ہوئے تھی،
 اور اگر ایسا ہے تو، وہ وجود جو کمل سے ڈھکا ہوا تھا غالباً تھارے سر تھے، اس کے علاوہ، اس کے علاوہ،
 کیا، اس کے علاوہ، جب تم واپس آئے، چھکڑا خالی تھا اور تھاری بہن کی بانہوں میں کوئی بچہ نہیں تھا،
 آپ بقینہ رات کو زیادہ نہیں سوتے، نہیں، میں بہت بلکل نیند سوتا ہوں اور فوراً جاگ جاتا ہوں، آپ
 جاگ گئے جب ہم روانہ ہوئے اور جب ہم واپس آئے، یہ ہے وہ، جسے لوگ اتفاق کہتے ہیں، یہ درست
 ہے، اور آپ مجھ سے چاہتے ہیں کہ آپ کوتا توں کر کیا ہوا، اگر آپ پسند کریں، صرف اس صورت میں،
 میرے ساتھ آئیے۔ وہ گھر میں گئے، ہم سائے نے تینوں خواتین کو آداب کہا، میرا مقصد دل اندازی
 نہیں، شرمندگی سے انتقال کرتے ہوئے اس نے کہا۔ تم پہلے ہو گئے جانے والے، داما دبولا، اور تم اسے
 راز بھی نہ رکھنا کیوں کہ ہم تمھیں ایسا کرنے کا کہیں گے بھی نہیں ہمہ بانی کر کے مجھے صرف وہی بتائیے جو
 آپ چاہیں، میرے سر اور میرا بھانجا گزشتہ شب فوت ہو گئے، ہم انھیں سرحد پر لے گئے، جہاں موت
 کا حال فعال ہے۔ تم نے انھیں مار دیا، پڑوی نے تعجب کا اظہار کیا، ایک طرح، ہاں، اس طرح کہ وہ خود
 وہاں نہیں جاسکتے تھے، لیکن ایک طرح، نہیں، کیوں کہ ہم نے یہ سر کی درخواست پر کیا، اور پیچے کے
 بارے میں، غریب جان، اس معاملے میں اس کی کوئی آواز نہیں تھی اور نہ ہی زندہ رہنے کے قابل زندگی،
 وہ ایک دیوار کے درخت کے پاس فن ہیں، تم کہ سکتے ہو، ایک دوسرا کی بانہوں میں، ہم سائے نے
 سر پکڑ لیا، اور اب، اب تم جاؤ گے اور ساری بستی کو بتاؤ گے، ہم گرفتار کیے جائیں گے اور پولیس کے پاس
 لے جائے جائیں گے، اور غالباً ہم پر مقدمہ چالایا جائے گا اور سزا دی جائے گی، اس کی جو ہم نے نہیں کیا،
 لیکن تم نے ایسا کیا ہے، سرحد سے ایک گز پہلے وہ زندہ تھے، ایک گز ۲۶ گئے گئے اور وہ مردہ تھے، معین طور
 پر کب، بقول تھارے کیا ہم نے انھیں قتل کیا اور کیسے، اگر تم انھیں وہاں نہ لے جاتے، ہاں، وہ یہاں
 ہوتے، ایک ایسی موت کے منتظر جو آنے کی نہیں۔ چپ چاپ بیٹھی، تینوں عورتیں ہم سائے کو تک رہی
 تھیں۔ میں جا رہا ہوں، وہ بولا، میرا خیال تھا کہ کچھ ہوا ہے، لیکن مجھے گمان بھی نہیں تھا، ایسا ہونے کے

بارے میں، میر بانی سمجھیے، میں ایک مد جاہتا ہوں، داماد نے کہا، کیا، میرے ساتھ پولیس کے پاس چلیں، اس طرح آپ کو ہر دروازہ کھلکھلا نہیں پڑے گا یہ بتانے کے لیے کہم نے کتنا بھیا کم جرم کیا ہے، میرا مطلب ہے، والد کا قتل اور مخصوص پچے کا قتل، شدید دکھ، اس گمراہی میں کیسے وحشی رہتے ہیں، ایسا نہیں ہے جو میں بیان کروں گا، ہاں، میں جانتا ہوں، پس میرے ساتھ چلیں، کب، ابھی، چوتھا گاؤ جب لوہا گرم ہے، تو ہمیں چلنا چاہیے۔

نہ تو ان کے خلاف کارروائی کی گئی اور نہ ہی انھیں سزا دی گئی، بجلی کے مانند ساری قوم میں یہ خوب پھیل گئی، میڈیا نے مکروہ مخلوق، قتل کرنے والی بینیوں اور شریک جرم داماد پر لعنت ملامت کی، انھوں نے بوڑھے آدمی اور مخصوص پچے کے لیے آنسو بھائے جیسے وہی نہ اور نواسہ ہیں جنھیں ہر کوئی چاہے گا کہ اس کے ہوتے، ہزارویں دفعہ، صحیح سوچ رکھنے والے اخبارات نے، جو عوامی اخلاقیات کے پیانا کا کردار ادا کرتے تھے، خاندان دہی کی، خاندانی قدروں کی روایت میں نہ رک سکنے والے اخلاقی انتظامات کی، جوان کی دانست میں سب بیماریوں کا سرچشمہ، سبب اور بینیاد تھا، اور پھر، صرف اڑتا لیں گھنٹے بعد تمام سرحدی علاقوں سے اسی طرح کے واقعات کی خبریں آنا شروع ہو گئیں۔ چھڑے اور چھر دوسرے ناقابل دفاع جسموں کو منتقل کر رہے تھے، اسی دوران میں جعلی ایمپلینسیں ویران راستوں پر ہمکوئے کھا رہی تھیں کہ اس مقام تک پہنچیں جہاں، بالعموم اپنی نشتوں پر سیٹ بیلکس سے بند ہے، جسموں کو اتار سکیں، اگر چہ اجسام کی تذلیل کے کچھ واقعات میں انھیں قدموں میں کمل سے ڈھانپا گیا، تمام کمپنیوں، ماڈلوں اور قیمتیوں کی کاروں نے نئے گلوٹین، جس کی وجہ، اگر آپ معاف کریں اس کھلے موازنے پر، وہ باریک لکیر تھی جو تنگی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی، کی جانب سفر کیا، ہر سواری لے جا رہی تھی ان بدصیبوں کو جنھیں لکیر کی اس جانب، موت نے، مستقل، کینہت مرگ میں روکا ہوا تھا۔ تمام خاندان جنھوں نے یہ کیا، اپنے دفاع میں، یہی عذر، چند بچلوں سے قابل احراام، لیکن پھر بھی قابل بحث، پیش نہیں کر سکتے تھے، جیسے اذیت میں بھلاہارا کاشت کا رکنہ جس نے، بالکل اندازہ نہ کرتے ہوئے اپنے عمل کے نتائج کا، یہ سلسلہ شروع کیا۔ کچھ جنھوں نے اس کا استعمال مناسب سمجھا کہ نجات پائیں اپنے باپ، دادا سے، ایک اجنبی زمین میں، اسے دیکھا جس ایک صاف سترے، مناسب طریقے کے طور پر، اگرچہ جارہانہ الفاظ، انھیں رہائی دلانے کا، حقیقی لاثے کے بوجھ سے، جوان کے مرتے ہوئے ان کے عزیز گمراہی میں بن گئے تھے، شاید مناسب لفظ نہ ہوں۔ میڈیا، جس نے شروع میں زور شور سے مجرم قرار

دیا، بینیوں اور داماد کو بوزٹ ہے آدمی کو اس کے نواسے کے ساتھ دفن کرنے پر، شامل کرتے ہوئے مطعون غیر شادی شدہ پھوپھی کو، ازرام و حضرتے ہوئے اس سازش اور چشم پوشی کا، اب ماتم کر رہا تھا ظلم کا اور حب وطن کے فقدان کا، پڑا ہے مہذب انہوں، جس نے اس شدید قومی بحران کے وقت، مناقفانہ نقاب کو، جس نے ان کے اصل چہرے کو ڈھانپا ہوا تھا، اتنے دیا۔ تین ہم سایہ ملکوں کی حکومتوں اور حرب خالق کی جماعتوں کے دباؤ میں، وزیر اعظم نے انسانی زندگی کے احترام کا ذکر کرتے ہوئے ان غیر انسانی سرگرمیوں کو برا بھلا کہا، اور اعلان کرتے ہوئے، مسلح افواج فوری طور پر پوزیشن سنچال لیں گی، تاکہ، کسی شہری کو جو جسمانی انحطاط کی آخری منزل پر ہو، سرحد عبور کرنے سے روکیں، چاہے، اس کی اپنی حریک پر ہو، یا، کسی مدنی مانع خالمانہ رشتہ کی بنابر ہو۔ میں اسطور، یقیناً وزیر اعظم نے جرات نہ کی کھل کر کہے، حکومت فرار کی قطعاً مختلف فنیں جو حقیقی تجربے کے مطابق شماریاتی دباؤ کو کم کرتے ہوئے، جو گز شستہ تین ماہ سے متواتر پڑھ رہا تھا، ملک کے مفاد میں ہو گا، تا حال، اگرچہ حقیقی پریشان کن سطح سے کافی نیچے ہے۔ وزیر اعظم نے نظر انداز کیا، یہ کہنا بھی کہ، اسی دن، اس نے وزیر داخلہ سے احتیاطی ملاقات کی تھی، مقصد تھا جس کا، کہ جاں بچایا جائے ملک بھر میں نگہداروں یا جاسوسوں کا، شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں، جن کی ذمہ داری ہو گی کہ انتظامیہ کو اطلاع دیں، ان لوگوں کے قریبی رشتہ کی مشکوک حرکات کی، جو متعلق موت میں ہوں۔ یہ فیصلہ کہ مداخلت کی جائے یا نہیں، ہر کیس کا انفرادی طور پر کیا جائے گا، جب کہ حکومت کا مقصد یہ نہیں تھا کہ مکمل طور پر روکے، بخی نوع کی اس تمنائے بھرت کو، لیکن، کم از کم جزوی طور پر، حکومتوں کے تحفظات کو کم سے کم، ان ملکوں کے جن کے ساتھ ان کی سرحدیں مشترک تھیں، کی شکایات، کو قوتی طور پر خاموش کرنے کی خاطر، یہ کیا۔ ہم یہاں اس لیے نہیں کہ صرف وہ کریں، جو وہ ہم سے چاہیں، وزیر اعظم نے زور دے کر کہا، فی الحال، چھوٹی بستیاں، وسیع جاگیریں اور الگ تخلگ گر، مستشاہوں گے، وزیر اطلاعات نے تبرہ کیا، ہم انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے، وہ کر سکتے ہیں، جو وہ چاہیں، جیسا کہ آپ تجربے سے جانتے ہیں، میرے دوست، یہ ممکن نہیں کہ ہر فرد کے لیے ایک سپاہی ہو۔

دو ہفتہوں تک، منصوبہ کم و بیش تھیک چلا، لیکن، اس کے بعد، نگہداروں میں سے کچھ نے شکایت کرنا شروع کی کہ انھیں فون پر ڈھمکیاں مل رہی ہیں، متنبہ کرتے ہوئے، کہ اگر وہ سلامتی اور سکون سے زندگی بر کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے بہتر ہو گا کہ قریب المرگ مریضوں کی خنیہ آمد و رفت کو ان

دیکھا کر دیں، اور یہاں تک کہ اپنی آنکھیں بالکل بند رکھیں، اگر وہ نہیں چاہتے کہ خود کو ان افراد کی کتفی میں شامل کریں، جن کی گمراہی پر وہ متعین کیے گئے ہیں۔ یہ خالی دھمکیاں نہیں تھیں، جیسا کہ اس وقت ظاہر ہوا، جب چار ٹکھداروں کے خاندان والوں کو معلوم فون کرنے والوں کی طرف سے بتایا گیا کہ اپنے پیاروں کو فلاں اور فلاں جگہ سے اٹھائیں۔ اور وہیں وہ ملے، مرد و نہیں تھے، لیکن اس کے بر عکس زندہ بھی نہیں تھے۔ صورتِ حال کو سمجھی دیتے ہوئے، وزیر داخلہ نے فیصلہ کیا کہ ان دیکھے دشمن کو اپنی طاقت دکھائے، ایک جانب، اپنے جاسوسوں کو حکم دیتے ہوئے کہ اپنی تحقیق تیز کریں، اور، دوسری جانب، منسون کرتے ہوئے، اکیلے و کیلے کو گزرنے کی اجازت دینے کا نظام، لیکن وہ نہیں جو وزیر اعظم کی تکنیک کے مطابق نافذ کیا گیا تھا۔ عمل فوری تھا، چار مزید نگہ دار اسی بد نسبی سے دو چار ہوئے، جس سے پہلے چار ہوئے تھے، لیکن، اس کیس میں، صرف ایک فون آیا، خود وزیر داخلہ کو متوجہ کرتے ہوئے، جس سے مرادی جاسختی ہے، اشتعال انگیزی، لیکن ایک ایسا عمل بھی جو خالصتاً منطق پر مبنی ہو، جیسے کوئی کہ رہا ہو، ہم موجود ہیں۔ پیغام، تاہم، وہیں نہیں رکا، یا اپنے ساتھ ایک تحریری تجویز لایا، ہمیں چاہیے کہ ایک شریفانہ معاهدہ کریں، دوسرے سرے پر آوازنے کہا، آپ اپنے نگہ داروں کو حکم دیں کہ دست بردار ہو جائیں، مرتب ہوؤں کو سرحد پر پہنچانا، ہم مناسب طور پر سنبھال لیں گے، آپ کون ہیں، صدر شعبہ جس نے فون رسول کیا، دریافت کیا، صرف ان افراد کا گروپ جو ترتیب اور تنظیم کی فکر رکھتا ہے، ہم سب اپنے شبے پر مکمل عبور رکھنے والے، افراد جو تدبیب کو اپنند کرتے اور ہمیشہ اپنا وعدہ نبھاتے ہیں، اختصر، ہمارا گروپ دیانت دار ہے، کیا اس گروپ کا کوئی نام ہے، رسول سرہنگ نے سوال کیا، کچھ ہمیں مانپا کہتے ہیں، پ، کے ساتھ کیوں، تاکہ ہمیں اصل مافیا سے ممتاز کر سکیں، ریاست مافیا وہ سے معاهدے نہیں کرتی، نوٹری کے دست خط شدہ کچے کاغذات پر نہیں، نہیں، نہیں کسی اور کاغذ پر، تم کس ہمہ دے پر فائز ہو، صدر شعبہ، یہ بات، ایک ایسا فرد جو عملی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، لیکن میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں، جس سے ہمیں اس وقت دل چھپتی ہے یہ ہے کہ تم ہماری تجویز اس فرد تک پہنچا دو جو با اختیار ہے، وزیر تک، اگر تمہاری اس تک رسائی ہے، نہیں، میری وزیر تک رسائی نہیں، لیکن یہ گفتگو فوری طور پر اپنے سے اعلیٰ آفیسر ان تک پہنچا دی جائے گی، حکومت کے پاس تجویز کا چائزہ لینے کے لیے اڑتا ہیں گھٹھنے ہوں گے، مزید ایک منت نہیں، لیکن اپنے اعلیٰ آفیسر ان کو منصب کر دینا کہ اگر ہمیں وہ جواب نہ ملا، جو ہم چاہتے ہیں، وہاں مزید نگہ دار ہوں گے، کو ما میں، تھیک ہے، میں ایسا ہی

کروں گا، تو میں پھر فون کروں گا، پرسوں اسی وقت، جانے کے لیے کہ ان کا فیصلہ کیا ہے، صحیح ہے، میں ایک نوٹ تیار کروں گا، تم سے بات کر کے خوشی ہوئی، کاش میں بھی ایسا کہہ سکتا، اوہ، مجھے یقین ہے، تم اپنا لبھ بدل لو گے، جب سنو گے کہ نگاہ دار خیریت کے ساتھ واپس آگئے ہیں، اور اگر تم نا حال اپنے بچپن کی دعائیں نہیں بھولے، دعا شروع کرو کہ وہ ایسا ہی کریں، میں سمجھ گیا، مجھے جانتا ہوں، صحیح اسی وقت، اڑتا لیس سمجھنے اور، مزید ایک منٹ نہیں، لیکن یقیناً میں نہیں ہوں گا وہ آدمی جو آپ سے بات کرے گا، اوہ، مجھے یقین ہے کہ تم ہی ہو گے، وہ کیوں، کیوں کہ وزیر نہیں چاہے گا کہ یہاں راست مجھ سے بات کرے، علاوہ ازاں، اگر معاملہ گلزار گیا، تم وہ ہو گے، جو مارا جائے گا، آخر کار، جو ہم تجویز کر رہے ہیں، ایک شریفانہ معاهدہ ہے، بالکل جناب، خدا حافظ، خدا حافظ، صدر شعبہ نے شیپ ریکارڈر سے شیپ اتنا ری اور اپنے آفیسر سے بات کرنے لگا۔

نصف سمجھنے بعد، کیسٹ وزیرِ داخلہ کے ہاتھوں میں تھی اس نے نا، پھر نا، تیسرا مرتبہ نا اور پھر پوچھا، کیا اس صدر شعبہ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، بالکل، اعلیٰ آفیسر نے جواب دیا، اس وقت تک مجھے شکایت کا نہ کوئی چھوٹا موقع ملا، نہ ہی کوئی بڑا موقع ملا، میں امید کرتا ہوں، نہ بڑا نہ چھوٹا، معنویت کو نہ سمجھتے ہوئے، بڑا آفیسر بولا، وزیر نے کیسٹ کو شیپ ریکارڈر سے نکالا اور فیت کو دیہی زمانہ شروع کیا۔ جب وہ کرچکا، اس نے اسے شیشے کے بڑے راکھداں میں رکھا اور اپنے لائیٹر کا شعلہ اسے دکھلایا، فیتہ مرنے تڑ نے اور سڑ نے لگا اور ایک منٹ سے پہلے وہاں بے بیت، سیاہ، بھر بھری بکھری راکھی۔ امکان ہے انھوں نے بھی صدر شعبہ کی گفتگو ریکارڈ کی ہوگی، بڑے آفیسر نے کہا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی بھی فون کی جعلی گفتگو تیار کر سکتا ہے، آپ کو صرف دو آوازیں اور ایک شیپ ریکارڈر درکار ہے، بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی شیپ ضائع کر دی ہے، اور اصل کو جلانے کا مطلب ہے، کسی امکانی نقل کو بھی جلانا، یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ بیلی فون آپریٹر ہر کال کار ریکارڈ رکھتا ہے، ہم یقینی ہنا کہیں گے کہ وہ بھی غائب ہو جائے، کیا ہم، جی جناب، اور اب، اگر میں چاہوں، میں تمھیں مقرر کروں گا کہ معاملہ دیکھو، ضرورت نہیں، میں پہلے ہی ایک فیصلہ کر چکا ہوں، مجھے اس پر کوئی تجویز نہیں، نہر، یہ دیکھ کر کہ آپ اتنے خوش قسمت ہیں کہ فوری میھلے کرتے ہیں، صرف خوشنام ہو گی اگر یہ درست نہ ہوئی، کیوں کہ میں فوراً غور کرنا ہوں، کیا آپ تجویز منظور کرنے جا رہے ہیں، نہیں، میں متبادل تجویز دینے جا رہا ہوں، مجھے خدا شہ ہے، شاید وہاں سے مسترد کر دیں، اصطلاحات، جو نمائندے نے استعمال کیں، جتنی اور دھمکی آمیز تھیں، اگر ہمیں

جواب نہ ملا، جو تم چاہتے ہیں، وہاں مزید نگہداروں گے، کو ما میں، یہ الفاظ تھے اس کے، میرے عزیز دوست، ہم انھیں جو جواب دینے چار ہے ہیں، بالکل وہی ہے جس کی وہ توقع کرتے ہیں، معافی چاہتا ہوں، جناب، میں نہیں سمجھا، یہی، میرے عزیز دوست، تمھارا مسئلہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ تمھارے جذبات کو ٹھیک پہنچاؤں، جب میں یہ کہتا ہوں، لیکن تمھارا مسئلہ یہی ہے کہ تم ایک وزیر کے مانند سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، ہر امر میری خطا ہے، ارے، مہربانی کرو، خود کو ازالہ نہ دو، اگر کبھی تمھیں طلب کیا گیا کہ پہ جیشیت وزیر ملک کی خدمت کرو، تم دیکھو گے کہ جس لمحے تم اس طرح کی کرسی پر بیٹھتے ہو تمھارا دماغ کیسے کلائچیں بھرتا ہے، فرق ناقابل تصور ہے، لیکن میں تو فقط سول سو روپتھوں، اور اس طرح خواب پال کر کچھ نہیں پاؤں گا، تمھیں پرانی کہاوت کا علم ہے، کبھی نہ کہو، اس چشمے سے میں نہیں پیوں گا، میں اس وقت، جناب، آپ کے پاس پینے کو یقیناً انتہائی تلقین پانی ہے، بڑا آفسر بولا، ٹیپ کی جلی ہوئی باقیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، جب واضح حکمتِ عملی آپ کے پاس ہوا اور آپ معاملے کے تمام حقائق سے آگاہ ہوں، تب یہ مشکل نہیں ہو گا کہ ایک محفوظ منصوبہ بنائیں، میں ہم تون گوش ہوں، منظر، کل کے دن کے بعد کا دن، جو دیا گیا ہے، تمھارا صدر شعبہ ہو گا جو خفیہ نمائندے سے بات کرے گا، وہ، کوئی دوسرا نہیں، ہو گا، وزارت کانڈا کرات کارا اور وہ انھیں بتائے گا، ہم آمادہ ہیں، تجویز کا جائزہ لینے کے لیے، جو انھوں نے ہمیں دی ہے، لیکن انھیں متتبہ بھی کرے گا کہ، عوامی رائے عامہ اور حزبِ مخالف ہمیں کبھی اجازت نہیں دیں گے کہ ہزاروں نگہداروں کی خدمات واپس لی جائیں، بغیر کسی معقول وضاحت کے، اور، ظاہر ہے، یہ کہنا کہ ماپیانے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں، کو معقول وضاحت قرار دینا، بہت مشکل ہے، ظاہر ہے، اگرچہ آپ اسے کچھ ڈپو بیک انداز میں پیش کر سکتے ہیں، معاف کیجیے، منظر، یہ اسی طرح دکھائی دے گا، بہر حال، اس مرحلے پر، صدر شعبہ، مقام پر ایک تجویز، یا جسے ہم کہ سکتے ہیں، تبادل تجویز، پیش کرے گا، کہتے ہوئے کہ گنجہداروں کو کام سے نہیں ہٹایا جائے گا، وہ وہیں رہیں گے جہاں وہاں ہیں، میں سمجھتا ہوں، اوہ، یقیناً، منظر، میں تو صرف اپنی حیرت کا اظہار کر رہا تھا، حیرت کس پر، آخر، صرف یہی صورت ہے کہ، ہم ظاہر نہ ہوں، بد معاشوں کی بلیک میلنگ کے سامنے ہتھیار دالتے، بھلے ہم ڈال چکے ہوں، اہم بات یہ ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا کہ ہم نے چہرہ بچالیا، اس چہرے کے پیچھے کیا ہو گا، آئندہ سے ہماری ذمہ داری نہیں ہوگی، مرا، چلو، فرض کریں کہ ہم ایک گاڑی روکتے ہیں اور اس کے نگران کو گرفتار کر لیتے ہیں، بتانے کی ضرورت نہیں کہ، یہ خدشات اس مل میں شامل ہیں، جو رشتہ

داروں نے ادا کرنے ہیں، اس میں کوئی مل پار سیدھیں ہوگی، ماپیا نیکس ادا نہیں کرتا، یہ صرف کہنے کا ایک طریقہ ہے، جو بات ہے، یہ سب کے لیے منافع کا سودا ہے، ہمارے لیے کیوں کہ ہمارے ذہن سے بوجھا ترنا ہے، نگہ داروں کے لیے کیوں کہ وہ جسمانی نقصان کے مزید خطرے میں نہیں ہوں گے، خاندانوں کے لیے کیوں کہ انھیں اطمینان ہو گا کہ ان کے زندہ لاشے بالآخر مردوں میں شامل ہو جائیں گے، اور ماپیا کے لیے کیوں کہ انھیں ان کی محنت کا اجر مل جائے گا، ایک بے عیب انتظام، منظر، جو ہے، ایک ایسی مضبوط ضمانت کے ساتھ ہے افسا کرنا کسی کے فائدے میں نہیں، بالکل نہیں، تم غالباً صحیک کہتے ہو، شاید میں کچھ خود غرض لگانا ہوں، بالکل نہیں، منظر، میں نے صرف تحسین کی، جس طرح آپ نے ایسا ٹھوں، منطقی، مربوط منصوبہ بنایا، تجربہ، میرے دوست، تجربہ، درست، میں صدر شعبہ کے پاس چاہوں گا اور آپ کی ہدایات اسے پہنچاؤں گا، مجھے یقین ہے وہ اچھی کارکردگی دکھائے گا، کیوں کہ جیسا کہ میں نے پہلے کہا، اس نے مجھے شکایت کا چھوٹا موقع دیا تھا یہ بڑا، مجھے یقین ہے، نہ پہلنے، نہ ہی دوسرے نے، ہرے آفسر نے جواب دیا، جس نے آخر کار چھوٹا سامنا قبھالیا تھا۔

سب کچھ، یا، بہتر الفاظ میں مُعین طور پر، تقریباً سب کچھ ایسے ہی ہوا جیسے وزیر نے سوچا تھا، صحیک اس منفرد وقت پر، نہ ایک منت پہلے نہ ہی ایک منت بعد نہ نہ کندہ مجرمانہ ایسوی ایشن، اپنے رنگ کی منفرد ماپیا نے فون کیا کہ جانے، وزارت کے پاس کہنے کو کیا ہے۔ صدر شعبہ پورے نمبروں کا مستحق ہے، کیوں کہ، جس طرح اس نے اپنا کردار نبھایا، وہ بنیادی سوالات کے حوالے سے مضبوط، واضح اور مرتب تھا، جو یہ تھا کہ، نگہدار، ہر چند غیر فعل ہوں گے، اپنی ملازمت پر رہیں گے، اور اسے اطمینان تھا بدلے میں پانے کا، اور اس اہل ہونے کا کہ، اپنے آفسر ان کو منتقل کرے، ان حالات میں، تمام ممکنہ جوابات میں سے بہترین، کہ حکومت کی متبادل تجاویز کا بغور جائزہ لیا جائے گا، اور یہ کہ، چوبیس گھنٹوں میں ایک اور فون تصدیق کرے گا۔ اور یہی تھا جو ہوا۔ باریک بینی سے مطالعہ اس تجیج پر پہنچا کہ حکومت کی تجویز قبول کی جاسکتی ہے، لیکن ایک شرط کے ساتھ، کہ نگہدار جو غیر فعل کیے جائیں صرف وہی ہوں گے جو حکومت کے وفادار رہیں گے، یا، پہ الفاظ دیگر، وہ جنہیں ماپیا قابل کرنے میں ناکام رہی کہ نئے باس سے، جو کہ خود ماپیا ہے، تعاون کریں۔ آئیں ہم کوشش کہ جرام کم پیشہ کا نقطہ نظر سمجھیں۔ دیکھتے ہوئے تو یہ سٹھ کی ایک بڑی، پے چیدہ ہم، کارکن رکھتے ہوئے بہت سے وسیع تجربے والے افراد جوان خاندانوں سے رابطہ کر سکیں جو ہوں، کم از کم اصولی طور پر آمادہ ہوں کہ، چھکارہ دلاجیں خود کو اپنے پیاروں سے،

قابلِ تحسین سبب کی بنا پر کافی نہ صرف بلا مقصد جینے، بل کہ دائیٰ تکلیف سے آزاد کریں، یہ واضح طور پر ایک بڑی اعانت ہوگی مانیا کی، اگر وہ حکومتی معلومات کا وسیع نیت و رک استعمال کر سکیں، مزید سہولت کے ساتھ کہ اس میں انھیں اجازت ہوگی کہ اپنے کرپشن، روٹ، اور وہم کانے کے پسندیدہ حریبے جاری رکھیں۔ یہ اچاک مزدک کے درمیان پھینکے گئے پتھر کے بر عکس تھا، یہ کہ وزیر داخلہ کی حکمت عملی نے ریاست اور حکومت کے وقار کو شدید نقصان پہنچاتے ہوئے اسے پنج گاڑنے دیے۔ خود کو چنان اور کھاتی کے درمیان، سمندری بلا اور گرداب کے درمیان، الٹیس اور گہرے سمندر کے درمیان پھنسا پا کروہ بھاگا کر اس غیر متوقع پے چیدہ گاٹھ کے بارے میں وزیر اعظم سے مشورہ لے۔ اس کا بدترین پہلو یہ تھا کہ حالات اب اتنے آگے نکل گئے تھے کہ اب انھیں واپس لانا ممکن نہیں تھا۔ ان کے لیے، وزیر اعظم، قطع نظر نیادہ تجربہ رکھنے کے، وزیر داخلہ سے، کوئی بہتر راہ تلاش نہ کر سکا، اس مصیبت سے لکھنے کی، سوائے مشورہ دینے کے، مزید مذاکرات کا، تجویز کرتے ہوئے کچھ شقیں کچھ اس طرح کی، زیادہ سے زیادہ پچیس فی صد موجودہ نگہداروں کی تعداد کا، دوسری جانب کے کام کرنے جائے گا۔ ایک مرتبہ پھر یہ آن پر، صدر شعبہ پر، کہ پہنچائے اب، اپنے بے صبر مخاطب کو، مصالحانہ پلیٹ فارم وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کا، جو بہر حال پر امید تھے کہ بالآخر معاهدے کو منظور کرانے پر ملت ہو گا۔ تاہم یہ معاهدہ دست خطوں کے بغیر ہو گا، کیوں کہ، جیسا کہ لافت بتاتی ہے، کسی نوع کے قانونی ضابطے سے گریز کرتے ہوئے، یہ ایک شریفانہ معاهدہ ہو گا، جس میں فریقین کی زبان کافی ہوگی۔ ان کے پاس واضح تصور نہیں تھا کہ مانیا کے شیطانی دماغوں میں کون سی چال ہے۔ اول، مانیا نے جواب کے لیے کوئی حقیقتی تاریخ نہیں دی، غریب وزیر داخلہ کو، سو کھنے کے لیے لٹکا کر، کہ اس نتھی پر پہنچ کر استغفارے کر ہی جان چھوٹے گی۔ دوم، کئی دنوں بعد، جب انہوں نے فیصلہ کیا کہ انھیں فون کرنا چاہیے، وہ صرف یہ بتانے کے لیے تھا کہ وہ حال نہیں پہنچ کر آیا یہ پلیٹ فارم واقعی تاثر ہوتا ہے۔ اول، مانیا نے مطابق مصالحانہ، یا نہیں، اور پھر، چلتے چلتے، جیسے یہ کوئی اہمیت کا حامل نہیں تھا، انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا، کہ انھیں مطلع کریں کہ وہ کسی طرح ذمہ دار نہیں اس حقیقت کے کہ، گزشتہ روز، چار مزید نگہ دار مخدوش حالت میں پائے گئے تھے۔ سوم، چوں کہ ہر معااملے کا کوئی انجام ہوتا ہے، بھلے خوش گوار ہو یا نا گوار، جواب، جو حکومت کو دیا گیا، صدر شعبہ اور اس کے اعلیٰ آفیسر کی معرفت، قوی مانیا بورڈ کی جانب سے، منقسم تھا وہ شنوں پر، شق الف، شماریات سے متعلق شق، پچیس فی صد نہیں مل کر پہنچتیں ہو گی، شق ب، جب بھی وہ محض

کریں کہ یہ ان کے مفاد میں ہے، اور صاحبانِ اقتیار سے، کم از کم ان کی مرضی جاننے کی خاطر، پیشگوئی کیے ہنا، آرگنائزیشن نے مطالبہ کیا کہ اسے حق دیا جائے کہ، تباہہ کرے، اپنے لیے کام کرنے والوں کا، جنہیں وہ... تھیں تبدیل کریں گے، ان آسامیوں پر جن پر غیر فعال نگاہ دار تعینات ہیں۔ انھیں قبول کر لیں یا رہنے دیں۔ کیا تمھیں اس بخوبی سے لٹکنے کی کوئی صورت نظر آتی ہے، وزیرِ اعظم نے وزیرِ داخلہ سے سوال کیا، جی، سر، مجھے تو اس کا بھی یقین نہیں کہ کوئی ہے، اگر ہم انکار کر دیں، میرا اندمازہ ہے کہ ہم ہر روز پانچ میں گے، چار نگاہے داروں کو حوالے ہوتے ہوئے بے کاری کے، کام اور زندگی، ہر دو کے لیے، اگر ہم قبول کر لیں، ہم ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گے جو کون جانتا ہے کب تک، ہمیشہ تمہیں کے لیے، یا کم از کم جب تک اپنے خاندان موجود ہیں جو اپنی نجات چاہتے ہیں کسی بھی قیمت پر، اس بوجہ سے جو وہ گھر پر رکھتے ہیں، اس سے مجھے ایک آئندہ یا آیا ہے، مجھے یقین نہیں کہ خوش ہونا چاہیے اسے سن کر یا نہیں، دیکھیں، میں نے آخری حد تک کوشش کی، جو مجھے ہو سکی، وزیرِ اعظم، لیکن اگر میں ایک اور نوع کا بوجہ بن گیا ہوں، پھر آپ کو صرف یہ الفاظ کہنے ہیں، اوہ، اتنے حساس نہ ہو، چاری رکھو، تمہارا آئندہ یا کیا ہے، صحیح، وزیرِ اعظم، مجھے یقین ہے کہ ہمیں اس وقت رسداور طلب کے سیدھے سادے کیس کا سامنا ہے، اس کا اس سے کیا تعلق ہے، ہم یہاں عوام کے بارے میں بات کر رہے ہیں، جن کے پاس مرنے کی ایک ہی راہ ہے، اور اس بارے میں روایتی سوال کہ پہلے کون آیا، مرغی یا اندھہ، اور کبھی آسان نہیں ہوتا یہ بتا کر طلب، رسد سے پہلے آئی یا اس کے بعد، یہ رسد تھی جس نے طلب پیدا کی، شاید مجھے سوچنا پڑے، وزارتِ داخلہ سے مالیات کے ملکے میں تبدیل کرنے کے بارے میں، یہ زیادہ مختلف نہیں ہیں، وزیرِ اعظم، وزارتِ داخلہ کی اپنی مالیات ہوتی ہے اور ملکہ مالیات کی اپنی داخلیت ہوتی ہے، یہ ابلاغ کی باتیں ہیں، کہنا یہ ہے، موضوع پر آؤ اور مجھے اپنا آئندہ یا بتاؤ، اگر ایسا نہ سمجھتا اولین خاندان کو کہ مسئلے کا حل شاید ان کا انتقال کر رہا ہے سرحد کی دوسری جانب، صورت حال جس میں ہم خود کو آج پاتے ہیں، شاید مختلف ہوتی، اگر بہت سے خاندان ان کی مثال کی بیرونی نہ کرتے، ماپیانہ پہنچتا یہ خواہش لے کر کے لوٹ کھوٹ کرے، ایک اپنے کاروبار کے ذریعے جس کا، نظریاتی اعتبار سے، کوئی وجود نہیں، بالکل، اگرچہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، عملی طور پر وہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ پھر سے پانی نچوڑ لیں، اور پھر اسے منافع پر بیج دیں، لیکن مجھے اب بھی سمجھ نہیں آیا کہ تمہارا منصوبہ کیا ہے، یہ سیدھا سادہ ہے، وزیرِ اعظم، اگر صرف یہی ہے، بھل کر بتاؤ، ہمیں رسد بند کر دیتی چاہیے، اور ہم یہ کیسے کریں گے، خاندانوں

تک رسائی کے ذریعے، انجامی مقدس، انسانی قدروں کے نام پر، کہاپنے قریب المrg پیارے
 مریضوں کو گھر میں رکھیں، اور تم کتنے یقین سے کہتے ہو کہ یہ مجرم ہو جائے گا، میرا خیال ہے کہ تمام میدیا،
 اخبارات، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر وسیع پبلیٹی مہم چلائی جائے، بشویں گلیوں میں مارچ، بیداری ضمیر
 گروپس، پہنچلوں اور سکر زکی تقسیم، عوامی اور روابطی تھیز، فلموں، بالخصوص جذباتی اور کاررونوں والی، جو
 صلاحیت رکھیں کہ لوگوں کی آنکھوں کو نرم کر سکیں، کی مہم، ایک ایسی مہم جو اپنے رشتہ داروں کو تائب کرے، جو
 اپنی ذمہ داریوں اور عہدوں پر سے بھٹک گئے ہیں، وہ جو لوگوں میں جذبات اخوت، جان ثماری اور
 ہم دردی کے پیدا کرے، میں مانتا ہوں کہ یہ صرف تھوڑا وقت لے گا کہ، خطا کار گرانے اپنے اعمال کی
 ناقابلِ معافی زیادتی کا ادراک کریں، اور لوٹیں اعلیٰ اقدار کی طرف جن کی مباریات سے ہم نے بہت
 عرصہ نہیں گز راتجاوز کیا ہے، میرے اندر یہ شے لمحہ پڑھ رہے ہیں، میں اب سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ
 تمھارا تباہ لکھ میں، یا شاید، نہ ہب میں کر دوں، جس کی تم لگتا ہے کافی الہیت رکھتے ہو، یا، اس کے
 علاوہ، وزیرِ اعظم، تینوں پورٹ فولیو ایک وزارت کے تحت کر دیے جائیں، تمھارا مطلب ہے اسی طرح
 محکمہ مالیات بھی، جی، ہاں، اگر وہ واقعی ابلاغ کا ذریعہ ہے، جس کے لیے تم قطعاً غیر مناسب ہو، میرے
 دوست، پروپریگنڈا ہو گا، تمھارا گمان کہ ایک پبلیٹی مہم کنبوں کو واپس احساس کرنے والی ارادوں میں بد
 دے گی، بڑی بکواس ہے، کیسے، وزیرِ اعظم، مہم صرف ان کے لیے مفید ہوتی ہے جو انھیں چلا کر پہرے
 کرتے ہیں، ہم اس طرح کی بہت سے مہماں پہلے بھی چلا چکے ہیں، ہاں، اور تم نتائج بھی دیکھ چکے ہو،
 اور اگر تمھاری مہم کا کوئی نتیجہ نکلنا بھی ہے، یہ ایک دون میں نہیں ہو گا، اور مجھے ابھی فیصلہ کرنا ہے، یقیناً،
 وزیرِ اعظم - وزیرِ اعظم مایوسی سے مسکرا لیا، یہ تمام صورت حال مختکہ خیز، لغو ہے، وہ بولا، ہم جانتے ہیں
 اچھی طرح کہ ہمارے پاس کوئی انتخاب نہیں، اور یہ کہ، جو تجویز ہم کریں گے، صرف صورت حال کو مزید
 اغتر کرے گی، اس صورت میں، اس صورت میں، اور اگر ہم نہیں چاہئے کہ روزانہ ہمارے چارڈے دار
 ٹنگہ دار تو ڈرمروز کر زندگی کی حد سے ایک اونچے دور، موت کی دلیل پر ڈال دیے جائیں، ہم یہی کر سکتے ہیں
 کہ، ان کی شرائط مان لیں، ہم پولیس کو اچاک، بر ق رفتار بیزن کا حکم دے سکتے ہیں، اور درجنوں
 مالیاں کو گرفتار کر سکتے ہیں، جو شاید انھیں مجبور کر دے کہ، ایک قدم پیچھے ہٹا لیں، ڈریگن کو مارنے کا
 واحد طریقہ اس کا سر قلم کرنا ہے، ماخن تراشنے سے قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہو گا، شاید یہ مدد کرے چارٹنگہ دار
 ہر روز، مفسر، یہ یاد رکھو، چارٹنگہ دار ہر روز، بہتر بھی ہو گا کہ ہم تسلیم کر لیں کہ ہمارے ہاتھ ہندے ہوئے

ہیں، جب اختلاف یوم احتجاج کی کال دے گی، وہ ہم پر ملک کو مایا کے ہاتھ فروخت کرنے کا الزام لگائے گی، وہ ملک نہیں کہیں گے، اس سے بھی بڑھ کر، وہ قوم کہیں گے، ہمیں بس بھی امید ہے کہ کلیسا مدد کے لیے آمادہ ہو گا، کم از کم، مجھے امید ہے، وہ دلائل تسلیم کر لیں گے کہ، مزید برآں انھیں فراہم کرتے ہوئے چند کار آمد امورات، یہ فیصلہ کرنے سے ہمارا مقصد زندگی بچانا تھا، آپ زندگیاں بچانے کے بارے میں مزید بات نہیں کر سکتے، وزیر اعظم، یہ پہلے ممکن تھا، تم درست کہتے ہو، ہمیں کسی اور ناٹر کے ساتھ آنا ہو گا، وہاں خاموشی چھاگئی، پھر وزیر اعظم بولا، یہ کافی ہے، اپنے صدر شعبہ کو ضروری ہدایات دو اور غیر فعالیت کے منصوبے پر کام شروع کرو، ہمیں مایا کی سوچ جانے کی بھی ضرورت ہے کہ کس حساب سے پچیس فی صد نگہداروں کو تقسیم کیا جائے، جو بہت سی شعوں میں تقسیم ہوں گے، پنیتیس فی صد، وزیر اعظم، مہربانی کر کے مجھے یاد دلاو کہ ہماری حریت اس سے بھی بری ہے جتنا ہم نے شروع میں سوچا تھا، یہ افسوس ناک دن ہے، اگر اگلے چار نگہداروں کے گروالوں کو پتا چلے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے، وہ ایسا نہیں کہیں گے، اور یہ سوچنا کہ کل وہ چار نگہدار شاپ مایا کے لیے کام کر رہے ہوں گے، بھی زندگی ہے، میرے پیارے ابلاغ کی وزارت کے سربراہ، وزارتِ داخلہ، وزیر اعظم، وزارتِ داخلہ کا، اور، یہ وہ شریان ہے جو دھرمی تمام شریانوں کیا ہم ربوط کرتی ہے۔

☆☆☆☆

(5)

آپ سوچ سکتے ہیں، حکومت کی جانب سے، مایا کے ساتھ کیا گیا شرم ناک اطاعت گذاری کا معابدہ۔ مذاکرات کے دوران میں تمام تر انصاف کے بعد، اتنا آگے جاتے ہوئے کہ عاجز ایمان دار سرکاری ملازمین کل وقتوں کام کریں، جرائم پیشہ آرگانائزیشن کے لیے، آپ سوچ سکتے ہیں، اصول بات کرتے ہوئے، وہ مزید پستی میں نہیں گر سکتے تھے۔ افسوس، جب کوئی آنکھیں بند کر کے عملی سیاست کے معقول میدان میں آگے بڑھتا ہے، جب تاکہیت، نظر انداز کرتے ہوئے کہ فتح کے متن میں کیا لکھا ہے، ہدایت کا رکی چھڑی سنجاہاتی اور آرکسٹرا بھوتی ہے، تم یقین کر سکتے ہو کہ، ناگزیر منطق ذات کی بتائے گی کہ، اس کے باوجود اب بھی وہاں، چند مزید قدم پھیلنے کو ہیں۔ دفاع کی مختلف وزارت کے ذریعے جو، زیادہ ایمان دار وقتions میں، وزارتِ جنگ کی حیثیت سے جانی جاتی تھی، دستوں کا حکامات جاری کیے گئے، جو سرحدوں پر متعین تھے کہ خود کو محدود کریں مگر انی پر صرف، الف، سڑکوں کی، بالخصوص جو ہم سایہ ممالک کو جاتی تھیں، چھوڑتے ہوئے تمام، ب، اور، ج کے، کچھ راستوں، پک ڈنڈیوں، گذرگاہوں اور مختصر فاصلوں کی مقامی سڑکوں کے پے چیدہ جال کی، اہم و جوہات کی ہناپر کہ، پر سکون ماحول میں قیلولہ کریں۔ لامحالہ، اس کا مطلب تھا، اکثر دستوں کی چھاؤنی کو واپسی، جو جوانوں، بشمول، کارپورل اور کوارٹر ماسٹرز کے دلوں کو سرت بخششی ہے، جو مکمل طور پر اکتا چکے تھے، شب و روز مگر انی اور گشت کی ڈیوٹی سے، دوسری جانب، بے اطمینانی کے شدید جذبات پیدا کیے سارے ڈسٹرکٹس میں، جو بظاہر دوسروں کی نسبت فوج کے وقار اور قوی خدمت کا زیادہ احساس رکھتے ہیں، اگر ہاپسندیدہ گی کی یہ خفیف لہراتی بڑھ کر سینڈیلیجنٹوں تک پہنچے اور اس اضطراب کے کچھ اڑات فرست لیجنٹینوں تک پہنچ پائیں، حقیقت یہ ہے کہ، جب یہ کپتان کے درجے تک پہنچے گی، شدت میں دو گنی ہو جائے گی۔ قدرتا ان میں سے کوئی بھی حوصلہ کرے گا کہ بلند آواز سے مایا کا خطرناک لفظ ادا کرے، لیکن، جب وہ اس کے بارے میں آپس میں گفتگو کرتے، وہ رک نہیں سکتے تھے کہ، کیسے ان کی چھاؤنی والی سے پہلے کے دنوں میں انہوں نے

متعدد اریوں کو روکا، جو قریب المگ مریضوں کو لے جاری تھیں اور یہ کہ ہر ڈرائیور کے ساتھ وہاں ایک سرکاری نگہدار بیٹھا ہوتا جو دریافت کیے ہنا بھی پیش کرتا، تمام مطلوبہ مہروں، دست خطوں اور سیلوں کے ساتھ، وہ کاغذات جو، قومی مفاد کی بنابر، فوری اختیار عطا کرتے، فوری منتقلی، مریض مسکی یا مسامات فلاں فلاں کی کسی غیر معمین مقام تک، اور حجر ہوتا کہ، فوج ذمہ داری محسوس کرے کہ ہر نوع کی معاونت کرے یا یقینی ہائے کہ ہر لاری کے مسافر باحاظت اور کامیاب سفر کریں۔ ان میں سے کسی نے بھی معزز سار جھوٹوں کے ذہنوں میں کوئی شبہات نہ پیدا کیے، کم از کم سات موقع پر، یہ عجیب اتفاق ہوا کہ، نگہدار نے ان کو پڑھا کے لیے کاغذات پکڑاتے ہوئے واضح طور پر آنکھ ماری۔ ان مقامات کے درمیان زمینی فاصلے کو ڈھن میں لاتے ہوئے، جن میں دیہاتی زندگی کے یہ واقعات پیش آئے، سار جھوٹوں نے فوری طور پر یہ مفروضہ رد کر دیا کہ، شاید یہ ہوتا ہے، کیا ہم کہیں گے، ترجیحاً، ایک ہی جنس کے افراد کے مابین جسمی تغیب کے کھیل کا ذمہ معمی اشارہ، یا، سبقہنا، مختلف جنہوں کے درمیان، اگرچہ اس معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا، تاہم، ان نگہداروں کا مذبذب عیا تھا، یہ درست ہے کہ کچھ میں دوسروں کی نسبت زیادہ واضح، لیکن ان میں سے سب کارویہ ایسا تھا، جیسے سمندر میں بوٹ پھیک رہے ہوں جس کے اندر رہد کے لیے پیغام ہو، جس نے عقابی نگاہوں والے سار جھوٹوں کی رہنمائی کی کہ سوچیں، ہیں ان لاریوں میں دیکھے، بلیوں کے ملند، جو جب خود کا ظاہر کرنا چاہتی ہیں، ہمیشہ پیچھے دم کا سرا دھکائی دیتا ہے۔ پھر چھاؤنیوں میں واپسی کے مقابل توضیح احکامات آئے، ان کے بعد سرگوشیوں میں انواعیں آئیں، جنہوں نے کون جانے کیسے یا کہاں کا سوال اٹھایا، لیکن جو چند ہریں پھیلانے والوں نے رازدارانہ اشارہ دیا، شاید خود وزیر داخلہ سے ملی ہیں جب اخبارات کے اخبارات نے چھاؤنیوں میں پھیلے غیر صحت مند ماحول کا ذکر کیا، جب کہ حکومت کے قریبی اخبارات نے پوری قوت سے اسے روکیا کہ، الیکی زہر آلو دا فواہیں مسلخ افواج کے حوصلوں کو خراب کر رہی تھیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ مکان فوجی انقلاب کی افواہیں، اگرچہ کوئی اس مکان بغاوت کے مفروضہ اسہاب کی وضاحت نہیں کر سکتا، ہر جگہ پھیل گئیں، اور کچھ وقت کے لیے، عوامی مفاد کے سلگتے مسئلے کو، وہ مریض جو مر نے کے قابل نہیں تھے، پس منظر میں دھکیل دیا گیا۔ ایسا نہیں کہ مسئلہ بھلا دیا گیا، جیسا کہ اس وقت گردش کرتے ایک قول سے ثابت ہوا، جو کافی ہاؤسز کے باسیوں نے اکثر دہرا لیا، کوئی فوجی انقلاب آئے تو، اب ہمیں کم از کم اس بات کا یقین ہے، بھلے جتنی ایک دوسرے پر گولیاں چلا کیں، وہ کسی کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوں

گے۔ ہر ایک وقوع کر رہا تھا، کسی بھی وقت، تو میں یک جنگی کی ایک ڈرامائی اپیل با دشاد سلامت کی جانب سے، ایک اعلامیہ، حکومت کی جانب سے فوری اقدامات کے پیچ کا اعلان کرتا ہوا، بری افواج اور فضا یہ کی اعلیٰ کمائڈ کی جانب سے ایک اعلان، مساوئے بھریے کے، جو خلیل میں مکرے ملک کے لیے غیر ضروری ہے، ان کی آئینی، قانونی اختیارات پر غیر مترائل و فاداری پر، عدم اطمینان کا اظہار کرتا ہوا، اہل قلم کی جانب سے ایک منثور، فن کاروں کا اپنایا ہوا کوئی موقف، یک جنگی پر موسیقی کی کوئی تقریب، انقلابی اشتہارات کی کوئی نمائش، عمومی ہڑتاں جس کا بلا وہ دوڑیہ یونیون کی طرف سے ہو، بشپ کی جانب سے جاری کردہ پر اتحنا اور برست کی درخواست، اعتراض کی ایک تقریب، وسق پیانے پر پیلے، نیلے، سبز، سرخ، سفید، پھلشوں کی تقسیم، وہاں ایک عوامی مظاہرے، جس کے شرکا ہوں گے ہزارہا افراد، جو خود کو پاتے تھے، معطل موت میں، دار الحکومت کی مرکزی شاہراہوں سے گزرتے ہوئے، سڑپچروں پر، ہتھ گاڑیوں پر، ایمبلیسٹر میں یا اپنے تونمند بچوں کی پشت پر ساتھ، ماتھی جلوس کے آگے، ایک بڑا بیز، جس پر چند وغلوں کو قربان کرتی تھی، ہو، تاغرہ بن سکے، نہیں سکتے جو مر، ہم یہاں ہیں منتظر، تم سب کے سب، تاکہ وہیں رخصت، کی با تین بھی ہو رہی تھیں۔ آخر میں، ان میں سے کوئی بھی وقوع پوری نہ ہوئی۔ یہ درست ہے کہ مرنے والوں کی منتقلی میں ما پیا کی براہ راست مداخلت پر تشویش ختم نہ ہوئی، یہ درست ہے کہ بعد میں پیش آنے والے واقعات کے نتیجے میں ان کو دوبارہ مافذ کیا گیا، لیکن دشمن کی جانب سے ایک دھمکی نے صرف ایک گھنٹہ لیا کہ برا درکشی پر آمادہ روئے کو ٹھنڈا کر دے اور کلیسا، اشرافیہ اور عوام کے تین طبقات کو تقویت بخشے۔ کیوں کہ ملک کے ترقی پسندانہ نظریات سے قطع نظر، تینوں طبقات کا حال موجود تھے، کہ اپنے با دشاد کے گرد، اور کچھ قابل جواز تذبذب کے ساتھ، حکومت کے گرد بھی، جمع ہوں۔

خاک، جیسا کہ معاملہ تھا، چند الغاظ میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔

جچنچلا کر، اپنی سرز میں پر گورن کمائڈ وز کے مسلسل حملوں سے، بھٹے ما پیا کے ملازم ہوں یا اپنے طور پر خلاف ورزی کرنے والے، جو آتے تھے، اس غیر معمولی سرز میں سے جہاں کوئی نہیں مرتا، اور متعدد لا حاصل سفارتی احتجاجوں کے بعد، فیصلہ کیا، تین ہم سایہ ممالک کی حکومتوں نے، ایک متفقہ ایکشن میں، کہ اپنی افواج کو باہر نکالیں اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کریں، سخت احکامات کے ساتھ، کہ تیسری تنبیہ کے بعد گولی مار دیں۔ یہ قابل ذکر ہے کہ چند ما پیاوں کی موت گولی لگنے سے ہوئی، تقسیم کرنے والی لکیر کو عبور کرنے کے فوراً بعد غیر مملوک علاقے میں، کچھ ایسا جس کا ہم حوالہ دیتے ہیں، بالعموم،

پڑپور پیشہ وار انجمن خطرات کے، فوری طور پر استعمال کیا، پڑپور ایک عذر کے، آرگناائزیشن نے، کلائی ہیان کردہ خدمات کی فہرست میں انفرادی تحریک اور مہماں خطرات کے نام پر، معاونت کا اضافہ کر دیں۔ ماپیا کی انتظامیہ کے کچھ جزوی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے، آئیے، چلیں، اس جانب، جو اصل مسئلہ ہے۔ ایک مرتبہ پھر، مخصوصاً نہ حربے پر رونے کا لالاتے ہوئے، تا، ٹھیک، ٹھیک، حکومت کے تذبذب اور مسلح افواج کی اعلیٰ کمان کے شہادات کو، سارے ٹھوٹوں نے ابتداء کی اور سب کی نگاہوں میں قرار پائے، بڑھا وادی نے والے اور انجام کا رہیروں بھی، عوامی تحریک کے، جو آگے بڑھی، کہ عوام میں، چوراہوں پر، سڑکوں پر اور گلیوں میں، فوج کی، مخاہی جنگ پر واپسی کا مطالبہ کرے۔ ملک کو سرحد کی اس جانب، جدوجہد کرتے ہوئے، جن تشویش ہاک مسائل کا سامنا تھا، جیسا کہ یہ تھا، چار گنا، شاریاتی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی بحران کا سامنا، کوہنا چھوئے، لائق رہتے ہوئے، دوسرے مالک نے، بالآخر اپنے نقاب پھینک دیے اور دن دہاڑے اپنے پردے ہٹاتے ہوئے، سفاک حملہ اور اور سنگ دل سامراجی والا اپنا حقیقی چڑھا آشکار کر دیا۔ گھروں اور دکانوں میں، ریڈ یوپ، ٹیلی ویژن پر، اخبارات میں، ہر کوئی، پڑھتا اور سنتا کہ، وہ ہم سے حسد کرتے ہیں، وہ جلتے ہیں، اس حقیقت سے کہ، یہاں کوئی نہیں مرتا، بھی سبب ہے کہ وہ ہم پر حملہ کرنا اور بقید کرنا چاہتے ہیں، ہماری سرزی میں پر کیوں کہ اس طرح انھیں مرنا نہیں ہوگا۔ دو دن بعد مارچ کرتے، پوری قوت سے چپ وطن کے، مائلز، انقلاب فرانس، عظیم پر ٹکالیہ، جرمی اے جرمی، شہنشاہ زندہ باد، ستاروں کی سرزی میں، سرخ سلام اور لینن گراڈ، جیسے گیت گاتے اور پرچم لہراتے، سپاہی اپنے سورچوں کو، جوانوں نے چھوڑے تھے، لوٹے، اور وہاں اسلیخ میں غرق، استقامت سے متوجہ حملہ اور نام وری کے منتظر ہے، وہاں نتوہام وری تھی، نہیں حملہ ہوا۔ وہاں تھیں، اکا دکا فتوحات اور اس سے بھی کم سلطنت کی تغیری، کیوں کہ مذکورہ بالا ہم سایہ مالک صرف یہ چاہتے تھے کہ روکیں، بغیر کسی حقیقی جواز کے دفن ہونے، زبردستی گھس آنے والی اس نئی مخلوق کو، اور یہ اتنا برا نہ ہوتا، اگر وہ اتنا ہی کرتے کہ انھیں دفن کرتے، لیکن وہ انھیں وہاں لاتے کہ، مریں، قتل ہوں، دفع ہوں، ختم ہوں، کیوں کہ یہ ہوتا، معین تجویز لمحے پر جب وہ سرحد عبور کرتے، پاؤں پہلے تا سر آگاہ رہے کہ باقی جسم پر کیا گزر رہی ہے، یہ کہ غریب بد نصیب گز رگیا، اپنی آخری سانس لی۔ دو جی دار لٹکر ایک دوسرے کے مقابل تھے، لیکن دیا اب کے، اس سے قطعاً سرخ نہ ہوں گے۔ اس کا سرحد کے اس جانب کے لوگوں سے کوئی لینا دینا نہیں تھا، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ وہ نہیں مریں گے، بھلے مشین گن کے بہت سے انھیں دوکروں میں تقسیم

کر دیا جائے۔ اگر تسلیم شدہ سائنسی تجسس سے ہم اپنے آپ سے سوال کریں کہ، اس صورت میں جب اوجہزی ایک جانب ہوا اور آنتیس دوسری جانب، دو ٹکڑے کیسے فعال کی نو عیت کچھ بھی ہو سراف پورا پاگل ہی پہلی گولی چلانے کا سوچ گا۔ اور خدا کا شکر ہے، یہ کبھی نہ چلائی گئی۔ لہینا دوسری جانب کے چند سپاہیوں کے فیصلے کا نتیجہ کر، اس نہری سرزی میں کوہ باد کریں جہاں کوئی نہیں مرتا، یہی تھا کہ انھیں سیدھا واپس بھیجا جائے، وہاں، جہاں سے وہ آئے تھے، جہاں ایک فوجی عدالت ان کی منتظر تھی۔ یہ حقیقت اس پے چیدہ کہانی سے بالکل ہٹ کر ہے، جو ہم بیان کر رہے ہیں، اور، جس کے بارے میں ہم آئندہ بات نہیں کریں گے، لیکن ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ اسے دوات کی سیاہی میں گھول دیں۔ ممکن طور پر فوجی عدالت ملے کرے گی کہ، اپنی مشاورت میں شامل نہ کرے، داعی زندگی کی اصل تنا جو ہمیشہ سے انسانی دل میں مقیم رہی، کیا ہو گا اگر، ہم سب ہمیشور ہیں، یہ کہاں ختم ہو گی، مستغاث دریافت کرے گا، سہارا دیتے ہوئے اپنے کم زور دعاوی کو، اور دعا علیہ، کہنے کی ضرورت نہیں، اتنے حاضر دماغ نہیں کہ پچھتا جواب دیں، کیوں کہ انھیں کوئی اندازہ نہیں کہ یہ کہاں ختم ہو گی۔ ہم صرف یہی امید کر سکتے ہیں کہ وہ غریب مجرموں پر گولی نہ چلا کیں گے۔ تب واقعی، یہ کہا جا سکے گا کہ، وہ اون لینے گئے اور سرمنڈوا آئے۔

چلیے موضوع بدلتے ہیں، جب ہم نے، مافیا کے مرتب ہوؤں کی سرحدوں تک منتقلی میں بہاو راست ملوث ہونے کے شکوہ میں بٹلا ہوتے سارے ہنروں اور ان کے ساتھی سینڈ لیٹھنیوں اور کپتانوں کا ذکر کیا، ہم نے کہا کہ یہ شکوہ، اس کے بعد پیش آنے والے کچھ خاص واقعات کے نتیجے میں ہڑھے۔ وقت آگیا ہے کہ آشکار کیا جائے کہ وہ کیا تھے اور وہ کیسے پیش آئے۔ اس کم مایہ گمراہی کی مثال دیتے ہوئے، جس نے یہ سارا سلسہ شروع کیا، جو ماپیا کر رہا تھا، سیدھے سادے الفاظ میں، سرحد عبور کرنا، مردوں کو فن کرنا اور اس خدمت کے عوض معمولی رقم لینا ہے۔ اس فرق کے ساتھ کہ، انھوں نے کوئی توجہ نہ دی، جگہ کی خوب صورتی پر اور، کبھی زحمت نہ کی کہ اپنی یادداشت میں پہاڑیوں یا راستوں کا اندر اراج کریں جو ممکن طور پر، مستقبل میں آنسو بھاتے، اپنے مذموم اعمال پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے، افراد خاندان کی مدد کریں، کہ پھر سے قبر تلاش کریں اور اپنے فعل پر مردے سے معافی کے خواست گار ہوں۔ یہ سمجھنے کے لیے غیر معمولی ذہانت اور حاضر دماغی کی ضرورت نہیں کہ مجاز کی دوسری جانب متعین افواج نے تلفیں کے سلسلے میں سنجیدہ رکاوٹیں ڈالنا شروع کیں، جو اس وقت تک بلا روک نوک جاری

تحمیں۔ ما پیا وہ نہیں ہو گا جو وہ ہے، اگر وہ مسئلے کا حل تلاش نہ کرے۔ حقیقت میں یہ باعثِ شرمندگی ہے اگر، آپ ہمیں اجازت دیں کہ چھوڑتے ہوئے، غیر معمولی ذہین والش مندوں کو جوان مجرمانہ تنظیموں کو چلا رہے ہیں، اگر سیدھے اور نگہ راستے، قانون کے احراام اور بائیبل کی والش مندانہ صحت سے، جو ہم سے توقع کرتی ہے کہ ہمیں آج کی روٹی خون پسینہ کر کے کمائی چاہیے، ہنا ہوتا، لیکن، حلقہ حقائق ہیں، اور جب تنظیم کے افسوس ناک الفاظ دہراتے، آہ، یہ بات بتاتے ہوئے میرا دل دکھی ہے، ہم یہاں رکھیں گے تکلیف وہ خبر، اس ترکیب کی جو مایا نے استعمال کی کہ، اس مشکل سے، جو ایسا کرنے سے پہلے ہر بجت سے ناقابل حل نظر آنے والی تھی، عہدہ بردا ہوں۔ ناہم، یہ شاید ہوا سی طرح کہ وضاحت کی جائے کہ لفظ علیل (sick)، جو رزمیری شاعر نے عفریت ایڈم سور کے منہ سے ادا کروالی، عمیق معنوں میں اس حوالے سے، افراد، رنجیدہ، غم زده مراد ہیں، لیکن اب کچھ برسوں سے عام لوگ سمجھتے ہیں، اور بالکل صحیک ہی کہ، وہ اس شاندار لفظ کا استعمال کر سکتے ہیں، ظاہر کرنے کے لیے کہ احساسات، بے زاری کے، تغیر کے، کراہت کے، جن کا، جیسا کہ کوئی بھی جان سکتا ہے، کوئی تعلق نہیں ان احساسات سے، جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ کوئی بھی الفاظ کے استعمال میں زیادہ احتیاط نہیں ہوتا سکتا، وہ اسی طرح اپنی سوچ بدلتے ہیں جس طرح انسان۔ ترکیب اتنی سادہ نہیں تھی، سائیج ہنانے کی طرح، انھیں بھریں، انھیں دبا کیں اور کوکلوں پر رکھ دیں، معاملے میں وقت لگا، اسے ضرورت تھی، ایجنٹوں کی، مصنوعی موٹھیں اور ہیئت جن کے جھججے آنکھوں پر جھکے ہوں، کوڈ والے ٹیلی گرام کی، خفیہ لاہمیں والے سرخ ٹیلی فون پر گفتگو کی، چورا ہوں پر نصف شب کی ملاقاتوں کی، پھر وہنے کے نیچے دبائے گئے پیغامات کی، وہ تمام طریق جن کی پہلے مذاکرات میں نہان دہی کی گئی، جب، کہنے کو، وہ بساط پر نگہ داروں کی زندگیوں سے کھیل رہے تھے۔ کسی کو قطعاً نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ مشقیاں، جیسا کہ پہلے والے معاملے میں خالصتا و طرف تھیں۔ اس ملک جس میں کوئی نہیں مرتا کے ما پیا، اسی طرح ہم سایہ ممالک کے ما پیاز نے بھی حصہ لیا، ان مذاکرات میں، کیوں کہ یہی واحد راستہ تھا کہ، ہر مجرمانہ تنظیم کی اس قومی نظام میں، جس میں وہ کام کرتی ہے اور اس کی متعلقہ حکومت کی آزادی محفوظ رکھی جائے۔ یہ ہوتا، قطعاً ناقابلِ قبول، شدید قابلِ ندمت، ان ممالک میں سے ایک کے ما پیا کے لیے، کہ دوسرے کی انتقامی سے، براہ راست بات کرے۔ ناہم، معاملات اس حد تک نہ پہنچ، تا حال ایسا کرنے سے روکے گئے تھے، جیسے اقدار کی بچی کچی نشانی تو می خود مختاری کے مقدس نظریے سے، ایک اصول جو ما پیاز کے لیے

بھی اتنا ہم ہے جتنا حکومتوں کے لیے اور، جب کہ مکمل طور پر قابل فہم ہے آخراً ذکر کئے لیے، شاید آپ رکھیں اپنے تحفظات جب یہ ہوں جرائم پیشہ نظریوں سے متعلق، تا آس کہ آپ کو یاد آئے کہ کتنی حادثہ بیکیت کے ساتھ اپنی مقبوضات کی، اپنے پیشہ وار ان رقبوں کے غلبے کی آزو سے حفاظت کرتے ہیں۔ ان سب کو منضبط کرتے ہوئے، عام اور خاص کو اکٹھا کرنا، کچھ کے مفادات کو کچھ کے مفادات سے متوازن کرنا، کوئی آسان کام نہیں تھا، جو واضح کرتا ہے وہ طویل، اکتا دینے والے، انتظار کے یہ بفت، سپاہیوں نے وقت گزارا، لا کوڈ پیکرلوں پر ایک دسرے کی اہانت کرتے ہوئے، اگرچہ، ہمیشہ اس امر کا خیال رکھتے ہوئے کہ جد سے نہ بڑھیں، زیادہ درست نہ ہوں، اس صورت میں جارح کسی مخصوص مرکھے لیفٹیننٹ کرنل کے پاس جائے گا اور، جہنم کے بندوں کا نامیں گے۔ سب سے بڑا، پے چیدہ اور لمبا کھینچنے والا عنصر، مذاکرات کو، یہ حقیقت تھی کہ، دسرے ملکوں کا کوئی مایاقدرو قیمت کے حامل ٹکالداروں کی نیم نہیں رکھتا تھا اور اسی لیے یہاں، وہ حکومت پر دباؤ ڈالنے کے ناقابلِ مراجحت ذرائع سے محروم تھے۔ اگرچہ مذاکرات کا یہاں ایک پہلو بھی آشکار نہیں ہوا، سوائے افواہوں کے صورت کے، یہ سونپنے کی ثابت وجوہات ہیں کہ ہم سایہ ممالک کی افواج کے درمیانی عہدوں پر فائز کمانڈرز نے، اپنے اعلیٰ آفیسران کی فیاضانہ آشیرباد کے ساتھ، اپنے آپ کو یہ باور کرنے کی اجازت دی، صرف خدا جانتا ہے کہ کس قیمت پر، مقابی ماپیا کے ترجمان کے دلائل کے نتیجے میں، جن میں مسئلے کا حل موجود تھا، ناگزیر، آمد و رفت سے، آئے بڑھنے اور پیچھے پلٹنے سے، اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ کسی بچے کو بھی یہ خیال سوچھ سکتا تھا، لیکن اسے حقیقت کا روپ دینے، اسے ہو گا، جسے ہم اس شعور کہتے ہیں پیش کر، جانا، ماپیا کے بھرتی کے دفتر کے دروازے تک جانا، اور کھنکھلانا، اور کہنا، میری الہیت مجھے یہاں لائی ہے، مجھ سے وہ کام لیں جو آپ چاہتے ہیں۔

جامع، پچھلی اور تھاط زبان استعمال کرنے والے بلاشبہ سوال انھائیں گے، اگر یہ تجویز اتنی ہی سادہ ہے تو ہمیں، کم از کم پریشان کن صورت حال تک، اتنا اوت پنائگ ہونے دینے کی کیا ضرورت ہے۔ جواب اتنا ہی سادہ ہے، اور ہم اسے بیان کریں گے ایک تازہ اور مروج اصطلاح استعمال کرتے ہوئے، جو ہمیں امید ہے، ہو گی، کچھ کے مکانہ خیال میں، بھی کھاتے کوگارے سے تھیزنا، اور یہ اصطلاح، سیاق و سبق ہے۔ اب ہر کوئی جانتا ہے کہ سیاق و سبق سے ہماری کیا مراد ہے، لیکن اس میں ٹکلوک ہو سکتے ہیں کہ آیا ہم نے تیجیا استعمال کیا ہے، متروک ذمہنی پس منظر کو، جو مزید پر آں حقیقت سے کالم اہم آہنگ نہیں۔ بیان کیا گیا سیاق و سبق صرف پس منظر ہی نہیں تھا، بل کہ وہ تمام، ان گزت مشاہدہ کیے

گئے موضوع اور اتفاقی خط کے درمیان پائے جانے والے اسباب کی وضاحت بھی کرتا ہے۔ تب یہی بہتر ہو گا کہ تم اسے بنیادی ڈھانچے کا نام دیں، جی ہاں، بنیادی ڈھانچے، اور اب جب کہ تم نے بالآخر اسے واقعی اچھی طرح تکمیل دے لیا ہے، وہ وقت آگیا ہے کہ سامنے لاایا جائے تکنیک کی نوعیت کو جس سے ماپیا سمجھتا تھا کہ، کسی بھی تصادم کے امکان سے، جو ممکن طور پر نقصان دہ ہوان کے مفادات کے لیے، پچا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ تم اگر چکے ہیں، ایک بچہ بھی اس نتیجے پر پہنچ سکتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ پیار کو سرحد پار لے جایا جائے، اور، جب وہ مریض یا مریضہ مر جائے تو اس مریض یا مریضہ کو واپس لاایا جائے، تاکہ، اسے اپنے اصل ملک کی مادرانہ آنکھ میں فن کیا جائے۔ ایک بے عیب، صحیح ترین اور لفظ کے حقی، معین معانی میں شمات۔ جیسا کہ تم دیکھے چکے ہیں، مسئلہ حل کیا گیا، کسی فریق کی ساکھم کیے ہیں، اور چاروں افواج، جن کے پاس اب کوئی جواز نہیں تھا، کہ حالت جنگ میں سرحدوں پر موجود ہیں، اطمینان سے پیچھے بہت سختی تھیں، جب سے ماپیا نے تجویز دی، سیدھی سادی، کہ اندر رجاء میں اور واپس لوٹ جائیں، مرنے والے اسی لمحگز رجاتے، جب انھیں دوسری جانب منتقل کیا جانا، اور اب انھیں ضرورت نہیں تھی، کہ ایک منٹ کے لیے بھی لٹکائیں، لے دے کر وہ وقت جو یہ مرنے کے لیے لیتا، اور وہ، جو ہمیشہ سے مختصر ترین لمحہ رہا ہے، صرف ایک سانس، بس بھی کچھ، چنانچہ آپ تصور کر سکتے ہیں، کہ یہ کیسے ہو گا، اس معاملے میں، ایک شیخ جو اپنا کم بھجھ جاتی ہے، ہنا کسی کے پھونک مارے۔ انجامی آرام دہ موت بھی اتنی آسان اور پسکون نہیں ہو گی۔ نئی صورت حال کا سب سے دل، حسپ پہلو یہ ہے کہ ملک جس میں کوئی نہیں مرتا کاظماً عدل خود کو پاتا ہے، ہنا کسی قانون کے، جس کی ہنا پر حرکت میں آیا جائے، مدد فین کرنے والوں کے خلاف، ہمیشہ فرض کرتے ہوئے، کہ وہ واقعی چاہتے تھے، اور صرف اس ہنا پر نہیں، کہ وہ شریفانہ معاهدہ، جسے حکومت، ماپیا سے کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ یہ انھیں قتل انسانی کا موردا الزام نہیں بھرا سکتا، کیوں کہ، تکنیکی پہلو سے، کسی کا قتل نہیں ہوا، اور اس قابل مذمت عمل سے بھی، اور اگر کوئی اسے بیان کرنے کا باہتر راستہ تلاش کر سکتا ہے، تو مہربانی کر کے کرے، واقعہ دوسرے ملک میں ہوتا ہے، اور انھیں بھی مردے کو فن کرنے کا الزام نہیں دیا جاسکتا، جب کہ وہ مرنے والے کا قدرتی مقدر ہے، اور انھیں شکرگزار ہوا چاہیے، کہ وہاں کوئی ہے، جو یہ ذمہ داری اٹھانے پر آمادہ ہے، تاہم آپ یہ دیکھیں، یہ ہر دو، جسمانی اور نفیا تی، نکتہ نظر سے تکلیف دہ ہے۔ وہ دیے جاسکتے ہیں زیادہ سے زیادہ، الزام، کہ کوئی ڈاکٹر موجود نہیں تھا کہ موت کی تصدیق کرے، یہ کہ، مدد فین قواعد پر پورا نہیں اترتی، جو انھیں فن کرنے کے

لیے طے کیے گئے، اور کہ، جیسے اسی طرح کی بات سنی کر دی گئی، نہ صرف قبر پر نشانی نہیں لگائی گئی، بل کہ، جوں ہی، پہلی مرتبہ شدید بارش ہوئی اور رخیز زمین میں زم و گداز، اہلہتے، بھر پور پودے اگے، وہ منظر سے غائب ہو جائے گی۔ تمام مشکلات کوڑہن میں رکھتے ہوئے، اور سوچتے ہوئے کہ، کہیں اپیلوں کے سیلاں میں نہ کھنس جائے، جس میں ماپیا کے گھاگ، عیار، پکے سازشی وکلا سے بے رحمی سے غرق کر دیں، قانون نے فیصلہ کیا، کہ صبر سے انتظار کرے کہ معاملات کیارخ اختیار کرتے ہیں۔ یہ تھا، انتہائی دلش مندا نہ رویہ، جو ٹھک کے شابے کے بغیر اپنا یا جا سکتا ہے۔ ملک بے مثل اضطراب کی کیفیت میں ہے، جو طاقت ہوئی چاہیے، متنبدب ہے، مقنترہ کھوکھلی، اخلاقی قدریں تیزی سے بدلتی ہیں، اور معاشرتی آداب کے احراام کا زوال سماج کے تمام طبقات کو بہائے جا رہا ہے، شاید تقدیر کو بھی علم نہیں کروہیں کہاں لیے جا رہی ہے۔ وہاں، افواہ ہے کہ ماپیا ایک اور زبانی معاہدے کی کوشش کر رہی ہے، تکفین و مدفن کی صنعت سے، اس امید پر کہا پی کا دشون کو معمولیت عطا کریں اور کام پھیلانیں، جس کا مطلب ہے، عمومی، روزمرہ زبان میں کہ، وہ مردے فراہم کریں گے، اور تکفین و مدفن والے ان کے دفن کرنے کے وسائل اور تکنیکی مہارت کے ذریعے مدد کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماپیا کی تجویز کو تکفین و مدفن والوں، اکتائے ہوئے، جو اپنا ہزار سالہ علم، اپنا تجربہ، اپنی مہارت اور اپنے پیشہ وہ مامیوں کا طائفہ، جنائزوں کے انتظام پر، کتوں کے، بیلوں کے اور لئیاریوں کے، اسی طرح کبھی کبھار کا کاتوئی طوطے، تیش زدہ کچھوے، پا تو گہری یا گرگ کے بچے، جسے اس کا مالک کندھے پر اٹھائے پھرنا تھا، پر ضائع کرتے کرتے اکتائے ہوئے تھے، کی جانب کھلی باہوں کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ انہوں نے کہا، ہم اتنی پستی میں کبھی نہیں گرے تھے۔ اب مستقبل روشن دکھائی دیتا تھا، توقعات، پھولوں کے تختوں کے مانند کھل اٹھیں، یقیناً، کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے، تناقص کی قیمت پر کہ، مدفن کی صنعت نے دوبارہ جنم لیا۔ اور یہ سب ماپیا کے مہربانِ دفتر اور ختم نہ ہونے والی دولت کی تجویزیوں کی عنایت سے ہوا۔ اس نے امدادی رقم دی کا روبار کو، دارالحکومت میں، اور ملک بھر کے دوسرے شہروں میں کئی شاخص قائم کریں، اور ماپیا تھا، یقیناً، مناسب طور پر تلافی کرنا، ہر حدود کے نزدیک مقامات پر، انتظامات کیے کہ ایک ڈاکٹر موجود ہے، جب، مرنے والے شخص کو سرحد سے ادھر واپس لاایا جائے، اور کسی کو ضرورت ہو، کہ، اس کے مرا ہوا ہونے کی تصدیق کرے، اور مقامی کنسلووں کے ساتھ معاملات طے پائے کہ، جب وہ اس پر عمل کرنا چاہے، قطع نظر دن یا رات کے وقت کے، ماپیا کے زیر تجویل متوفی کی مدفن کو فوری تر جیج دی

جائے۔ لامحال، یہ سب بہت بڑی رقم کا مقتاضی تھا، لیکن، اب جب کہ مزید اور اضافی خدمات پر احتese
 تھیں، اداگی کا، منافع بخشن کار و بار چلتا رہا۔ پھر، متینہ کیے ہنا، نل، جس سے فیاضانہ فراہمی مسلسل
 جاری تھی، قریب المrg مریضوں کی، بند ہو گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ خاندان نے، ضمیر کے کچھ کے سہتے
 ہوئے، ایک دوسرے تک یہ بات پہنچائی کروہا پنے پیاروں کو مرنے کے لیے اتنا دوڑنیں بھیجیں گے،
 اگر، مجازی معنوں میں، ہم نے ان کا گوشت کھایا ہے تو اب ہمیں ان کی ہڈیاں بھی چھانا ہوں گی، کہ ہم
 یہاں صرف اچھے قتوں کے لیے نہیں ہیں، جب ہمارے پیاروں میں طاقت اور صحت قائم تھی، ہم یہاں
 ہم سے اور بدترین وقت کے لیے بھی ہیں، جب وہ ہو جائیں، جیسے بدبو دار جیتھرے جیسے، جنہیں دھونے کا
 کوئی جواز نہیں۔ تخفین و مدفنین والے سرت کی لہروں سے مایوسیوں میں ڈوب گئے، واپس گردیے
 گئے، پستی میں دفاترے کی، کنیاریوں اور بلیوں، کتوں اور دوسرے پالتو جانور، کچھوے، کا کا تو نی طوطے،
 گلہری کو، لیکن گرگٹ نہیں کیوں کہ صرف وہی تھا جو اپنے آپ کو مالک کے کندھے پر گھانے لے جانے
 دیتا۔ ماپیا پسکون رہا، اپنے اعصاب قائم رکھے، اور فوری طور پر تحقیق شروع کی کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ
 بالکل سادہ تھا۔ خاندانوں نے انھیں بتایا، اگر چہ ہمہ ان الفاظ میں نہیں، کہ رازداری سے کام کرنا ایک
 چیز تھی، اپنے پیاروں کو موت تک پہنچانا، رات کی تاریکی میں، اور جب کوئی ذریعہ نہیں کہ ہم سائے جان
 سکیں کہ وہاں حال اپنے تکلیف وہ بستر پر اذیت سہ رہے ہیں یا سیدھے اوپر جا چکے ہیں۔ جھوٹ بولنا،
 دکھی لجھ میں کہنا، ابھی ہیں، بے چارے، آسان تھا، جب آپ پہلو کے دروازے والی ہم سائی سے
 سیڑھیوں پر ملیں اور اس نے پوچھا، دادا، اب کیسے ہیں۔ اب ہر شے مختلف ہو گی، وہاں موت کا تصدیق
 نامہ ہو گا، قبرستان میں کتبے ہوں گے، جن پر نام اور خاندانی نام کندہ ہوں گے، چند گھنٹوں کے اندر تمام
 حادث، افواہ ساز ہم سائے جان جائیں گے، دادا جان فوت ہوئے، صرف اس طرح، جس طرح مرے کے
 تھے، جس سے مراد ہے، سیدھے سمجھا کہ ان کے اپنے نالم، احسان فراموش خاندان نے انھیں سرحد پر
 بھیجا۔ اس سے ہمیں شرمدگی کا احساس ہوتا ہے، انھوں نے اعتراف کیا۔ ماپیا نے سن اور کہا، وہ اس پر
 غور کریں گے۔ اس نے چوبیں گھنٹے سے زیادہ نہیں لیے۔ پرانی پیڑھی کے نا جان کی مثال سامنے
 رکھتے ہوئے، مرنے والے نے مرنا چاہا تھا، چنانچہ، موت کے تصدیق نامے پر پطور، خودکشی، ان کی
 موت ہو گی۔ نل ایک مرتبہ پھر کھل گیا۔

(6)

اس ملک میں جہاں کوئی نہیں مرنا ہر فتنے اتنی خراب نہ تھی، جیسی ہم نے ابھی بیان کی ہے، نہ ہی، اس معاشرے میں جو ہمیشہ زندہ رہنے کی امید اور کبھی نہ مرنے کی تشویش میں تقسیم تھا، آیا حر یہس ماپیار و ہوں کو بگاڑتے ہوئے ہر شعبے میں اپنے پنج گاڑنے میں کامیاب ہو گیا، جسموں کو مٹیج بناتے اور باتی ماندہ پرانی قدر روں کو تباہ کرتے ہوئے، جب کسی ایسی لمحے کا حامل لفافہ، جس سے رشتہ کی مہک آتی، فوراً مرسل کو لوٹا دیا جاتا، مخفیوں اور واضح موقف اپناتے ہوئے، ہیں السطور کچھ ایسا، اس رقم سے آپ اپنے بچوں کے لیے کچھ کھلوٹے خرید لیں، یا، آپ کو یقیناً غلط پتہ تالیما گیا ہے۔ عزت، اس وقت ایک قابل فخر صورت تھی جو تمام طبقات کی پہنچ میں تھی۔ تمام باقوں کے باوجودو، سرحد پر فرضی خودکشیوں اور گھناؤنی سو دے بازیوں کے باوجودو، روح پانیوں پر ہرا تی رہی، عظیم سمندر کے پانیوں پر نہیں، کیوں کہ وہ دور دوسری دھرتیوں پر تھا جیسیں مارتے تھے، البتہ جھیلوں اور دریاؤں پر، نہیں اور نالوں پر، بارشوں کے بعد پہنچ والے پانی کے تالابوں پر، کنوں کی چمکتی تہوں پر، وہ مقام جہاں کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ آسمان کتنا بلند ہے، اور اگر چہ یہ عجیب لگے گا، آرائشی چھپلی گھر کی پر سکون سڑپر بھی ہرا تی رہی۔ یہ وہ خاص وقت تھا جب وہ خالی ذہن سے اس شہری چھپلی کو تک رہا تھا جو اس وقت سانس لینے سڑپر آئی اور تب اس نے سوچا، قدرے کم خالی ذہن سے، اسے کتنا عرصہ ہوا جب اس نے پانی بدلا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ چھپلی کیا کہنا چاہتی ہے، جب وہ بار بار پانی کی ہم وار سڑک کو توڑتی ہے، یہ وہ خاص القائلی لمحہ تھا جب مبتدی فلاسفہ کو عطا کیا گیا ایک واضح، مکمل سوال جو اٹھائے گا شدید جذباتی اور پر جوش تازع ایکا یے ملک کی ساری تاریخ میں جہاں کوئی نہیں مرنا۔ یہ ہے، جو آرائشی چھپلی گھر کے پانی پر ہرا تی روح نے مبتدی فلاسفہ سے دریافت کیا، تم نے کبھی سوچا ہے کہ کیا تمام جانداروں کے لیے موت یک سامنہ ہے، بھلے وہ جانوروں، بیشمول انسانوں کے، یا پودے، گھاس جس پر تم چلتے ہو یہ سو میراونچے” sequoia dendron “giganteum، تک، کیا موت جو کسی ایسے آدمی کو قتل کرتی ہے جو جانتا ہے کہ وہ مرنے والا ہے ویسی

ہی ہوگی جیسے ایک گھوڑے کی جو بھی نہیں جانے گا۔ اور یہ کہ، اس نے بات بڑھائی، خود کو کوئے میں بند کرنے، اندر سے چھپنے لگانے کے بعد کس مرحلے پر ریشم کا کیز امرنا ہے، ایک زندگی کا جنم دوسرا کی موت سے کیسے ممکن ہے، پتھر کی زندگی لا روے کی موت سے، ان کے زد یک ایک ہی ہیں یا مختلف، یا، کیا ریشم کا کیز انہیں مرنا کیوں کہ پتھر ابھی زندہ ہے۔ مبتدی فلاسفہ نے جواب دیا، ریشم کا کیز انہیں مرنا لیکن اونٹے دینے کے بعد پتھر مرجائے گا، خوب، میں تمہاری پیدائش سے بھی پہلے سے آگاہ ہوں، آرائشی مچھلی گھر کے پانیوں پر لہراتی روح نے کہا، ریشم کا کیز انہیں مرنا، جب پتھر نے پرواز کی تو کوئے میں کوئی لاش نہیں تھی، لیکن، جیسا کہ تم نے کہا، ایک کا جنم ہوا دوسرا کی موت سے، اسے کایا کلپ کہا جاتا ہے، یہ سب جانتے ہیں، مبتدی فلاسفہ نے مشفقاتہ کہا، یا ایک زبردست خوش آہنگ لفظ ہے، پیان اور یقین دہنیوں سے لبریز، تم نے کایا کلپ کہا اور آگے بڑھ گئے، لگتا ہے تم نہیں سمجھتے کہ الفاظ انشان ہیں جنہیں ہم اشیا پر چھپاں کر دیتے ہیں، بذاتِ خود اشیا نہیں ہیں، تم کبھی نہ جانو گے کہ اشیا حقیقت میں کہیں ہیں، نہ ہی ان کے اصل نام کیا ہیں، کیوں کہ جو نام تم انہیں دیتے ہو وہ صرف وہ نام ہیں جو تم نے انہیں دیے، ہم میں فلاسفہ کوں ہے، نہ تم نہیں میں، تم صرف ایک مبتدی فلسفی ہو، اور میں صرف وہ روح جو آرائشی مچھلی گھر کے پانی پر لہراتی ہے، ہم موت کے بارے میں بات کر رہے تھے، نہیں، موت کے بارے میں نہیں، اموات کے بارے میں، جو میں نے پوچھا تھا، یہ تھا کہ ایسا کیوں ہے کہ انسان نہیں مر رہے، جب کہ باقی جانور مر رہے ہیں، کچھ کی عدم موت باقیوں کی بھی عدم موت کیوں نہیں، سہری مچھلی کی زندگی کا اختتام کب ہوتا ہے، اور میں تمہیں منتخب کرتی ہوں، اس کے آنے میں دری نہیں لگے گی، اگر تم نے یہ پانی نہ بدلا، آیا تم اس اہل ہو گے کہ اس کی موت سے جان پاؤ کرو وہ دوسرا موت کس سے ہوگی، ان وجہ سے جو تم نہیں جانتے، تم محفوظ دکھائی دیتے ہو، پہلے، جب لوگ مرتے تھے، چند موقع پر جب میں نے خود کو ان لوگوں میں موجود پایا، جو گزر چکے تھے، میں نے کبھی نہیں سوچا کہ ان کی موت ولی ہی ہوگی، جس طرح ایک دن میں مروں گا، کیوں کہ تم میں سے سب کی اپنی اپنی موت ہے، جب تم پیدا ہوتے ہو اسی وقت سے اسے ایک خفیہ مقام پر چھپا کر رکھتے ہو، یہ تمہاری ہے اور تم اس کے ہو، اور جانوروں اور پوتوں کا معاملہ کیا ہے، خوب، میرا خیال ہے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے، ہر ایک کی اپنی موت ہے، اتنی اموات، جتنے جاندار وجود میں آئے، موجود ہیں اور وجود میں آئیں گے، ایک طرح سے، ہاں، تم اپنی ہی لفظی کر رہی ہو، مبتدی فلاسفہ نے تعجب کا اظہار کیا، اموات کی جو ہر فرد کی گمراہی کرتی

ہیں، اگر سکتے ہیں، مدد و در دو رانیہ کی زندگی کی اموات، مطیع اموات، جو خود بھی اس کے ساتھ مر جاتی ہیں جسے مارتی ہیں، ان کے اوپر ایک بڑی موت ہو گی، وہ جو جان داروں کے آغاز سے بنی نوع انسان کی گمراں ہے، یعنی ان میں سلسلہ مراتب ہے، بالکل، میرا بھی خیال ہے، جیسے جانوروں کے لیے ہے، یک خلوی امیبا سے نیلی وہیں تک، ان کے لیے بھی، اور پو دوس کے لیے، کائی سے عظیم امر میں تاڑ کے درخت تک، جو چوں کر بہت بڑا ہے، قبل ازیں تم نے اس کا ذکر اس کے لاطینی نام سے کیا، جہاں تک میرا علم ہے، ایسا ہی معاملہ تھیں پیش آتا ہے، پس ہر شے کی اپنی ذاتی ناقابل بیان موت ہوتی ہے، ہاں، اور پھر مزید دو عمومی موتیں، پہلی فطرت کی ہر عمل داری کے لیے، بے شک، اور یہ ہے جہاں یہ ختم ہوتی ہے، اموات کی تفویض کردہ ذمہ دار یوں کا سلسلہ مراتب، مبتدی فلسفی نے دریافت کیا، اگر میں اپنے تخلیق کی حد امکان تک جاؤں، میں ایک اور موت دیکھ سکتا ہوں، سب سے بالا، عظیم موت، وہ کون سی موت ہے، وہ جو کائنات کو بتاہ کر دے گی، وہ جو واقعی موت کے نام کی حق دار ہے، اگرچہ جب وہ پا ہو گی، وہاں کوئی نہیں پہنچے گا کہ اس کا نام لے سکے، باقی چیزیں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں، معمولی سے بڑھ کے کچھ نہیں، بس غیر ضروری تفصیلات ہیں، یعنی یہاں صرف ایک موت نہیں ہے، مبتدی فلاسفہ نے بلا ضرورت، غیر یقینی انداز میں کہا، بالکل بھی ہے جو میں اگر رہی ہوں، یعنی، اس موت نے، جو ہماری موت ہوتی تھی، کام کرنا چھوڑ دیا ہے، لیکن باقی، جانوروں اور پو دوس کی اموات نے، اپنے اپنے شبے میں کام کرتے ہوئے، کام جاری رکھا ہے، یعنی وہ خود مختار ہیں، کیا اب تم سمجھ گئے، ہاں، تھیک ہے، اب جاؤ اور باقی سب کو بتاؤ، آرائشی مچھلی گر کے پانی پر پہرا تی روح نے کہا۔ اور یہ ہے، جس سے تاز عکا آغاز ہوا۔

آرائشی مچھلی گر کے پانی پر پہرا تی روح کے جراث مندانہ نظریے کے خلاف پہلی دلیل یہ تھی کہ اس کا پیش کننہ، با ضابطہ فلاسفہ نہیں تھا، بل کہ صرف ایسا طالب علم تھا جو اس بنیادی نصابی یک خلوی نامیے جیسی ابتدائی کتب سے کبھی آگئے نہیں گیا، اور جیسے وہ کافی نہیں تھیں، یہ مبارکات ادھر سے، ادھر سے اور ہر جگہ سے، بکھرے ٹکڑوں میں، رنگ و صورت کے شدید اختلاف کے باوجود انہیں، سوئی تا گے ہاں، یک جا پونے کے لیے، اکٹھی کی گئی تھیں، یہ تھا، مختصر، جسے کوئی اضافی کردار یا بھان متی کا کہہ سکتا ہے۔ اگرچہ، اصل میں مسئلہ نہیں تھا۔ یہ درست ہے کہ نظریے کا غالباً آرائشی مچھلی گر کے پانی پر پہرا تی روح کی کاوش تھا، تاہم، ضرورت اس امر کی ہے کہ گزشتہ صفات کے کاملے کو دوبارہ پڑھا جائے تا اس دل پر سوچ کی تخلیق میں مبتدی فلاسفہ کی معاونت کی نشان دہی ہو، اگرچہ صرف اپنے سامع کے

کردار میں، ایک جدیاتی عنصر، جو، جیسا کہ سب جانتے ہیں، سفرات کے وقت سے ناگزیر رہا ہے۔ ایک چیز تھی، کم از کم، جو نظر انداز نہیں کی جاسکتی، وہاں انسان نہیں مر رہے تھے، مگر باتی جاندار مر رہے تھے۔ جہاں تک پوتوں کا تعلق ہے، کوئی، بھلے حیاتیات سے بے بہرہ ہو، پہ آسانی دیکھ سکتا ہے کہ، پہلے کے مانند، وہ اگر رہے تھے، پیتاں نکال رہے تھے، پھر مر جھا اور مکمل خٹک ہو رہے تھے، اور اگر اس آخری مر حلے کو، بوسیدگی کے ساتھ یا بغیر بوسیدگی کے، مرنے نہیں کہا جاسکتا، پھر شاید کوئی ہو، جو ایک بہتر تعریف تخلیق کر سکے اور پیش کر سکے۔ یہ حقیقت کہ، یہاں انسان نہیں مر رہے تھے، مگر باتی تمام زندہ اشیاء مر رہی تھیں کو، ایک مفترض نے کہا، صرف پہ طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ، دنیا سے معمولات، معمول، کہنے کی ضرورت نہیں، خالص اور سادہ لفظوں میں، مکمل طور پر نہیں اٹھائی گئیں، اور جب ہماری باری آئے، مرا ہو گا۔ مرنے اور اس بحث میں نہ پڑنا کہ، آیا یہ موت ہماری پیدائش کے ساتھ ہماری تھی، یا، آیا یہ وہاں سے گزر رہی تھی اور ہم پر نظر پڑ گئی۔ دوسرے ملکوں میں لوگوں کا مرنा جاری رہا، اور لگتا نہیں تھا کہ، کسی جست سے باسی اس سے ناخوش ہوں۔ آغاز میں، جیسا کہ فطری ہے، وہاں حد تھا، وہاں سازشیں تھیں، یہاں تک کہ، ہم نے یہ سب کیے کیا، جانے کی خاطر سائنسی سرائغ رسانی کی غیر معمولی کاوش تھی، لیکن، جب انہوں نے دیکھا کہ مسائل ہمیں گھیر رہے ہیں، ہمیں یقین ہے ان ملکوں کے لوگوں کے احساسات، ان الفاظ سے بہترین انداز میں بیان کیے جاسکتے ہیں۔ ہمارے پاس خوش قسمتی کا بہترین راستہ موجود ہے۔

کیسا، حسب توقع، اپنا معروف اسپر جگلی، عمل خداوندی، نامی دوزاتا مناظرے کے میدان میں کودا، ہمیشہ کے مانند، پراسرار انداز میں، جس سے مراد ہے، کچھواہد زبان کی غلطیوں کا رنگ لیئے ہوئے عامیوں کی زبان میں، ہم جست کے دروازے کی جھری سے اندر نہیں جھاک سکتے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ کیسا نے یہ بھی کہا کہ قدرتی علیت و حلول کا عارضی اور مختصر یا طویل اھٹاع حقیقت میں ان ہونا نہیں، مفترض کو صرف یاد کرنا ہو گا گز شہر میں صدیوں کے دوران میں واقع ہونے والے بے شمار مجرمات کو، فرق صرف یہ ہے، موازنہ کرتے ہوئے اس سے جو اس وقت ہو رہا تھا، معاملے کا عظیم پیانا، جو کبھی کسی ایک فرد کو پہ طور انعام عطا کیا جاتا تھا، اس کے ذاتی ایمان کے عوض، کو بدل دیا گیا تھا غیر افرادی، عالمی تھا، ایک پورے ملک کو عطا کرنے سے، پس آگے سکتے ہیں، دائی زندگی عطا کرنے والا آپ حیات، اور صرف ایمان لانے والے ہی نہیں، جو، جیسا کہ خالصتاً منطقی ہے، بخشے جانے کی توقع کر سکتے تھے، مل کر بشویں دہریے، مادہ پرست، بعدت، مرتد، ہر قسم کے کافر، دوسرے مذاہب کے پیروکار،

اچھے، بے اور بدترین، پاک بازا اور مایا کے رکن، جلا اور پھانسی کے منتظر، چور اور سپاہی، خون بھانے والے اور خون عطیہ کرنے والے، فائزِ اعقل اور ذی عقل، سب، بلا استثناء مجرمات کی ساری تاریخ میں پیش آنے والے غلطیمہ زین مجرے، وجود کی وائی زندگی کا روح کی حیاتِ اپدی سے بندھن، کے شاہد تھے اور مستقید ہو رہے تھے۔ کیتوں کا کام ہے، بیٹھے سے بالا، اپنے سلسلہ کے ٹانوںی مراتب پر فائزِ مجرمات کے متلاشی مخصوص افراد کی پیش کردہ ان سری حکایات سے مخلوق نہ ہوئے، اور انہوں نے ایک واضح پیغام میں اہل ایمان کو مطلع کیا، جس میں، خداوند کے ناقابل فہم بھیدوں بھرے طریق کا ناگزیر حوالہ دینے کے بعد، انہوں نے قبل ازیں کاڑی میل کا افراطی میں پیان کردہ نظریہ، بحران کے اہتمائی چند گھنٹوں میں، ٹیلی فون پر اس گفتگو کے دوران میں، جو انہوں نے وزیرِ اعظم سے کی تھی، دہرا یا، جب، خود کو پوپ فرض کرتے اور خداوند سے ایسی لفوسوچ پر معافی کی استدعا کرتے ہوئے، اس نے التوانے موت کا ایک نیا نظریہ پیش کرنے کا سوچا تھا، بالعموم سراہی گئی واںشِ دوران پر بھروسہ کرتے ہوئے، جو ہمیں بتاتی ہے کہ لازماً وہ کل آئے گی جس میں آج ناقابل حل و کھاتی دینے والے مسائل حل ہوں گے۔

اپنے پسندیدہ اخبار کے مدیر کے مامخط میں، ایک قاری نے موت کے خود کو التوانے میں ڈالنے کے نظریے کو تسلیم کرنے پر کامل آمادگی ظاہر کی، تاہم سوال اخْلایا، انتہائی ادب سے، کیا اسے بتایا جا سکتا ہے کہ کیمسا کو اس کا علم کیسے ہوا، اور اگر وہ تنازیادہ جانتا ہے تو لازماً یہ بھی جانتا ہو گا کہ یہ التوا کب تک جاری رہے گا۔

ایک ادارتی نوٹ میں، اخبار نے قاری کو یاد دلایا کہ یہ صرف ایک تجویز تھی، اور ایک ایسی جس پر حال عمل نہیں کیا گیا، جس سے یقیناً مراد ہے، اس نے بحثِ سیمنی، کیمسا کو حقیقت کا اتنا ہی علم ہے جتنا ہمیں، جو ہے، کچھ علم نہیں۔ اس مرحلے پر کسی نے ایک مضمون یہ مطالبه کرتے ہوئے لکھا کہ بحث کو اس سوال پر واپس لایا جائے جس سے یہ پہلی شروع ہوئی تھی، کیا موت ایک ہے یا متعدد، ہم موت کا ذکر واحد میں کریں گے یا جمع میں، اور اس وقت جب کہ میرا قلم میرے ہاتھ میں ہے، میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ کیمسا، ایسا بہم موقوف اپنا کر صرف وقت نالئے اور کچھ کرنے سے پچھے کی کوشش کر رہا ہے، کیوں کہ، جس معمول، یہ شدومہ سے مینڈک کی ناگ پر کچھ باندھنے کی کوشش کر رہا ہے، پہلی وقت خرگوش کے ساتھ دوزتے ہوئے کتوں کے ساتھ ٹکار کرنا ہے۔ ان عوای اقوال میں سے پہلے نے کچھ صحابیوں کو الجھن میں ڈال دیا، جنہوں نے قبل ازیں اپنی زندگی میں اسے نہ پڑھا تھا۔ نہ ساتھا۔ چنانچہ اس چیستیاں کو دیکھ کر، اور صحت مند پیش وارانہ مسابقت سے تحریک پا کر، انہوں نے الماریوں سے لفادات نکالیں جن

سے وہ مضمایں اور خبریں لکھتے ہوئے وفات فتا استفادہ کرتے تھے، اور یہ جاننے کی کوشش کی کریا آپی مخلوق وہاں کیا کر رہی ہے۔ انھیں کچھ نہ ملا، یا، کسی حد تک، انھیں مینڈک ملا، انھیں ناگ ملی، انھیں کچھی ملی، لیکن جو وہ نہ کر پائے، یہ تھا، کہ جب ان تین انظلوں کو یک جا کیا جائے تو کیا معنی بنیں گے۔ تب ان میں سے ایک کو خیال سوچا کہ اس بوزٹھے دربان کو بلائے جو سالوں پہلے دور دراز علاقوں سے آیا تھا اور جس پر سب ہستے تھے کیوں کہ یہ تمام عرصہ شہر میں گزارنے کے باوجود وہ اب بھی اپنے بولتا تھا جیسے چوڑے کے پاس بیٹھا اپنے پوتے پوتیوں کو کہانیاں سنارہا ہو۔ انھوں نے اس سے دریافت کیا، کیا اسے اس قول کا علم ہے اور اس نے جواب دیا، بالکل، علم ہے، انھوں نے سوال کیا، کیا اس کے معنی آتے ہیں اور اس نے جواب دیا، ہاں، آتے ہیں، تو پھر سمجھا وہ، مدیر اعلیٰ نے کہا، کچھی، لکڑی کا ایک لکڑا ہوتا ہے جسے نوٹی ہڈی باندھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اتنا تو ہم جانتے ہیں، لیکن اس کا مینڈک سے کیا لیا دیتا، اس کا سارا لیما دینا مینڈک سے ہے، کیوں کہ کوئی بھی مینڈک کی ناگ پر کچھی نہیں رکھ سکتا، کیوں نہیں، کیوں کہ مینڈک اتنی دریتک اپنی ناگ ایک حالت میں نہیں رکھتا، تو پھر اس قول کا کیا مطلب ہے، اس کا مطلب ہے کہ کوشش کا کوئی جواز نہیں، کیوں کہ مینڈک آپ کو نہ نہیں دے گا، لیکن قاری جو کہنا چاہتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا، بالکل، یہ اس وقت بھی استعمال ہوتا ہے جب کوئی واضح طور پر وقت نالئے کی کوشش کر رہا ہو، یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ہم کہتے ہیں، وہ مینڈک کی ناگ پر کچھی باندھنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور یہ ہے جو کیسا کر رہا ہے، ہاں، جناب، یعنی جس قاری نے یہ لکھا بالکل درست لکھا، بالکل، میرا یہی خیال ہے، اگر چہ سبقئینا، میرا یہ کام ہے کہ نظر رکھوں کہ کون اس دروازے سے اندر آتا اور باہر جاتا ہے، تم نے ہڑی مدد کی، کیا آپ نہیں چاہتے کہ میں دوسرے قول کی وضاحت کروں، خرگوش اور کتوں والا، نہیں، ہمیں اس کا علم ہے، یہ ہمارا روزمرہ کا معمول ہے۔

موت واحد یا جمع اموات کا تازع، جس کا آغاز آرائشی محفل گر کے پانی پر لہراتی روح اور مبتدی فلاسفہ نے کیا، کا اختتام یا طریقہ ہوتا یا معيشت دان کے مضمون میں بیان کیا گیا مضمون ہوتا، ظاہر نہ ہوا، اگر چہ خود اس نے اعتراض کیا، شاریاتی ریاضی اس کی تخصیص نہیں، اس نے خود کو موضوع پر گزارے لاکن شناساً گرداناً عوام سے دریافت کرنے پہنچ کر کیسے تقریباً میں سال کے عرصے میں، ایک سال کم یا زیادہ، ملک سمجھتا ہے کہ اس قابل ہو گا کہ ان لکھوکھا افراد کو پیش ادا کرے جو مستقلًا از کار رفتہ ہونے کی بنا پر پیش پائیں گے اور ہمیشہ اسی طرح رہیں گے اور جن میں بے دردی سے لاکھوں مزید شامل یکے

جاتے رہیں گے، اب قطع نظر ان کے کہ آپ نے بیانیاتی عمل کیا جدیاتی، تباہی یقینی تھی، اس کا مطلب ہو گا افرا تفری، بدّنگی، بیاست کا دیوالہ ہوا، مکمل گھبراہت (peut qui sauve) کا کیس، جس کے علاوہ کوئی نہیں پہنچے گا۔ اس ہول ناک تصور کے سامنے، مابعد الطبیعت و انوں کے پاس کوئی راہ نہ تھی سوائے اکتا دینے والی تسبیحات دہرانے کے اور وقت موعود کا انتظار کرنے کے، جو ان کے تصور آخرت کے مطابق، بالآخر ہر مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل کر دے گا۔ درحقیقت، لوٹتے ہوئے معیشت و ان کے پریشان کن دلائل کی جانب، حساب کرنا بہت آسان تھا، اگر فعال آبادی کا ایک معین حصہ اپنی قومی یہودا کر رہا ہے، اور غیرفعال آبادی کا ایک معین حصہ راڑھ ہے، بھلے بڑھاپ سے ہو یا مخدوری سے، اور نتیجے میں اپنی پیش کے لیے فعال آبادی سے ہصولی کر رہے ہیں، اور فعال آبادی غیرفعال آبادی کے مقابل میں مسلسل کم ہو رہی ہے، اور غیرفعال آبادی مسلسل بڑھ رہی ہے، یہ سمجھنا مشکل ہے کہ، فوری طور پر کیوں کسی نے نہ دیکھا موت کے غائب ہونے کو، پہ ظاہر بلند، بالا، سرت عظیم دھانی دینے والی، درحقیقت، کوئی اچھی چیز نہیں تھی۔ فلاسفہ اور تجزیہ کار پہلے تو اپنے استغراق کے جنگل، تقریباً اور صفر، جو غیر مہذب لوگوں کا وجود اور عدم کہنے کا طریق ہے، میں کھو گئے، پیشتر اس کے کشور غیر رومانوی انداز میں، کاغذ اور قلم ہاتھ میں لیے آئے، الف + ب + ج سے بتائے کہ وہاں فوری توجہ کے طالب کچھا ہم معاملات تھے۔ جیسا کہ قیاس کیا جا سکتا ہے، انسانی نظر کا تاریک پہلو جانتے ہوئے، جیسا کہ ہم ہیں، جب معیشت و ان کا متنبہ کرنے والا مخصوص شائع ہوا، آبادی کے صحت مند حصے کا رویہ، بستر مرگ پر مرتے ہو ہیں کی جانب، خراب ہو گیا۔ اس وقت تک، اگرچہ ہر فرد مختلف تھا کہ بوڑھے اور پیار بہت سی مشکلات اور مسائل پیدا کرتے ہیں، اس کے باوجود یہ سمجھا جانا تھا کہ ان سے احترام کا سلوک کسی مہذب معاشر کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے، اور نتیجتاً، اگرچہ کبھی کبھی اس سلسلے میں کچھ کوشش کرنا پڑتی، نگہداشت سے، جس کی انھیں ضرورت ہوتی، کبھی غفلت نہ مرتی جاتی اور، چند استثنائی معاملات میں، اس نگہداشت کو روشنیاں گل کرنے سے قبل درمندی اور پیار کے بولوں سے شیریں بھی بنایا جاتا۔ یہ بھی حق ہے، جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، کہ وہاں کچھ اپنے خالم خاندان بھی تھے جو اپنی ناقابلِ علاج غیر انسانیت کے زیر اڑ خود کو اجازت دیتے کرتے آگے نکل جائیں کہ، پسینے میں شرابو اور انسانی فضلات سے واٹھ دار چادروں کے درمیان لامتناہی مرتے ہوئے خستہ حال انسانی باقیات سے نجات حاصل کرنے کی خاطر، ماپیا کی

خدمات حاصل کریں، لیکن وہ ہماری ناپسندیدگی کے متعلق ہیں، جیسا کہ بارہ بیان کی گئی لکڑی کے پیالے کی کہانی میں بیان کیا گیا کہہ ہے، اگرچہ، جیسا کہ آپ دیکھیں گے، وہ آخری لمحے پر آٹھ سالہ بچے کے مہربان دل کی عنایت سے تھی لعنت سے فیض گیا۔ اور ہم اسے یہاں خیال کی بصیرت کے لیے بیان کریں گے جو اسے نہیں جانتی، اس امید پر کہ بچانہ یا حساس ہونے کی بنا پر اس کا مذاق نہیں اڑا کیں گے، تو، سنو، اس اخلاقی سبق کو، ایک دفعہ کا ذکر ہے، قدیم کہانیوں کے دلیں میں، وہاں ایک خاندان جو، ماں، باپ، دادا، جو باپ کا باپ تھا، اور قبل از یہ بیان گئے آٹھ سالہ بچے پر مشتمل تھا، رہتا تھا۔ اب دادا بہت بوڑھے تھے اور اسی وجہ سے ان کے ہاتھ رعش سے کپکاتے تھے اور جب وہ میز پر ہوتے تو بسا اوقات اپنا کھانا گرا دیتے، بیان کے بیٹے اور بھوکے لیے شدید جھنجھلا ہٹ کا باعث بنتا، جو انھیں ہمیشہ تاکید کرتے رہتے کہ کھانا بڑی احتیاط سے کھائیں، لیکن غریب ہرے میاں، بھلے جتنی بھی کوشش کرتے، اپنی لرزش پر قابو نہ پاسکتے، جو، جب بھی وہ انھیں روکتے، مزید بڑھ جاتی، چنان چہ وہ ہمیشہ میز پوش کو داغ دار کرتے رہتے یا فرش پر کھانا گراتے رہتے، رومالوں کا ذکر نہ کرتے ہوئے جو وہ ان کی گردن کے گرد اڑتے اور دن میں تین مرتبے، ناشتے پر، دوپھر کے کھانے پر اور رات کے کھانے پر تبدیل کیے جاتے۔ یہ تھی صورتِ حال، جس میں بہتری کی کوئی امید نہیں تھی، جب بیٹے نے فیصلہ کیا کہ نا خوش گوار صورتِ حال ختم کرے۔ وہ ایک لکڑی کا پیالہ لے کر گھر آیا اور اپنے باپ سے کہا، آئندہ آپ یہاں کھائیں گے، دلیز پر بیٹھ کر، کیوں کہ اسے صاف کرنا آسان ہے، اور آپ کی بہو کو ان گندے رومالوں اور میز پوشوں سے پہننا نہیں پڑے گا۔ اور ایسا ہی ہوا، ناشتے، دوپھر اور رات کے کھانے پر ہر سے بیان تھا، دلیز پر بیٹھتے، کھانا منڈنک لے جانے کی اپنی سی کوشش کرتے، نصف رات میں گراتے ہوئے، جب کہ بقا یا نصف میں سے کچھ ٹھوڑی پر گر جاتا، بچا کچھا تھوڑا سا اندرون جسے عام آدمی حلق کہے گا، سے، اتنا۔ ایسا لگتا کہ پوتے پر اس کے دادا سے روا رکھے جانے والے ظالمانہ سلوک کا کوئی اثر نہیں تھا، وہ انھیں دیکھتا، پھر اپنی ماں اور باپ کو دیکھتا، اور کھانا کھاتا رہتا جیسے اس کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ پھر ایک سپہر جب باپ کام سے گھر آیا، اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ لکڑی کا ایک تکڑا چھیل رہا ہے اور سمجھا کہ وہاپنے لیے کوئی کھلونا بنا رہا ہے، جیسا کہ اس پرانے زمانے کا معمول تھا۔ اگلے روز، البتہ، اسے احساس ہوا کہ لکڑی کا کوئی کھلونا گاڑی نہیں بنا رہا، اور اگر وہ تھا تو کم از کم، اسے نظر نہ آیا کہ پہلے کہاں لگیں، چنان چہ اس نے دریافت کیا، تم کیا بنا رہے ہو۔ لڑکے نے ظاہر کیا کہ اس نے نہیں سن اور چاقو کی نوک سے لکڑی چھیلتا

رہا، یہ ان دنوں کی بات ہے جب والدین تھوڑے کم ڈر و ہوتے تھے اور فوراً اپنے بچوں کے ہاتھ سے
 کھلوانے بنانے کا اتنا کار آمد اک چھین نہیں لیتے تھے۔ تم نے میری بات نہیں سنی، میں نے پوچھا ہے تم اس
 لکڑی کے لکڑے سے کیا بنارہے ہو، باپ نے دوبارہ سوال کیا، اور اس کے بیٹھنے، جو وہ کر رہا تھا،
 سے نظر اٹھائے بغیر، جواب دیا، میں پیالہ بنارہ ہوں تاکہ جب آپ بوڑھے ہوں اور آپ کے ہاتھ
 لرز نے لگیں اور آپ کھانا کھانے کے لیے طیز پر بھیجے جائیں، جس طرح آپ نے دادا سے کیا۔ ان
 الفاظ میں جادو تھا، اس کی آنکھوں سے پتی اتر گئی، اس نے بچ اور اس کی روشنی دیکھی، اور فوراً اپنے والد
 سے معافی مانگنے لگیا، اور جب شام کے کھانے کا وقت ہوا، اس نے کرسی پر بیٹھنے میں ان کی مدد کی، چیज
 سے انھیں کھانا کھلایا اور احتیاط سے ان کی ٹھوڑی صاف کی، کیوں کہ اس وقت تک وہ ایسا کر سکتا تھا، اور
 اس کے پیارے بانیوں۔ پھر کیا ہوا، تاریخ بنانے سے قاصر ہے لیکن ہم یقینی طور پر جان سکتے ہیں کہ
 لڑکے کا چھینکنا رک گیا اور لکڑی کا لکڑا تا حال وہیں ہے۔ کسی نے اسے چھینکنا نہ چاہا، شاید اس لیے کہ وہ
 نہیں چاہئے تھے کہ سبق بھولے یا شاید انھوں نے سوچا شاید کبھی کوئی اس کام کو عکمل کرنا چاہے، جو یقیناً
 ممکن ہے اگر ہم فطرت انسانی کے تاریک پہلو کے بیچ لٹکنے کی بے پناہ صلاحیت کا تصور کریں۔ جیسا کہ
 کسی کا کہنا ہے، ہر وہ کام جو ہو سکتا ہے ہو گا، یہ صرف وقت کی بات ہے، اور اگر ہم اسے نہ دیکھ پائیں
 جب ہم موجود ہیں تو یا اس وجہ سے ہو گا کہ ہم اتنا عرصہ زندہ نہیں رہے۔ تا ہم، ایسا ہے کہ ہمیں ہر تصور،
 تختہ نقاشی کے بائیں جانب کے رنگوں سے بنانے کا ملزم نہیں گر دانا جانا، کچھ کا مانتا ہے کہ اس اخلاقی
 حکایت کو ٹیلی ویژن کے مطابق ڈھاننا، کسی اخبار نے جسے اجتماعی یا داداشت کی گرد سے اتنی الماری سے
 نکالا اور اس کے جالے جھاڑے، ممکن ہے خاندانوں کے غیر مطمئن ضمروں کی مدد کرے، روحانیت کی
 غیر مادی روایت کو پرانے چڑھانے کو بحال کرنے میں، جس کی کبھی معاشرہ پر ورش کرتا تھا، مادیت پرستی
 نے، جو حال ہی میں حاوی ہوئی ہے، ان عزم اور قدر کیا، جنہیں ہم محبوب سمجھتے تھے، لیکن جو حقیقت میں،
 ایک ہاگوار اور ناقابل علاج اخلاقی کمزوری کی حقیقی تصور ہے۔ چلیں، اب ہمیں امید ترک کر دیئی
 چاہیے۔ جوں ہی لڑکا پر دے پر نمودار ہوا ہم قائل ہو گئے، ملک کی نصف آبادی رومال کی تلاش میں بحث
 جائے گی تا اپنے آنسو بٹک کریں اور بقايا نصف، شاید زیادہ صابر مزاج ہوتے ہوئے، خاموشی سے اپنے
 چہرے پر آنسو بھئے دیں، کسی غلط کام پر نداشت یا تلافی کے اظہار کا بہتر طریق ضروری نہیں کہ بے روح
 لفظ ہو۔ آئیں، امید کریں کہ اب بھی ہمارے پاس وقت ہے کہ دادا، مانا کو بچائیں۔

غیر متوقع طور پر، اور وقت کے تقاضے سے نا بلد ہونے کا قابلِ مدت اظہار کرتے ہوئے، روشن خیالوں نے اس حاس وقت کا انتخاب کیا کہ ان کی آواز سنی جائے۔ تعداد میں وہ کچھ زیادہ نہ تھے، حتیٰ کہ، ایک سیاسی جماعت تکمیل دینے اور برقاعدگی سے انتخابات میں حصہ لینے کے باوجود، متفقہ میں بھی ان کی کوئی نمائندگی نہیں تھی۔ اس کے باوجود، وہ خاصاً معاشرتی رسوخ رکھنے کی ڈیگنیں مارتے تھے، بالخصوص ادب اور فنِ لطیفہ کے حلقوں میں، مختلف موقع پر منشور شائع کرتے، پژوهشیت مجموعی، خوب بنا سنوار کر لکھتے ہوئے، ہمیشہ شاستر اور تشفیٰ آمیز ہوتے۔ جب سے موت غائب ہوئی تھی انہوں نے زندگی کی کوئی علامت ظاہر نہیں کی تھی، نہی، جیسا کہ کوئی موقع کر سکتا ہے، انتخاب پسند حزب اختلاف سے کہ قریب المرگ مریضوں کی شرم ناک منتقلی میں مایپا کی حصہ داری کے بارے میں وضاحت مانگے گی۔

اب ملک میں چیلتے ہوئے اضطراب سے، جیسا کہ یہ، خود کو پورے کرہ، ارض پر منفرد گردانے کے گھمنڈ اور شدید بے چینی کہ پوری دنیا میں کہیں اور ایسا نہیں کے درمیان مختص تھا، فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ وہاں سوال اٹھا رہے تھے، نظام حکومت پر، دائیں نہ بائیں، ہوتے ہوئے، ازروعے شخص بادشاہت کے مخالف اور تاج کے دشمن، انہوں نے سوچا کہ انہوں نے جمہوریہ کے لازمی اور فوری قیام کے حق میں ایک ولیل ڈھونڈی ہے۔ انہوں نے کہا یہ عمومی منطق کے خلاف ہے کہ کسی ملک کا کوئی ایسا بادشاہ ہو جو کبھی نہیں مرنے کا اور جو، بھلے وہ حکومت سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کرے، عمر کی زیادتی یا ذہن کے انحطاط کی بنا پر، بادشاہی رہے گا، اولین، تاج ورروں اور دست بردار ہونے والوں کے لامختتم سلسلے میں، اپنے بستر ویں پر پڑے موت کے منتظر بادشاہوں کا، جو کبھی نہیں آنے کی، نہ ختم ہونے والا سلسلہ، اور یہ زندہ آدھے مردہ بادشاہوں کی ندی جو، الایہ کیل کی راہ داریوں میں رکھے جائیں، بالآخر ہونے جائیں اور انجام کارمانہ پائیں شاہی مقابر میں جہاں ان کا جل گرفت آبا وصول کیے گئے تھے اور جواب بالتوں اور بوسیدہ وجود سے جدا ہڈیوں، خنوش شدہ بقايا جات، کے علاوہ کچھ نہیں تھے۔ اس سے زیادہ منطقی کیا ہو گا کہ معینِ مدتِ عجده کے ساتھ جمہوریہ کا ایک صدر ہو، ایک زیادہ سے زیادہ دو مدت کا اختیار، اور پھر وہ اپنی پسند کی راہ پڑنے، اپنی مرضی کی زندگی بر کرے، خطبات دے، کتابیں لکھے، موضوعاتی اجلاسات، مذاکرات اور محافل میں شریک ہو، علمی نشتوں میں دلائل کے ساتھ اپنا موقف پیش کرے، استقبالیوں میں شریک ہوتے ہوئے دنیا کی سیر کرے، سکرٹ کی لمبائی کا فیشن بد لئے اور اوزون کی کمی کے ماحول کے اڑات پر، اگر کوئی ماحول ہے، تبرہ کرے، مختصر، جواس کامن چاہے، وہ کر سکے۔ یہ بہتر ہو گا اس

سے کہ، روزانہ اخبارات میں پڑھیں اور سنیں ریپو اور سلی ویژن پر غیر متبدل طبی خبر نامہ، تا حال کوئی تبدیلی نہیں، شاہی شفاق انوں کے مریضوں کے بارے میں، جنہیں، یہ نوٹ کیا جائے، پہلے ہی دو مرتبہ وسیع کیا جا چکا ہے، جلد ہی پھر وسیع کیے جانے والے ہوں گے۔ یہاں شاہی شفاق انوں کے لیے جمع کا صینہ استعمال کرنا اس امر کی علامت ہے کہ، جیسا ہمیشہ، پتالوں اور ایسے دوسرے مقامات پر ہوتا ہے، مردوں کو عورتوں سے الگ رکھا جاتا ہے، یعنی، باادشاہ اور شہزادے ایک جگہ ہوں گے، ملائیں اور شہزادیاں دوسری جگہ ہوں گی۔ روشن خیال اب لوگوں کو للاکار رہے تھے کہ اپنی اصل ذمہ داریوں کو سمجھیں، اپنی قسمت اپنے ہاتھوں میں لیں تاکہ ایک نئی زندگی کی شروعات کریں اور نئی آنے والی صحبوں کی جانب پھولوں بھری راہوں کے مزے اٹھائیں۔ اب کے ان کامشوں صرف ادیپوں اور فن کاروں کا ذکر نہیں کرتا تھا، معاشرے کے باقی طبقات بھی مستقبل کی صحبوں کو جانے والی پھولوں بھری راہوں پر چلنے کے لیے اتنے ہی آمادہ تھے، اور نتیجہ تھا تا نید میں نئے جنگ جو وہ کا ایک غیر معمولی سیل رواں، جو مرنے مارنے پر تلاخا جو، بالکل اپنے جیسے مچھلی پہلے بھی اور بعد میں بھی مچھلی ہی ہوتی ہے، تاریخ میں گم ہو گئے قبل اس کے کوئی سمجھتا کہ یہ ایک تاریخی واقعہ ثابت ہو گا۔ بدستمی سے، آنے والے دنوں میں، ان مستقبلیں، روشن خیال پیغام برداروں کے نئے حامیوں کے شہری جذبات کا زبانی اظہار، جو ہمیشہ سے اتنے مہذب نہ تھے جتنے ان کے با اخلاق ہم عصر روشن خیال تو قرئے تھے۔ کچھ نے تو بے ہو گی کی انجمنی حد پار کر لی، پہ طور مثال، جب اپنے شہنشاہ معظم کا ذکر کر رہے تھے، کہتے ہوئے کہ، وہ تھوڑے میں چھلوں والے گدوں یا ساعت سے محروم چوپا یوں کو کیک کھلانے کے لیے تیار نہیں، نفس ذوق کے حامل تمام لوگ متفق تھے کہ اپنے الفاظ صرف، قابل قبول ہی نہیں، قابل معافی بھی ہیں۔ یہ کہنا کافی ہو گا اور ہر فرد کو سمجھنا ہو گا کہ ریاستی خزانہ اس اہل نہ ہو گا کہ شاہی خاندان اور اس کے متعلقہ کے اخراجات میں مسلسل اضافے کی اعتماد جاری رکھے۔ یہ حقیقت تھی، لیکن ناگوار نہیں تھی۔

یہ روشن خیالوں کی جانب سے شدید حملہ تھا، لیکن، اس مضمون کے پریشان کن احتمالات نے، زیادہ اہم، کہ بہت جلد، مذکورہ بالا ریاستی خزانہ متحمل نہیں ہو گا کہ، پڑھاپے اور نا امیت کی پیش جاری رکھے، جس کی کوئی انتہا دکھائی نہیں دیتی، باادشاہ سلامت کو آمادہ کیا کہ وزیر اعظم کو مطلع کیا جائے کہ وہ غیر رسمی ملاقات، اکیلے، بنا شیپ ریکارڈ ریکارڈ کسی نوع کے گواہ کے، چاہتے ہیں۔ وزیر اعظم وقت مقررہ پر پہنچے، مراج شاہی کے بعد خاص طور پر مادر ملکہ کے بارے میں دریافت کیا، جو سال کے آغاز سے

کنہیتِ مرگ میں تھیں، لیکن جو اس کے باوجودو، بہت سے دوسروں کے ماتندا، تا حال فی مت تیرہ مرتب سانس لے رہی تھیں، اگر چنان کا وجود، بستر پر تنی شاہی شہنشی تلے چوت پر اتحاد و زندگی کی چند اور علامات بھی ظاہر کرتا تھا۔ باادشاہ سلامت نے اس کا شکر یا ادا کیا اور گویا ہوئے، مادر ملکا اپنی شکایف اس خون کے شیانِ شان وقار سے برداشت کر رہی ہیں جو ان کی رگوں میں تا حال دوزر ہا ہے، اور پھر اینہے کے نکات کی طرف آئے، جس میں اولین روشن خیالوں کا اعلانِ جنگ تھا۔ میں قطعاً نہیں سمجھ پایا کہ یہ لوگ کس طرح کی سوچ رکھتے ہیں، انہوں نے کہا، اہر ملک اپنی تاریخ کے بدترین بحران میں پھنسا ہوا ہے، اور ادھر وہ نظام بد لئے کیا تھیں کر رہے ہیں، اور، گھبرا نے کی کوئی بات نہیں، جناب، جو وہ کر رہے ہیں، وہ ہے صورتِ حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جسے وہ، اپنی حکومت کا منصوب، کہتے ہیں، کی تشریف، اندر سے، وہ کچھ نہیں ہیں، سوائے غریب چھلی کے شکاریوں کے جوانہ تھائی گد لے پانی میں مچھلیاں پکڑ رہے ہیں، اور، یہ کہنے دیجیے، چب وطن کے فقدان کا افسوس ناک مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یقیناً، جناب، روشن خیالوں کے قوم کے بارے میں جو نظریات ہیں انھیں صرف وہی سمجھ سکتے ہیں، اگر، ایسا ہے، وہ انھیں سمجھتے رہیں، مجھاں کے نظریات میں ذرہ بہادر دل چھپتی نہیں، جو میں تم سے جانتا چاہتا ہوں کہ، کوئی ایسا امکان تو نہیں کہ وہ نظام بد لئے کی کوشش کریں، ان کی تو پاری یہاں میں نمانندگی تھک نہیں، جناب، میں جس طرف اشارہ کر رہا ہوں وہ ہے، تختہ اللئے کی کوشش، انقلاب، قطعاً نہیں، جناب، عوامِ مغلبوطی سے اپنے باادشاہ کے ساتھ ہیں، اور مسلح افواج قانونی حکومت کی وفادار ہیں، یعنی، میں مطمئن ہوں، جناب، پوری طرح باادشاہ نے اپنی ڈائری میں روشن خیال کے لفظ کو کانا، اور کہا، بہت خوب، پھر انہوں نے دریافت کیا، اور پیشوں کی عدم ادائیگی، یہ سب کیا ہے، ہم انھیں ادا کر رہے ہیں، جناب، لیکن آنار اچھے نہیں، پھر ضرور میں نے اسے غلط پڑھا ہوگا، میں سمجھا تھا ایسا ہو چکا ہے، کیا ہم کہیں گے، ادا ادائیگیوں کی معطلی نہیں، جناب، جناب، لیکن، جیسا میں نے کہا ہے، مستقبل یقیناً انتہائی پریشان کن ہے، کس پہلو سے، ہر پہلو سے، جناب، بیاست گتے کے گمراہی طرح بکھر سکتی ہے، کیا صرف ہمارا ملک ہے جو خود کو اس صورتِ حال میں پاتا ہے، باادشاہ نے دریافت کیا، نہیں، جناب، طویل دورا یے میں مسئلہ سب کو متاثر کرے گا، لیکن ابھیت مر نے اور نہ مر نے کے درمیان فرق کی ہے، ایک بنیادی فرق، اگر آپ مجھے کھل کر کہنے پر معاف فرمائیں، مذدرست چاہتا ہوں، لیکن میں سمجھ نہیں پایا، دوسرا ملکوں میں، مرنا لوگوں کا معمول ہے، لیکن یہاں، جناب، جناب، ہمارے ملک میں، کوئی نہیں مرتا، صرف مادر ملک کی مثال لیں، یہ یقینی

نظر آتا تھا کہ وہ مر رہی ہیں، لیکن، نہیں، وہ تا حال یہیں موجود ہیں، ہمارے لیے باعثِ سرست ہے، لفینا، لیکن درحقیقت، میں مبالغہ سے کام نہیں لے رہا، پچھنا مغضبوط ہے اور بالکل ہماری گردنوں کے گرو، اور اس کے باوجود افواہ ہیں سنی ہیں کہ کچھ لوگ مر رہے ہیں، یہ حق ہے، جناب، لیکن یہ سمندر میں سے بے مشکل ایک قطرہ ہے، سب خاندان اتنا آگئے نہیں جاسکتے کہ یہ قدم اٹھائیں، کیسا قدم، اپنے مرلنے والے کو خود کشی کی گرانی کرنے والی تنظیم کے حوالے کرنے کا، لیکن میں سمجھا نہیں، اگر وہ مر نہیں سکتے تو ان کی خود کشی کیسے، اوہ، وہ کر سکتے ہیں، جناب، اور وہ ایسا کیسے کرتے ہیں، یہ ایک پے چیدہ کہانی ہے، جناب، خوب، مجھے بتاؤ، ہم تخلیے میں ہیں، سرحد کی دوسری جانب، جناب، لوگ اب بھی مر رہے ہیں، تمھارا مطلب ہے یہ تنظیم انھیں وہاں لے جاتی ہے، بالکل، یہ ایک فلاجی تنظیم ہے، یہ سڑ مرگ پر پڑے ہوؤں میں تیزی سے ہونے والے اضافے کو روکنے میں ہماری کچھ مدد کرتی ہے، لیکن، جیسا کہ میں نے پہلے کہا، یہ سمندر میں ایک قطرہ ہے، اور یہ تنظیم کون ہے۔ وزیر اعظم نے ایک گھری سانس لی اور بولا، ما پیا، جناب، ما پیا، جی، جناب، ما پیا، کبھی کبھی ریاست کے پاس اس کے علاوہ کوئی تباہی نہیں ہوتا کہ، کوئی دوسرا تلاش کرے، جو اس کے غلیظ کام کرے، تم نے اس سے پہلے مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، نہیں، جناب، میں آپ کو اس معاملے سے الگ رکھنا چاہتا تھا اس لیے میں نے سب کچھ اپنے سر لیا، اور دستے جو سرحدوں پر تھے، ان کا ایک مقصد تھا، وہ مقصد کیا تھا، خود کشوں کی نقل و حمل میں ایک رکاوٹ دکھائی دے، لیکن حقیقت میں قطعاً کوئی رکاوٹ نہیں، لیکن میں یہ سمجھا کہ وہ وہاں حملہ روکنے کے لیے تھے، وہاں کبھی ایسا خطرہ نہیں تھا، اور، اس کے علاوہ، ہم نے ان دوسرے ملکوں کی حکومتوں سے معاهدے کیے ہوئے ہیں، اور ہر چیز ہاتھ میں ہے، پیش کے مسئلے کے علاوہ، موت کے مسئلے کے علاوہ، جناب، اگر ہم نے دوبارہ مردا شروع نہ کیا، ہمارا کوئی مستقبل نہیں۔ با دشادسالامت نے پیش کے لفظ کو کام اور کہا، کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے، لفینا، جناب، کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔

☆☆☆☆

(7)

لغا فہ ڈاڑھیکر جزل کی میز پر تھا، جب سکرٹری دفتر میں داخل ہوئی۔ اس کارنگ بخشی تھا اور اس لیے تھا، خلافِ معمول، اور کاغذ کی سطح لینن کی ساخت سے ملتی جلتی تھی۔ یہ کچھ پرانا اور پہلے بھی استعمال کیا گیا ہونے کا تاثر دیتا تھا۔ اس پر کوئی پتاخ نہیں تھا، نتوں سچینے والے کا، جو کبھی کبھی ہوتا ہے اور نہ ہی وصول کرنے والے کا، جو کبھی نہیں ہوتا، اور یہ ایکا یا پر دفتر میں پایا گیا، جس کا مقفل دروازہ اسی وقت کھولا گیا تھا، اور جس میں سے رات کے دوران میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب اس نے لفافے کو پلنکر دیکھ کر آیا پشت پر کچھ لکھا ہوا ہے، سکرٹری نے خود کو سوچتا محسوس کیا، مہم انداز میں کہ ایسی بات سوچنا یا محسوس کرنا کہ، جب اس نے چابی تالے میں ڈال کر اسے گھمایا تو لغا فہ وہاں نہیں تھا، دونوں احتفاظہ ہیں۔ مٹھکہ خیز، وہ بڑہ بڑی، کل جب میں گئی میں نے یہاں یقیناً سے نہیں دیکھا ہوگا۔ اس نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی تا تسلی کرے کہ ہر چیز ٹھیک ہے اور پھر اپنے ڈیک کلوٹ گئی۔ پڑھ کر سکرٹری کے کردار، اور ایک با اعتماد مدد دار سکرٹری، اسے اختیار تھا کہ اسے یا کسی دوسرے لفافے کو کھول لے، خصوصاً جب اس پر کوئی نشان نہ ہو کہ اس میں منوعہ معلومات ہیں، نہ ہی درج ہوڑاتی، نجی یا خفیہ، اس کے باوجود وہ اس نے اسے نہ کھولا، اور کیوں، وہ سمجھنہ پائی۔ دو مرتبہ وہ اپنی کرسی سے اٹھی اور دروازے کو جھری براہ کھولا۔ لغا فہ اب بھی وہیں تھا۔ میں زیادہ متجسس ہو رہی ہوں، اس نے سوچا، ضرور یہ رنگ کی وجہ سے ہے، میری خواہش ہے کہ اب وہ آجائے اور اس اسرار کو ثبت کرے۔ وہ اپنے بارے میں، ٹیلی ویژن کے ڈاڑھیکر جزل، جسے دیر ہو گئی تھی، سوچ رہی تھی۔ بالآخر جب وہ آیا، سوادس بجے تھے، کم گو ہونے کے ناطے، اس نے صرف صبح بخیر کہا اور سیدھا اپنے دفتر چلا گیا، اپنی سکرٹری کو یہ حکم دیتے ہوئے کہ پانچ منٹ بعد اس کے پاس پہنچے، وقت جس کی وہ ضرورت سمجھتا تھا، تیار ہونے اور دن کا پہلا سگریٹ سلاگانے کے لیے۔ جب سکرٹری کمرے کے اندر گئی، ڈاڑھیکر جزل نے اس وقت تک نہ کوٹ اتارا تھا نہ سگریٹ سلاگا یا تھا۔ وہ ایک کاغذ تھامے ہوئے تھا، جس کا رنگ وہی تھا جو لفافے کا تھا، اور اس کے ہاتھ لازم ہے

تھے۔ وہ سیکرٹری کی جانب مڑا جب وہ میز تک پہنچی، لیکن یوں لگتا تھا جیسے اس نے اسے پہچانا نہیں۔ اس نے ایک ہاتھ بلند کیا تا اسے زد دیک آنے سے روکے اور ایسی آواز میں، جو کسی دوسرے کے علق سے بلند ہوتی محسوس ہوتی تھی، بولا۔ نکل جاؤ فوراً، دروازہ ہند کرو اور کسی کو، کسی کو بھی اجازت نہ دو، سمجھیں تم، کہ اندر آئے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ سیکرٹری نے پریشانی سے پوچھا، کوئی گزبر ہے، لیکن اس نے غصے سے اسے روکا، سنائیں تم نے، وہ بولا، میں نے تمھیں کہا ہے نکل جاؤ، اور دھاڑتے ہوئے اس نے اضافہ کیا، نکلو، ابھی۔ بے چاری عورت نکل گئی، آنکھوں میں آنسو لیے، وہ اپنے رویے کی عادی نہیں تھی، ڈاڑھی کی جز لکھی اپنی خامیاں تھیں، درست ہے، سب لوگوں کے مانند، لیکن مجموعی طور پر وہ بہت شائستہ ہے اور یہ عادت نہیں کہ سیکرٹری سے غلاموں جیسا سلوک کرے، کوئی ایسی بات ہے جس کا تعلق اس خط سے ہے، کوئی اور تو چیز نہیں، اس نے سوچا جب وہ آنکھیں لٹک کرنے کے لیے رومال نکال رہی تھی، وہ بالکل صحیح تھی۔ اگر وہ حوصلہ کرتے ہوئے اب واپس دفتر میں جاتی، وہ دیکھتی کہ ڈاڑھی کی جز لکھی جاتا کیا کرے اور اس کے باوجودو، میں اسی لمحے، اس سے بھی پہ خوبی آگاہ کروی، اور صرف وہی، یہ کر سکتا ہے۔ اس نے گھری پر نگاہ ڈالی، کاغذ پر نگاہ ڈالی، اور وہیرے سے بولا، اپنے آپ سے، ابھی وقت ہے، ابھی وقت ہے، پھر وہ بیٹھ گیا اور پھر سے وہ پاسرا خط پڑھا، اس دوران میں بے خیال سے اپنا دوسرا ہاتھ اپنے سر پر پھیرتا رہا، جیسے تسلی کر رہا ہو کہ وہ تا حال اپنی جگہ پر ہے اور اس کے پیٹ کو گرفت میں لیتے خوف کے گرداب میں گم تو نہیں ہو گیا۔ اس نے پڑھنا ہند کیا اور خلا میں گھوننے لگا، سوچتے ہوئے، مجھے لانا کسی سے بات کرنا ہوگی، پھر ایک خیال اس کی مدد کو آیا، خیال کہ شاید یہ کوئی مذاق ہو، ممکن بہترین مذاق کا مذاق، کوئی ناراض ناظر، جیسے بہت سے ہیں، اور ایک ایسا جو قیمتی انجمنی خوف ناک سوچ کا حامل ہے، کیوں کہ ٹیلی ویژن کی دنیا میں بلند مقام کا حامل کوئی بھی جانتا ہے، یقیناً یہ پہلوں کی بیچ نہیں، لیکن بالعموم مجھے نہیں لکھتے کہ اپنا حصہ نکالیں، اس نے سوچا۔ کہنے کی ضرورت نہیں، یہ خیال تھا جس نے بالآخر اس کی رہنمائی کی کہ اپنی سیکرٹری سے فون ملانے اور دریافت کرے، یہ خط کون لایا، میں نہیں جانتی، جناب، جب میں آئی اور آپ کے دفتر کا تالا کھولا، جیسا کہ میں ہمیشہ کرتی ہوں، یہ وہاں تھا، لیکن یہ ممکن نہیں، اس دفتر میں رات کو کوئی نہیں آ سکتا، بالکل، جناب، پھر تم اس کی کیا وضاحت کرتی ہو، مجھے نہ پوچھیے، میں نے کوشش کی کہ جو ہوا وہ بتاؤں، لیکن آپ نے مجھے کوئی موقع نہ دیا، ہاں، میں مخذالت خواہ

ہوں، میں تھارے ساتھ کچھ جتنی سے پیش آیا، کوئی بات نہیں، جناب، لیکن اس نے مجھے بہت پریشان کیا۔ ڈائریکٹر جزل پھر صبر کھوبیٹھا، اگر میں تمھیں بتاؤں، اس خط میں کیا ہے، تمھیں پریشانی کے اصل معانی معلوم ہو جائیں گے۔ اور اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس نے ایک مرتبہ پھر اپنی گھری دیکھی، اور اپنے آپ سے کہا۔ لٹکنے کی صرف بھی راہ ہے، مجھے کوئی اور دھائی نہیں دیتی، وہاں کچھ فیصلے اپنے ہیں جو میں نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنی ایڈریس سبک تکالی، نمبر جس کی اسے ضرورت تھی، تلاش کیا اور ڈھونڈ نکالا، یہ رہا، وہ بولا۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ اتنے لرزہ ہے تھے کہ اسے صحیح نمبر دلانے میں مشکل پیش آئی، اور جب کسی نے جواب دیا تو اسے اپنی آواز پر قابو پانے میں، اس سے بھی زیادہ دشواری پیش آئی، میرا وزیرِ اعظم کے دفتر سے رابطہ کرائیں، کیا آپ، میں، ڈائریکٹر جزل ٹیلی ویژن۔ کیہنٹ سیکرٹری لائن پر آیا، صحیح بھی، ڈائریکٹر جزل، آپ کو سن کر خوشی ہوئی، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں، یہ کچھے، مجھے جتنی جلد ممکن ہو وزیرِ اعظم سے مانا ہے ایک انتہائی ہنگامی معاملے کے بارے میں، کیا آپ مجھے نہیں بتا سکتے کہ یہ کس بارے میں ہے تا کہ میں وزیرِ اعظم کو پیشگوئی مطلع کر سکوں، نہیں، مجھے سخت افسوس ہے، لیکن میں، معاملہ، اسی طرح ہنگامی نوعیت، نہیں بتا سکتا، یہ انتہائی رازدارانہ ہے، لیکن اگر آپ مجھے صرف اشارہ دے دیں، سینے، میرے قبضے میں ایک دستاویز ہے جسے دیکھا ہے صرف ان آنکھوں نے جو ایک دن خاک کا رزق بن جائیں گی، ایک انتہائی قوی اہمیت کی حامل دستاویز، اور اگر اتنا کافی نہیں کہ آپ وزیرِ اعظم سے فوری طور پر مجھے، جہاں بھی ہیں، وہیں سے ملائیں تو مجھے آپ کے ذاتی اور سیاسی مستقبل کے بارے میں شدید اندیشہ ہے، تو معاملہ بخیدہ ہے، میں یہی کہ سکتا ہوں کہ ہے، اس وقت کے بعد، ضائع ہونے والے ہر منت کی تمام ذمہ داری آپ پر ہوگی، اس صورت میں، مجھے دیکھنا ہوگا میں کیا کر سکتا ہوں، لیکن وزیرِ اعظم بہت مصروف ہیں، اچھا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے لیے تمغہ حاصل کریں، انھیں غیر مصروف کریں، اسی وقت، خوب، میں فون پر ہوں، کیا میں آپ سے ایک اور سوال کر سکتا ہوں، اور، ضرور، آپ اور کیا جانا چاہتے ہیں، آپ نے، ان آنکھوں نے جو ایک دن خاک کا رزق بن جائیں گی، کیوں کہا، یقود ہے جو پہلے ہوا کرتا تھا، دیکھیں، میں نہیں جانتا آپ پہلے کیا تھے، لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ کیا ہیں مذہبی حق، اب مجھے، اسی وقت وزیرِ اعظم سے ملائیں۔ ڈائریکٹر جزل کے غیر متوقع درشت الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اس کا ذہن کتنا زیادہ الجھا ہوا تھا۔ وہ ایک طرح کی غیر قیمتی کیفیت کا شکار تھا، وہ اپنے آپ کو نہیں جانتا، وہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس طرح کسی کی بے عزتی کر سکتا ہے، جس نے اس

سے صرف ایک سوال کیا تھا جو ہر پہلو، ہر دو پہلو، وضاحت اور غایت، سے جواز رکھتا تھا۔ مجھے مذمت کہا ہوگی، کون جانے کب مجھے اس کی مدد کی ضرورت پڑ جائے، اس نے مذمت سے سوچا، وزیر اعظم کی آواز میں جھنجھلا ہتھی، کیا مسئلہ ہے، اس نے پوچھا، جہاں تک مجھے علم ہے میں عام حالات میں ٹیلی ویژن سے متعلق مسائل نہیں دیکھتا، یہ میرا شعبہ نہیں، یہ ٹیلی ویژن سے متعلق نہیں، وزیر اعظم، میں نے ایک خط وصول کیا ہے، ہاں، انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے ایک خط وصول کیا ہے، اور تم اس کے بارے میں مجھے سے کیا چاہئے ہو، بس نادو، سہی ہے، اس سے بڑھ کر، آپ کے اپنے الفاظ استعمال کرتے ہوئے، یہ میرا شعبہ نہیں، تم پر پیشان لگتے ہو، جی، وزیر اعظم، میں سخت پر پیشان ہوں، اور یہ پراسرار خط کیا کہتا ہے، میں آپ کو فون پر نہیں بتا سکتا، یہ محفوظ لائیں ہے، نہیں، اس کے باوجود میں نہیں بتا سکتا، کوئی اتنا حقاً نہیں ہو سکتا، تب اسے مجھے بھیج دو، نہیں، مجھے خود اسے پہنچانا ہے، میں کسی ہر کارے کے ذریعے سے بھیجنے کا خطرہ مول نہیں لیتا چاہتا، خوب، میں یہاں سے کسی کو بھیج سکتا ہوں، میرا کہت سیکرٹری، پٹور مثال، وہ مجھے سے اتنا قریب ہے جتنا کوئی ہو سکتا ہے، وزیر اعظم، استدعا ہے، میں آپ کو پر پیشان نہ کرنا اگر میرے پاس بہت اہم جواز نہ ہوتا، مجھے واقعہ لازماً آپ سے ملتا ہے، کب، ابھی، لیکن میں صروف ہوں، وزیر اعظم، پتھی ہے، تھیک ہے، اگر تم اصرار کرتے ہو، آگو اور مجھے مل لو، اور میں صرف امید کر سکتا ہوں کہ یہ سارا اسرار واقعی اہم ہو، بہت بہت شکر یہ، میں پہنچتا ہوں۔ ڈاڑھیکڑ جزل نے فون رکھا، خط والپس لفانے میں ڈالا، اسے اپنے اوورکٹ کی اندر ورنی جیبوں میں سے ایک میں ڈالا اور کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھوں نے لرزنا بند کر دیا تھا، لیکن اس کا چہرہ پسینہ بہارہ رہا تھا، اس نے اپنے رومال سے پسینہ ٹک کیا، پھر اپنی سیکرٹری سے داخلی فون پر بات کی، اسے بتایا کہ وہاں ہر جا رہا ہے اور اسے کہا کہ کار منگوانے، ذمہ داری دوسرے فردوں محتل کرنے کی حقیقت نے اسے کچھ سکون دیا، نصف گھنٹے میں اس معاملے میں اس کا کردار ختم ہو جائے گا۔ سیکرٹری دروازے میں نمودار ہوئی، کار انٹکار کر رہی ہے، جناب، شکر یہ، میں یقین سے نہیں کہ سکتا مجھے کتنا وقت لگے گا، میری وزیر اعظم سے ملاقات ہے، لیکن یہ اطلاع صرف تمہارے لیے ہے، بے فکر ہیں، جناب، میں کسی کو نہیں بتاوں گی، خدا حافظ، خدا حافظ، جناب، مجھے امید ہے معاملات کا رخ بہتری کی جانب ہو گا، موجودہ صورت حالات میں، اب ہم نہیں جانتے کہ بہتری کس میں ہے اور اتنی کس میں، تم تھیک کہتی ہو، ویسے تمہارے والد کیے ہیں، اسی طرح، جناب، پڑا ہر حقیقت میں تکلیف محسوس کرتے دکھائی نہیں دیتے، وہ بس بے کار، مذہل پڑے ہیں،

گذشتہ دو ماہ سے وہ اسی کیفیت میں ہیں، اور جہاں تک معاملات کے رخ کا تعلق ہے، تو یہ صرف اپنی باری کا، اس کے ساتھ والے ستر پر پڑنے کی، انتظار ہے، کون جانے، ڈاڑھیکٹر جزل نے کہا، اور چل دیا۔ کبنت سیکرٹری نے دروازے پر ڈاڑھیکٹر جزل کا، دکھائی دیتی سر دہری سے، استقبال کیا، پھر اس نے کہا، میں آپ کو وزیرِ اعظم کے پاس لے جاؤں گا، ایک منٹ، میں چاہتا ہوں کہ پہلے مذکور کروں، اگر ہماری گفتگو میں کوئی زراحتی تھا تو وہ میں تھا، شاید ہم دونوں میں کوئی نہیں تھا، کبنت سیکرٹری بولا، مسکراتے ہوئے، اگر آپ پڑھ پائیں جو میری جیب میں ہے، آپ میری وہی کیفیت سمجھ جائیں گے، فکر نہ کریں، جہاں تک میرا تعلق ہے، آپ سے ناراضگی ختم، شکر یہ، اب زیادہ وقت نہیں اس میں کہ بم پھٹے اور پھر سب لوگ اس کے بارے میں جان جائیں، ہمیں امید کرنی چاہیے کہ جب یہ پھٹے تو بہت شدید دھماکہ نہ ہو، دھماکہ اب تک نے جانے والے سب دھماکوں سے شدید ہو گا، اور چمک اب تک دیکھی جانے والی چمکوں سے زیادہ چمک دار ہو گی، آپ مجھے ڈار رہے ہیں، اس موقع پر، میرے دوست، مجھے یقین ہے آپ مجھے پھر سے معاف کر دیں گے، چلیے، وزیرِ اعظم منتظر ہیں۔ انہوں نے ایک کمرا عبور کیا، وہ جسے گئے دنوں میں، انتظار گاہ، کہا جاتا تھا، اور ایک منٹ بعد، ڈاڑھیکٹر جزل، وزیرِ اعظم کے روپ روتھا، جس نے مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا تو وہ زندگی اور موت کا مسئلہ کیا ہے جو تم میرے پاس لائے ہو، تمام تراہزام کے ساتھ، وزیرِ اعظم، مجھے شک ہے کہ آپ نے کبھی اس سے زیادہ مناسب لفظ کہے ہوں گے۔ اس نے اپنی جیب سے لفافہ نکالا اور میز کی دوسری طرف اس کی جانب پڑھایا۔ وزیرِ اعظم متذبذب تھا، اس پر کوئی پتا نہیں ہے، نہیں اس فرد کا نام، جس نے اسے بھیجا، ڈاڑھیکٹر جزل نے کہا، کچھ ایسے جیسے یہ خط سب کے مام ہے، گمان، نہیں، وزیرِ اعظم جیسا کہ آپ پائیں گے، یہ دست خط شدہ ہے، لیکن اسے پڑھئے، مہربانی فرماتے ہوئے، اسے پڑھئے لفافہ آہنگ سے کھو لا گیا، کاغذ کی نہیں صاف کی گئیں، لیکن صرف پہلی چند سطریں پڑھنے کے بعد، وزیرِ اعظم نے نگاہ اٹھائی اور بولا، ضروری یہ کوئی مذاق ہے، ہو سکتا ہے، ہاں، لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا، یہ میری میز پر ظاہر ہوا اور کوئی نہیں جانتا کیسے، یہ کوئی مناسب جواز نہیں لگتا کہ، جو یہ کہتا ہے ہم مان لیں، مہربانی فرماتے ہوئے، اگر پڑھئے۔ جب وہ خط کے اختتام تک پہنچا، وزیرِ اعظم نے بہت آہنگ سے، خاموشی سے اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے ہوئے ادا کیا، وہ لفاظ جو بے طور دست خط میں استعمال ہوا تھا۔ اس نے خط کو نیچے میز کے اوپر رکھا، دوسری جانب ڈاڑھیکٹر جزل کو غور سے دیکھا اور بولا، چلو فرض کریں یہ صرف مذاق ہے، یہ نہیں،

نہیں، میں یہ ماننے کو تیار ہوں کہ یہ نہیں ہے، لیکن جب میں کہتا ہوں چلو فرض کریں، یہ صرف اس لیے ہے کہ نتیجے پر وہی نہیں سے قبل ہمیں علم ہو زیادہ سمجھنے نہیں ہوں گے، پورے بارہ سمجھنے، دیکھتے ہوئے کہ اس وقت دوپھر ہے، یہ میرا نکتہ ہے، اگر جو یہ خط بتاتا ہے ہونے جا رہا ہے، واقعی ہو جاتا ہے، اور اگر ہم عوام کو منتسب نہیں کرتے، یہاں دہرایا جائے گا، صرف بر عکس، جو سال نو کے موقع پر ہوا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، بھلے ہم انھیں منتسب کریں یا نہ، وزیر اعظم اٹیک ساں ہو گا، لیکن بر عکس، ہاں بر عکس، لیکن یک ساں، بالکل تو اگر ہم انھیں منتسب کر دیں اور بعد میں نکلے کہ سب مذاق تھا، ہم عوام کو غیر ضروری طور پر پریشان کرنے کے مرتكب ہوں گے، اگر چہ اس بیان کی موزوںیت کے بارے میں کہنے کو بہت کچھ ہو گا، نہیں، میں واقعی نہیں سمجھتا کہ اس کی اتنی اہمیت ہے، اور آپ پہلے ہی اسے چکے ہیں آپ نہیں سمجھتے کہ یہ کوئی مذاق ہے، نہیں، میں نہیں سمجھتا، چنانچہ کیا کیا جانا چاہیے، منتسب کیا جائے یا منتسب نہ کیا جائے، سوال یہ ہے، میرے عزیز ڈائریکٹر جزل، ہمیں لازماً، سوچنا ہو گا، غور کرنا ہو گا، تدبیر کرنا ہو گی، معاملہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے، وزیر اعظم، فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ سقینا ایسا ہی ہے، میں یہ بھی کہ سکتا ہوں کہ کاغذ کے اس نکلوے کے ہزار نکلوے کر دوں اور صرف انتظار کروں اور یہ دیکھوں کہ کیا ہوتا ہے، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ آپ ایسا کریں گے، تم درست ہو، میں نہیں کرنے کا، لیکن کوئی فیصلہ لازماً کرنا ہو گا، کہنا کہ عوام کو منتسب کیا جائے کافی نہیں ہے، ہمیں سوچنا ہو گا کیسے، یہ کام ہے جس کے لیے ہیں ذرائع ابلاغ، میڈیا، وزیر اعظم، ہمارے پاس، ٹیلی ویژن ہے، اخبارات ہیں، ریڈیو ہے، تمہارا خیال، تو، یہ ہے کہ سارے میڈیا کو اس کی ایک ایک نقل تقسیم کی جائے شمول حکومت کی جانب سے ایک اعلامیہ، پر امن رہنے کی درخواست کرتے اور چند ہدایات دیتے ہوئے کہ ہنگامی حالات کے دوران میں کیا کرنا ہے، آپ نے اسے اس سے بہتر پیش کیا جو میں کبھی بھی کہ سکتا ہوں، تو صیف کا شکریہ، لیکن اب میں تم سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ کوشش کرو اور سوچو کہ کیا ہو گا اگر ہم بالکل ایسا کریں، ہوں، میں سمجھا نہیں، وزیر اعظم، اور ہم ڈائریکٹر جزل ٹیلی ویژن سے زیادہ توقع کرتا تھا، اس صورت میں، میں مدد و نفع خواہ ہوں کہ توقع پر پورا نہ ترا، وزیر اعظم، یہ توقع تھی ہے، تم ذمہ داری میں گھرے ہوئے ہو، اور آپ نہیں، وزیر اعظم، ہاں، میں بھی ہوں، لیکن میرے معاملے میں گھرے ہونے کا مطلب مخلوق ہونا نہیں، ملک کی خوش قسمتی، دوبارہ شکریہ، اب، ڈائریکٹر جزل، میں جانتا ہوں کہ حقیقت میں ہم نے پہلے کبھی زیادہ گفتگو نہیں کی، مدد و نفع کر کر، عمومی بات کرتے ہوئے، جب مجھے ٹیلی فون پر بات کرنا ہوتی ہے میں متعلقہ وزیر سے بات

کرتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ تمھیں ایک قومی شخصیت بنایا جائے، اب میں واقعی نہیں سمجھا، وزیر اعظم، یہ بالکل سیدھا حاسدا ہے، آج رات تو بے تک معاملہ صرف تمحارے اور میرے درمیان رہے گا، اس وقت ٹیلی ویژن پر خبروں کا آغاز سرکاری اعلامیہ، جو وضاحت کرے گا کہ آج نصف شب کیا ہونے جا رہا ہے، اسی طرح خط کے خلاصہ پڑھنے سے ہو گا، اور ہر دو کاموں کی ادائیگی کا ذمہ دار ہو گا، ڈائریکٹر جزل ٹیلی ویژن، اول، کیوں کہ خط اسے بھیجا گیا، اگرچہ وہ اس کے نام نہیں، اور دوم، کیوں کہ، تم، ڈائریکٹر جزل ٹیلی ویژن، وہ شخص ہو جس پر میں اعتماد کرتا ہوں کہ عہدہ مہا کرے ہم دونوں کو، اس مہم میں جس پر عمل درآمد، ہمیں سونپا گیا ہے اس خاتون کی جانب سے جس نے اس خط پر دست خط کیے ہیں، ایک نیوز ریڈر یہ کام بہتر کر سکتا ہے، وزیر اعظم، نہیں، مجھے نیوز ریڈر نہیں چاہیے، میں چاہتا ہوں، ڈائریکٹر جزل ٹیلی ویژن، اگر آپ بھی چاہتے ہیں تو میں اسے ایک اعزاز سمجھوں گا، صرف ہم وہیں جو آگاہ ہیں کہ آج کی رات نصف شب کیا ہونے جا رہا ہے اور ہم ہی رہیں گے اس وقت تک کہ جب عام لوگوں کو علم ہو، اگر ہم وہ کرتے جو تم نے پہلے تجویز کیا، جو ہے، ابھی خبرِ ذرا کم ابلاغ کو پہنچا دی جائے، ہمارے پاس ہوں گے بارہ گھنٹے، غیر مقینیت، شور و غوا، عوامی یہجان کے اور کوئی جانے کیا کیا، چنانچہ، چوں کہ یہ ہمارے بس میں نہیں ہے، اور یہاں میرا شارہ حکومت کی جانب ہے، اس قسم کے رو عمل سے بچنے کی خاطر، کم از کم ہم اسے تین گھنٹوں تک محدود کر سکتے ہیں، اور اس کے بعد یہ ہمارے بس سے باہر ہو گا، وہاں ہر نوع کے رو عمل ہوں گے، آنسو، مایوسی، تاسف کی آڑ میں طمانتی، زندگی پر ازسر نو فکر کی ضرورت، یہ منصوبہ صحیح لگتا ہے، ہاں، صرف اس لیے کہ ہمارے پاس کوئی بہتر منصوبہ نہیں ہے۔ وزیر اعظم نے پھر سے خط اٹھایا، پڑھئے ہا اس پر نظر دوڑائی اور پولا، عجیب بات ہے، دست خط کا پہلا حرف بڑا ہونا چاہیے، لیکن یہ نہیں ہے، یہ عجیب بات میں نے بھی دیکھی، کوئی نام چھوٹے حرف سے شروع کرنا معمول نہیں، کیا تم اس سارے بکھیرے میں کوئی بات عمومی پاتے ہو، واقعی نہیں، نہیں، ویسے، کیا تم جانتے ہو فوٹو کا پی کیسے کی جائے، جی، میں ماہر تو نہیں، لیکن میں نے چند مرتبہ کی ہے، زیر دست، وزیر اعظم نے خط اور لفافے کو ایک فائل میں رکھا جو کاغذات سے حصی ہوئی تھی اور کہنے لیکر ری کو بلایا، جسے اس نے کہا، ہر بانی کر کے وہ کمراخالی کراؤ جس میں فوٹو کا ہیہر ہے، یہ وہ ہے جس میں سرکاری افسران کام کرتے ہیں، وزیر اعظم، یہ ان کا فائز ہے، صحیح ہے، ان سے کہو کہ کہیں اور چلے جائیں، نہیں کہو کہ راہداری میں انتظار کریں یا باہر جا کر سفر ہیٹھیں، ہمیں صرف تین منٹ

کے لیے اس کی ضرورت ہے، کیا یہ تھیک نہیں، ڈاکٹر جزل، اتنا وقت بھی نہیں، وزیر اعظم، دیکھیں، میں کوئی فون کا پوری رازداری سے کر سکتا ہوں، اگر جیسا کہ میں سمجھا ہوں، وہ ہے جو آپ چاہتے ہیں، کیبنت سکرٹری نے کہا، بالکل یہی ہے جو تم چاہتے ہیں، سکرٹری، لیکن، اس مرتبہ، یہ کام میں خود کروں گا، مخفیگی معاونت سے، ہم کہ سکتے ہیں، ڈاکٹر جزل کی یقیناً، وزیر اعظم، میں کرے کو خالی کرنے کی ضروری ہدایت دے دیتا ہوں۔ وہ چند منٹوں میں واپس آیا، کمرا خالی ہے، وزیر اعظم، اور اب، اگر مجھے اجازت ہے، میں واپس اپنے فائز جاؤں گا، اور مجھے بہت خوشی ہے کہ مجھے تمہیں ایسا کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اور مہربانی کرتے ہوئے ہماری جانب سے اس پر ظاہر سازشی کارروائی سے علاحدہ کیے جانے پر ما راض نہ ہوا، تم آج بعد میں اس احتیاط کا سبب جان جاؤ گے اور تمہیں ضرورت پیش نہیں آئے گی کہ میں بتاؤں، یقیناً، وزیر اعظم، مجھے آپ کے حرکات کی حکمت پر کبھی شبہ نہ ہو گا، یہ ہے روح، میرے دوست۔ جب کیبنت سکرٹری چلا گیا، وزیر اعظم نے فائل اٹھائی اور کہا، تھیک ہے، ہمیں چنان چاہیے۔ کمرا سنا تھا۔ ایک منٹ کے اندر، فون کا پی تیار تھی، حرف پر حرف، لفظ پر لفظ، لیکن یہ تھی مختلف، اس میں بخشی کاغذ کی سنسی خیز سطح مفتوہ تھی، اب یہ صرف ایک عام رسمی خط تھا، اسی طرح کا جو شروع ہوتا ہے، میں امید کرتا ہوں یہ تحریر آپ کو پائے گی خیریت سے اور خوشیوں میں اور اپنے اہل خانہ کے درمیان، جہاں تک میرا تعلق ہے، میں یقیناً لکھوہ نہیں کر سکتا۔ وزیر اعظم نے نقل ڈاکٹر جزل کو تھامائی، یہ تم لو، میں اصل رکھوں گا، اس نے کہا، اور حکومتی اعلامیہ، میں اسے کب وصول کروں گا، بیٹھ جاؤ اور وہ میں تمہیں لکھوادوں گا، اس میں وقت نہیں لگے گا، یہ بالکل سادہ ہے، عزیز ہم وطن، حکومت سمجھتی ہے کہ اس کا یہ فرض ہے کہ ملک کو ایک خط کے بارے میں مطلع کرے جو اس کے ہاتھوں میں آج ہی پہنچا ہے، ایک خط جس کی معنویت اور اہمیت میں اضافہ ممکن نہیں، اگرچہ ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ اس کی حقیقت کی تصدیق کریں اور لازماً تسلیم کریں، بغیر خواہش کیے کہ اس کے مواد کی پیش بندی کریں، کہ اس میں امکان ہے کہ دستاویز میں جوابیان کیا گیا ہے شاید واقع نہ ہو، تاہم، اس مقصد سے کہ آبادی وہی طور پر تیار ہے اس صورتی حال کے لیے جو تباہ اور بحران کے بغیر نہیں ہوگی، خطاب پڑھا جائے گا، حکومت کی رضامندی سے، ڈاکٹر جزل ٹیلی ویژن کی زبان سے، ایک بات پیشتر اس کے کہم سمجھیں، کہنے کی ضرورت نہیں، حکومت رہے گی، ہمیشہ کے ماتنہ، عوام کے مفادات اور ضروریات کی خاطر ان گھریوں میں مستقل تیار، جو بلاشبہ مشکل ترین میں سے ہوں گی، جن کا ہمیں تجربہ ہوا جب سے ہم

عوام اور قوم ہیں، اور یہی سبب ہے کہ ہم نے آپ سب سے درخواست کرتے ہیں کہ امن اور سکون کو
 برقرار رکھیں جس کا آپ نے پہلے بھی کئی مرتب اعلانوں اور آزمائشوں کے دوران میں مظاہرہ کیا ہے جن کا
 ہم سال کے آغاز سے نٹا نہ ہیں، اور اس کے ساتھ ہی، ہم یقین کرتے ہیں کہ ایک مزید بہتر مستقبل ہم پر
 امن اور سرتیں بحال کر دے گا جس کے ہم مستحق ہیں اور جس کا ہم پہلے بھی مزدھا تھا جسکے ہیں، یاد رکھو،
 عزیز ہم وطن، ہتھ ہم کھڑے ہیں، یہ ہے ہمارا رہ نما اصول، ہمارا نگہ بان قول، اگر ہم تحدیر ہے تو مستقبل
 ہمارا ہے، یہاں تم ہو، فوری کام جیسا کہ تم نے دیکھا، یہ سرکاری اعلامیے کسی بڑی تخلیاتی کاوش کا مطالبہ
 نہیں کرتے، آپ کے سکتے ہیں وہ خود کو لگ بھل خود ہی لکھتے ہیں، یہاں ایک ناچہ رائیز وہاں پڑا ہے،
 ایک اصل کا پی تیار کرو اور آج رات نوبے تک محفوظ رکھو، ان کاغذات کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنی
 نظروں سے اوچھل نہ ہونے دو، بے فکر رہیے، وزیر اعظم، مجھے اس وقت اپنی ذمے داریوں کا پورا
 احساس ہے، مجھے یقین ہے آپ کو مایوس نہیں ہو گی، بہت خوب، اب تم کام پر واپس جاسکتے ہو، کیا میں
 جانے سے پہلے آپ سے دو سوال کر سکتا ہوں، ضرور کرو، آپ نے فرمایا کہ آج رات نوبے تک صرف دو
 آدمی اس معاملے سے آگاہ ہوں گے، ہاں تم اور میں، کوئی اور نہیں، حکومت بھی نہیں، اور باڈشاہ کا کیا، اور
 مجھے معاف کیجیے اگر میں وہاں دل دے رہا ہوں، جہاں میری ضرورت نہیں، باڈشاہ سلامت جانیں گے
 جب باقی سب جانیں گے، یہ ہے سبقہ، اگر وہ ٹیکلی ویژن دیکھ رہے ہوئے، وہ نہیں ہوں گے، میرا خیال
 ہے، خوب خوش ہوں کہ پہلے نہیں بتایا گیا، فکر نہ کرو، ایک زبردست خوبی، جس میں تمام باڈشاہ شریک
 ہیں، اور میرا اشارہ ہے سبقہ، آئینی فرمائیں رواؤں کی جانب، کوہ غیر معمولی قابل فہم ہیں، اور تھا را
 دوسرا سوال، درحقیقت یہ کوئی سوال نہیں، عرف یہ کہ میں ہوں، بلا تکلف، حیران، آپ کے ہیجان انگیز
 حالات میں پر سکون رہنے پر، وزیر اعظم، مجھے ایسا لگتا ہے کہ آج رات اس ملک میں جو ہونے جا رہا ہے،
 وہ ہے، ناگہانی آفت، معاشرتی تباہی جس کی کوئی مثال نہ ہو، ایک نوع کا اختتام ارض، لیکن جب میں
 آپ کو دیکھتا ہوں، یہ اپنے لگتا ہے جیسے آپ حکومت کا کوئی روزمرہ کا معاملہ نہیں رہے ہیں، آپ نے
 اطمینان سے احکامات دیے، اور کچھ پہلے، مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ آپ مسکرائے ہیں، اگر تمھیں علم ہوا
 کہ یہ خط میرے کتنے مسائل، میرے انگلی بلائے ہنا، حل کرے گا، مجھے یقین ہے تم بھی مسکرا دیتے،
 ڈاڑھیکڑ جزل، اب مجھے اپنے کام کرنے دو، مجھے کچھ احکامات جاری کرنے ہیں، مجھے وزیر داخلہ کو بتانا
 ہو گا کہ پولیس کو انتہائی چوکس کر دیا جائے، مجھے پہ ظاہر کوئی معقول جواز گھڑا ہو گا، نقص امن کی کسی

کارروائی کا اندر یہ ہے، وہ ایسا آدمی نہیں کہ سوچنے میں وقت ضائع کرے، وہ عمل کو ترجیح دیتا ہے، اسے کرنے کو کچھ دو اور وہ خوش ہے، وزیر اعظم، کیا میں اتنا سر سکتا ہوں کہ یہ خوش نصیبی تھی کہ یہ فیصلہ کی گھڑیاں آپ کی معیت میں گز ریں، بالکل، مجھے خوشی ہے کہ تم نے اسے اس طرح دیکھا، لیکن تم یقین کر سکتے ہو کہ تم فوراً اپنی سوچ بدل لو گے، اگر اس کا ایک لفظ جو اس دفتر میں کہا گیا، میری یا تمہاری جانب سے، ان چار دیواروں سے باہر کبھی کسی کے کانوں، بطور مثال، آئینی فرماں رو کے کان، میں پہنچا، بالکل، میں سمجھتا ہوں، جی، وزیر اعظم۔

لگ بھگ آٹھ بج کرتیں مت تھے جب ڈائریکٹر جزل نے اس آدمی کو اپنے دفتر میں بلا یا جو ٹیلی ویژن کی خبروں کا انچارج تھا سے بتانے کے لیے کہ آج رات پروگرام کا آغاز حکومت کی جانب سے ملک کے نام پر حیثیتِ گھومنگی پیغام سے ہو گا، اور پڑھا جائے گا، معمول کے مطابق، ڈیوٹی پر موجود نیوز ریڈر کے ذریعے، جس کے بعد وہ خود، ڈائریکٹر جزل، پڑھے گا ایک اور دستاویز ناپبلیکی تھیں کی تھیں کرے۔ اگرچہ پروڈیوسر نے اس طریقے کا کو پایا عجیب، خلافِ معمول، کام کے مردوج طریقے سے ہٹ کر، اس نے اسے ظاہرنہ کیا، اس نے بس اتنا کہا کہ دونوں دستاویزات فراہم کی جائیں تاکہ انہیں لوحِ معاون (teleprompter) پر، وہ زبردست آگہ جوابیات دارالتباش نظر پیدا کرنا ہے کہ بولنے والا ناظرین میں سے ہر فرد سے برآ راست اور انفرادی طور پر مخاطب لگتا ہے، رکھا جائے۔ ڈائریکٹر جزل نے جواب دیا، اس معاملے میں لوحِ معاون استعمال نہیں کی جائے گی، ہم انہیں سیدھے سادے انداز میں پڑھیں گے، جیسے لوگ پڑھتے ہیں، اس نے کہا، اضافہ کرتے ہوئے کہ وہ صحیک نوبخت میں پانچ مت پر، جب وہ حکومتی مراسل نیوز ریڈر کو دے گا، سنوڈیو میں داخل ہو گا، جسے سختی سے ہدایت کی جائے گی کہ وہ صرف اسی وقت فائل، جس میں یہ ہے، کھولے گا جب وہ پڑھنا شروع کرنے لگے گا۔

پروڈیوسر نے سوچا اب واقعی جواز ہے کہ معاملے میں کچھ دلچسپی ظاہر کی جائے، یہ اتنا ہم ہے، اس نے سوال کیا، تمھیں آدھے سمجھنے میں پچاچل جائے گا، اور جھنڈا، جتاب، کیا آپ پسند کریں گے کہ اس نشست کے عقب میں جھنڈا رکھا جائے، نہیں، کوئی جھنڈا نہیں، بہر حال، نتو میں وزیر اعظم ہوں نہیں کوئی وزیر، نہی بادشاہ، پروڈیوسر نے کہا، خوشامدانہ مسکراہٹ سے، جیسے گہرہ ہو کر وہ بادشاہ، ٹیلی ویژن کا بادشاہ ہے۔ ڈائریکٹر جزل نے اسے نظر انداز کیا، اب تم جاسکتے ہو، میں مت بعد میں سنوڈیو میں ہوں گا، میک اپ کے لیے وقت نہیں پہنچے گا، میں کوئی میک اپ نہیں چاہتا، جو مجھے پڑھنا ہے بہت مختصر

ہے، اور ناظرین، اس وقت، اپنے ذہنوں میں بہت سی سوچیں لیے ہوں گے پر نسبت اس کے کہ میں نے میک اپ کیا ہے یا نہیں، بالکل درست، جناب، جو آپ کی مرضی، لیکن خیال رہے کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ روشنیاں نہ پڑیں، میں نہیں چاہتا کہ میں سکرین پر اپنے دکھائی دوں جیسے کسی کو اسی وقت اس کی قبر سے کھوئی کالا گیا ہو، خصوصاً آج کی رات نہیں۔ نوجہت میں پانچ منت پر ڈاکٹر یکٹر جزل سنوڈیو میں داخل ہوا، نیوز ریڈر کے حوالے وہ فائل کی، جس میں حکومتی مراسلات تھا اور جا کر اپنی مخصوص نشست پر پہنچ گیا۔ صورت کی عدیم المثال نوعیت سے مجنس ہو کر، خبروں کی، جیسا کہ مگان کیا جا سکتا ہے، جو تیزی سے پھیلا، سنوڈیو میں معمول سے زیادہ لوگ تھے۔ پر ڈیپر نے خاموشی کا اشارہ کیا۔ ٹھیک نہ ہے، جانی پچانی شاخی دھن کے ساتھ، اہم خبروں کی جھلکیاں نہودار ہونے لگیں، متنوع شبیہوں کا تیزی سے بدلتا تسلسل تا قائل کر سے ظرکو کے نیلی وزن شیش، تھا، دن کے چوبیں گھنٹے، جیسا کہ کہا جاتا ہے، ذاتِ خداوندی کے بارے میں، ہر جگہ سے بھیجی گئی خبر، دن کی، ہر جگہ، ان کی خدمت میں پیش کرنا۔ جیسے ہی نیوز ریڈر نے حکومتی مراسلہ پر ہنا ختم کیا، کیمر انہم بردوڈا از یکٹر جزل کو سکرین پر لایا۔ وہ واضح طور پر ہر اس تھا، اس کا منہ خشک تھا، اس نے کھنگار کر اپنا گلا صاف کیا اور پر ہنا شروع کیا، محترم جناب، میں آپ کو اور ان سب کو جن کا اس سے تعلق ہے مطلع کرنا چاہتی ہوں کہ آج نصف شب سے لوگ پھر سے مرنا شروع کر دیں گے، جیسا کہ ہمیشے، چھوڑے سے احتیاج کے ساتھ، وقت کے آغاز سے گزشتہ سال دبیر کے اکتیسویں دن تک، ہوتا آیا تھا، میں وہ اسہاب بیان کروں گی جنہوں نے مجھے اپنی سرگرمیاں، روکنے پر مائل کیا، مارنا بند کرنا اور علماتی آنکھرے، جو میرے ہاتھوں میں قدیم زمانوں سے چھیل پرست مصوروں اور نقاشوں نے تھملیا ہے، کوئی طرف رکھ دینا، اس لیے تھا کہ ان لوگوں کو، جو مجھے سے شدید پریزرت کرتے ہیں، چھوڑ اسامزہ چکھایا جائے کہ ہمیشہ کی، دوام کی زندگی کے معانی کیا ہیں، اگر چہ، میرے اور آپ کے درمیان ہے، جناب، مجھے تسلیم کرنا ہو گا کہ مجھے کوئی اندازہ نہیں کر کیا یہ دو الفاظ، ہمیشہ اور دوام، اتنے ہی ہم معانی ہیں جتنے عموماً سمجھے جاتے ہیں، بہر حال، چند ماہ کے اس وقت کے بعد جسے ہم برداشت کی آزمائش یا لے دے کے فال تو وقت کہ سکتے ہیں اور ذہن میں تجربے کے افسوس ہاک نتائج رکھتے ہوئے، ہر دو پہلو سے اخلاقی، جو ہے، فلسفیانہ نقطہ نظر، اور نتائجی، جو ہے، معاشرتی نقطہ نظر، میں سمجھتی ہوں کہ خاندانوں کے لیے اور معاشرے کے لیے مجموعی طور پر، ہر دو عمودی اور افقی پہلو سے، یہی بہتر ہو گا، اگر میں نے کھلے ہندوں اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اعلان کیا معمول کی جانب فوری واپسی کا، تو اس کا

مطلب ہو گا کہ تمام لوگوں کی زندگی کی شیع، جنہیں مر ہونا تھا، لیکن جو صحت کے ساتھ یا اس کے بغیر، اس کے باوجود موجود رہے اس دنیا میں، آج نصف شب کے گھنٹے کی آخری ضرب کی گونج ہوا میں تحلیل ہونے پر بچھ جائے گی، اور مہربانی سے یاد رکھیں کہ آخری ضرب کا حوالہ عرف عالمی ہے، صرف اس صورت میں کہ کسی فرد کو یہ اختیانہ خیال، تمام گھنٹے گھروں کی گھزوں کو بند کر دیا جائے کا یا گھنٹوں سے لیکن نکال دینے کا، سو جتنا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ وقت کو روک دے گا اور میرے ناقابل واپسی فیصلے کو پلاٹ دے گا، انسان کے دل میں عظیم خوف کی بحالی کا، سوڈیو میں موجود اکثر افراد اس وقت تک غائب ہو چکے تھے، اور جو بچے تھے ایک دورے سے کسر پھر کر رہے تھے، ان کی سرگوشیوں کی بھجننا ہٹ پر وڈیوسر کو غصہ دلانے میں ناکام تھی، جو خود حیرت سے منکولے کھڑا تھا، کہ انھیں اپنی جسمجاہت کے نثارات کے ساتھ، جن کا وہ عموماً اس کے کہیں کم ڈرامائی حالات میں اظہار کرتا، خاموش کرائے، چنانچہ، خود سے دست بردار ہو جائیں اور احتجاج کیے ہا مر جائیں کیوں کہ یہ آپ کو کہیں نہیں لے جانے کا، تاہم، یہاں ایک نقطہ ہے جس پر میں اپنی ذمہ داری سمجھتی ہوں کہ میں غلط تھی، اور وہ تھا وہ ظالمانہ اور غیر منصفانہ طریق جو میں نے اختیار کیا، خفیہ طور پر لوگوں کی زندگیاں لینا، پیشگوی اطلاع کے بغیر، اتنی بھی نہیں کہ خدا حافظ کہ سکیں، میں سمجھتی ہوں کہ صریح قلم تھا، اکثر میں انھیں اتنی مہلت بھی نہ دیتی کہ وصیت لکھ لیں، اگر چہ یہ حقیقت ہے کہ زیادہ تر میں انھیں کوئی پیاری سمجھتی ہوں کہ راہ ہموار کرے، لیکن پیاری کے بارے میں یہ بات عجیب ہے کہ انسان ہمیشہ یہ امید کرتے ہیں کہ اس سے پیچھا چھڑا میں گے، اور صرف اس وقت وہ اس امر کا ادراک کرتے ہیں کہ یہ ان کی آخری پیاری ہے جب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے، بہر حال، آئندہ ہر شخص پیشگوی اطلاع وصول کرے گا اور اسے ایک ہفتہ دیا جائے گا کہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ معاملات سمیٹ لے، وصیت تیار کر لے اور اپنے اہل خانہ کو خدا حافظ کر لے، کی گئی غلطیوں کی معافی مانگ سکے اور شریک رشتہ دار سے صلح کر سکے جس سے وہ گزشتہ میں سال سے نہیں بولا، اور یہ کہا، ڈائریکٹر جزل، میں یہی چاہوں گی کہ آپ اسے یقینی بنا کیں کہ، آج بلا استثناء، اس دھرتی کا ہر گھر یہ پیغام وصول کر لے، جس پر میں اس نام سے دست خط کر رہی ہوں جس سے میں بالعموم جانی جاتی ہوں، موت۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی شہری سکرین سے غائب ہو گئی ہے، ڈائریکٹر جزل اپنی نشست سے اٹھا، خط کو تٹھ کیا اور اپنی جیکٹ کی اندر ولی جیبوں میں سے ایک میں رکھ لیا۔ اس نے پر وڈیوسر کو اپنی جانب آتے دیکھا، بے آب اور بوکھلایا ہوا چھڑا، تو یہ ہے وہ، وہ بے شکل سنائی دینے والی آواز میں

بڑھا یا تو یہ ہے وہ۔ ڈائریکٹر جزل نے خاموشی سے سر ہلا کیا اور باہر کا رخ کیا۔ اس نے وہ الفاظ نہ سنے جو نیوز ریڈر نے ہکلاتے ہوئے ادا کرنا شروع کیے، ابھی آپ سن رہے تھے، بعد میں سنائی جانے والی خبروں کے ساتھ جو روک دی گئیں کوئی اہمیت نہ ہونے کی بنا پر کیوں کہ ملک میں کوئی بھی انحصار پر ذرہ براہ اہمیت نہیں دے رہا تھا، ان گروں میں جہاں کوئی شدید پیار پر اتنا، افراد خانہ اٹھی اور بستر مرگ کے گرد جمع ہو گئے، لیکن اس کے باوجود مرنتے ہوئے آدمی کو تناہ پائے کہ تین گھنٹوں میں وہ مر جائے گا، وہاں سے تناہ سکے، اس پیچے ہوئے وقت کا استعمال کرتے ہوئے وہ وصیت لکھ لے جئے لکھنے سے وہ بیش انکاری رہا ہے، یا، دریافت کر سکیں کہ کیا وہ اپنے شریک کوفون کرنا اور اس سے ناراضگی دور کرنا پسند کرے گا، نہیں وہ مناقا نہ چلن پر چل سکے کہ دریافت کریں کہ کیا وہ کوئی افاقت محسوس کر رہا ہے، وہ تو بس کھڑے ٹکتے رہے بے رنگ، نحیف چہرے کو، پھر کن انگھیوں سے گھڑی کو، اور منتظر ہے وقت کے کگز رسا اور دنیا کی گاڑی واپس اپنی پہنچی پر چڑھے اور اپنا معمول کا سفر شروع کرے۔ بہت سے خاندانوں نے جو پہلے ہی ماپیا کو ادا یا گلی کر چکے تھے کہ اس قابلِ افسوس باتیات کو لے جائیں، اور گمان کر رہے تھے کہ وہ خرچ ہونے والی رقم کو نہیں روئیں گے، اب دیکھا کر وہ تھوڑی سے مزید ہم دردی اور برداشت دکھاتے، وہ اس سے مفت میں چھکانا حاصل کر سکتے تھے۔ وہاں گلیوں میں دردناک مناظر تھے، لوگ بہت بے کھڑے تھے، جی ان پر بیشان یا گم سم، سمجھنیں آتا کہ در جائیں، کچھ بے قراری سے رو دیے، دوسرے یوں گلے گلے جیسے انہوں نے اسی جگہ سے الوداع کرنے کی شروعات کا فیصلہ کیا ہو، جب کہ باقیوں نے بخش شروع کر دی کہ اس تمام صورتی حال کا الازم ہے، حکومت پر یا میڈیکل سائنس پریاپا پائے روم پر، ایک ہشک نے اعتراض کیا کہ موت کی جانب سے خط لکھنے جانے کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ کا سے فوری طور پر ملیر خریر کے پاس بھیجا جائے، کیوں کہ، اس نے کہا، صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی اس قابل نہیں ہوتا کہ، دوڑتے ہو، وریدوں، اعصابی بافتؤں، نیجتوں اور گوشت پوست سمیت ایک مکمل حقیقتی ہاتھ کے مانند لکھ سکے، اور چوں کہ، جیسا کہ ظاہر ہے، ہڈیاں کاغذ پر انگلیوں کے کوئی نشان نہیں چھوڑتیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس قابل نہیں ہوں گے کہ اس طرح خط لکھنے والے کی شاخت کر سکیں، ڈی، ہایں، اے سمیت شاید کسی ہستی کے، اگر موت کوئی ہستی ہے، اس غیر متوقع خط کے ظہور پر شاید کچھ روشنی ڈال سکے، جو اپنی ساری زندگی، اس وقت تک، خاموش رہی ہے۔ اس وقت وزیر اعظم فون پر بادشاہ سے بات کر رہا ہے، وضاحت کرتے ہوئے کہ کیوں اس نے فیصلہ کیا کہ اسے خط کے بارے میں

بتائے، اور بادشاہ کہتا ہے کہ ہاں، باگل، وہ سمجھتا ہے، پھر وزیرِ اعظم سے بتاتا ہے کہ اسے کتنا دکھ ہے اس نتیجے پر جو نصف شب کا آخری لمحہ مادرِ ملکہ کے ماندہ وجود کے لیے لائے گا، بادشاہ کندھے اچکاتا ہے، اس طرح کی زندگی قطعاً کوئی زندگی نہیں، آج وہ ہوں گی، کل میں ہوں گا، خصوصاً اب جب کہ تاج کا وارث بے صبری کی علامات ظاہر کر رہا ہے اور سوال کر رہا ہے کہ کب اس کی باری آئے گی کہ آئنی سر برہا ہے۔ اس نجی گفتگو کے بعد، اس کے خلاف معمول پر خلوصِ لمحات کے ساتھ، وزیرِ اعظم نے کہتے سیکرٹری کو ہدایات دیں کہ تمام ارکان حکومت کو اطلاع دے ایک ہنگامی اجلاس کی، میں پھر ایس منٹ میں انھیں یہاں دیکھنا چاہتا ہوں، جب سوئی دس پر ہو، اس نے کہا، ہمیں کہا ہو گا مشورہ، فیصلہ اور انتظام حفاظتی اقدامات کا، تا کہ مکمل غیر-یقینیت اور بد امنی کم سے کم ہو، لامحالہ، جنہیں آنے والے چند دنوں میں نئی صورت حال پیدا کرے گی، کیا آپ اشارہ کر رہے ہیں مرنے والوں کی تعداد کی جانب جنہیں اس انتہائی مختصر وقت میں ملکے لگانا ہو گا، وزیرِ اعظم، وہ ہمارے مسائل کا معمولی سائز ہے، میرے دوست، سبب، اس نوعیت کے مسائل کے حل کے لیے تکفین و مدفن کے ظمینیں موجود ہیں، علاوہ ازیں، ان کے لیے بھر ان ٹھرم ہو گیا ہے، وہ یقیناً بہت خوش ہوں گے کہ حساب جوڑ رہے ہوں گے کہ وہ کتنی رقم کانے جا رہے ہیں، چنان چاں انھیں مردے دفاترے دو کیوں کہ یہ اٹھی کا کام ہے، جو ہمیں کہا ہے، وہ ہے زندوں سے نپنا، پر طور مثال، نفیاتی معالجین کی تیجیں تیار کرنا کہ مدد کریں لوگوں کی کہ اس دہشت سے آزاد ہوں کہ مرنا ہے جب کہ وہ یقین کر چکے تھے کہ وہ ہمیشہ رہنے جا رہے ہیں، ہاں، خود میں نے بھی اس بارے غور کیا، اور یہ مشکل ہو گا، مزید وقت ضائع نہ کرو، وزیر وہن کو بتا دو کہ اپنے متعلق سیکرٹریوں کو ہم راہ لائیں، میں چاہتا ہوں کہ ٹھیک دس بجے وہ یہاں ہوں۔ اور اگر کوئی پوچھتا ہے، ان سب سے بھی کہو کہ وہ پہلا ہے جسے طلب کیا گیا ہے، یہ چھوٹے بچوں کے ماندہ ہیں جو اپنی نافیاں چاہتے ہیں۔ فون کی گھنٹی بجی، یہ وزیرِ اعظم تھا، وزیرِ اعظم، میں تمام اخبارات سے فون وصول کر رہا ہوں، وہ دو لا، وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ انھیں وہ خط دکھایا جائے جو ابھی یہی ویژن پر موت کے مام سے پڑھا گیا ہے، اور جس کے بارے میں، افسوس، میں کچھ نہیں جانتا، افسوس کی کوئی ضرورت نہیں، میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے خفیہ رکھا جائے تا کہ ہمیں بارہ گھنٹے کی بیانی اور یہاں کا سامنا نہ کرنا پڑے، پھر مجھے کیا کہا ہے، اس بارے میں فکر نہ کرو، اسی وقت میرا دفتر تمام میدیا میں یہ خط تقسیم کرنے لگا ہے، زیر دست، وزیرِ اعظم، کاپیٹن ٹھیک دس بجے اٹھی ہو گی، اپنے سیکرٹری کو ساتھ لانا، اور اندر سیکرٹری بھی، نہیں، اسے گھر کی گمراہی کے لیے

چھوڑ دو، میں نے اکثر یہ کہاوت سنی ہے، زیادہ باور چیز مل کر کھانا خراب کر دیتے ہیں، جی، وزیر اعظم، وقت کا خیال رکھنا، اجلاس وسیع کراکیٹ مٹ پر شروع ہو جائے گا، ہم پہنچنے والے پہلے ہوں گے، وزیر اعظم، تب تو یقین طور پر تم اپنا تمغہ حاصل کرو گے، یہ کون سا تمغہ ہے، یہ صرف مذاق تھا، کوئی توجہ نہ دو۔ عین اسی وقت، مظہریں تخفین و مدفنین، چوبیں سختے خدمت، مدفنین، کریا کرم، دعا کرنے والوں کے نمائندے سے اجلاس کے لیے تظییم کے صدر و فائز چار ہے تھے۔ سامنا کرتے ہوئے پہلے بھی پیش نہ آنے والے چینچ کا جو ملک بھر میں ہزار ہا فراود کی چیزیں وہیں وہیں تھیں اور بعد ازاں جنازوں کی تسلیل کا زبردست ہجوم اپنے ہم راہ لائے گا، صرف ایک چینچی حل، جوز برداشت منافع کی یقین دہانی بھی کرنا ہے اخراجات میں معقول کمی کی عنایت سے، یہی ہو گا کہ وہ کریں سا جھے داری، ہم آہنگی اور قریبے کے طریق پر، تمام انفرادی اور گھنیمیکی ذرائع، دوسرے لفظوں میں، نقل و حمل، ان کی صوابہ یہ پر، طے کرتے ہوئے شرکا کا ایک میں حصہ، جس پر وہ پہنچ سکتے ہیں، جب تظییم کے صدر نے رال پکاتے، احتیاط کو اشتغال دلاتے ہوئے، پیش کیا، لیکن دوسرے ممبران کی جانب سے پر سرت ستائش تھی۔ انھیں ذہن میں رکھنا ہو گا، پہ طور مثال، کفنوں، تابوتوں، صندوقوں، ریڈیسیوں اور آرائشی سینیڈوں کی تیاری کے جانے کا کام، انسانوں کے لیے، اسی دن ہند ہو گیا، جس دن انسانوں نے مرہا ہند کیا، اگر غیر متوقع طور پر کچھ شاک پجا ہو گا، کسی روایتی سوچ کے بڑھی کی دکان میں، یہ ہو گا، مابری کی پھولوں کی کیاری کے مانند، جو، ایک مرتبہ کھل کر گلاب بن جائے، ایک صحیح سے زیادہ نہیں رہ پاتی۔ یہ ادبی حوالہ آیا صدر کی جانب سے جس نے بات چاری رکھی، کسی حد تک موڑ خراب کرنے کی، لیکن اس کے باوجود سامعین کی جانب سے ستائش تحسین تھی، کم از کم ہمیں مزیدہ ذلت برداشت نہ کرنا پڑے گی کہ فتن کریں کہتے، ملی، نخنے لئیاری، اور طوطے، عقب سے آواز آئی، بالکل، طوطے، صدر نے اتفاق کیا، اور استوانی مچھلی، ایک اور آواز نے اضافہ کیا، یہ صرف رنگیں مچھلی گر کے پانی پر ہراتی روح کے پیدا کردہ تازع کے بعد تھا، رو داؤ نویں سیکرٹری نے کہا، اب سے وہ بیلوں کے ۲۴ گھنیٹی جائیں گی، کیوں کہ جیسا لاڈوزی کا کہنا ہے، فطرت میں، نہ کچھ تخلیق ہوتا ہے اور نہ یہ کچھ ختم ہوتا ہے، سب کچھ منتقل ہوتا ہے۔ ہم بھی نہ جان سکتے کہ تخفین و مدفنین کرنے والے کس حد تک فراست کا مظاہرہ کرتے، اس نارتھی موقع پر، کیوں کہ ان کے ایک نمائندے نے، فکر مند ہوتے ہوئے وقت کے بارے میں، اس کی گھڑی کے مطابق نصف شب میں پندرہ مٹ پر، اپنالا تھا خلایا، تا تجویز دے پڑھیوں کی انجمن کو فون کرنے کی کہ، ان سے دریافت کیا

جائے ان کے پاس کتنے تابوت ہیں، ہمیں یہ جانے کی ضرورت ہے کہ مکمل سے کتنی فراہمی کا بھروسہ اسکر سکتے ہیں، اس نے بات سیئی۔ جیسا کہ کوئی موقع کر سکتا ہے، اس تجویز کو گرم جوشی سے سراہا گیا، لیکن صدر نے، بمشکل اپنی جھنجڑا ہٹ چھپاتے ہوئے، کیوں کہ یہ تجویز اسے نہیں سمجھی تھی، تبصرہ کیا، غالباً اس وقت وہاں کوئی نہیں ہو گا، مجھے اجازت دیجیے کہ اختلاف کر سکوں، صدر، وہ اس بات جھنوں نے ہمیں یہاں اکٹھا کیا ہے لازماً ان سے بھی کچھ کروار ہے ہوں گے۔ تجویز کنندہ بالکل صحیح تھا۔ برخیوں کی انجمن نے جواب دیا کہ انہوں نے اپنے متعلقہ ممبران کو مطلع کر دیا، جوں ہی انہوں نے موت کا پڑھا جانے والا خطا نہ، انھیں جتنی جلد ممکن ہو دوبارہ تابوت کی تیاری شروع کرنے کی ضرورت واضح کرتے ہوئے، اور، اس دوران میں آنے والی تمام اطلاعات کے مطابق، صرف بھی نہیں کہ بہت سے اداروں نے فوری طور پر اپنے کاری گروں کو بلا لیا تھا، بہت سے پہلے ہی کام میں جتنے ہوئے تھے۔ یہ ہے، سبقیا اوقاتی کارکے قوانین کے برخیں، انجمن کے ترجمان نے کہا، لیکن، دیکھتے ہوئے کہ ہم ہنگامی صورتی حال میں ہیں، ہمارے وکیلوں کو یقین ہے کہ حکومت کے پاس کوئی راہ نہیں ہو گی اس جانب سے آنکھیں بند کرنے کے سوا اور، اس سے بڑھ کر، کہ ہماری شکرگزار ہو، جس کی ہم خاتم نہیں دے سکتے، اس پہلے مرحلے میں، یہ ہے کہ، فرائم کیے جانے والے تابوت اس اعلیٰ معیار اور نفاست کے حامل نہیں ہوں گے جس کے ہمارے گاہک عادی ہو چکے تھے، پاش، وارش اور ڈھکن پر ملیب گودا، دوسرے مرحلے کے لیے، جب جنائز کا دباؤ کم ہوا شروع ہو جائے گا، چھوڑنا پڑے گا، لیکن ہمیں، اس کے باوجود، اس عمل کا بیانادی حصہ ہونے کی ذمہ داری کا احساس ہے۔ وہاں تھیں، مزید مسلسل پر جوش ہالیاں تکھین و تدھین کرنے والوں کے نمائندگان کے اس مجمعے میں، کیوں کہ اب واقعی ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کا جواز تھا، کوئی کھیپ فن کیے ہنا نہیں رہے گی، کوئی کام ادا یا گلی کیے ہنا نہیں رہے گا۔ اور گورکنوں کا کیا، اس آدمی نے سوال کیا، جس نے تجویز دی تھی، گورکن کریں گے جیسا کہ انھیں کہا گیا ہے، صدر نے جھنجڑاتے ہوئے جواب دیا۔ یہ درست نہیں تھا۔ ایک اور فون نے مناشفہ کیا کہ گورکن کر رہے تھے، معاوضوں میں بھاری اضافے کا اور کسی اضافی وقت کا معاوضہ جاری معاوضے کا تین گناہ کرنے کا مطالبہ۔ یہ مقامی مشاورتی کمیٹیوں کا مسئلہ ہے، صدر نے کہا، انھیں خود یہ مسئلہ حل کرنے دیں۔ اور کیا کریں اگر ہم قبرستان پہنچیں اور وہاں کوئی قبر کھو دنے والا نہ ہو، سیکرٹری نے سوال کیا۔ بحث شد پہ ہو گئی، تینجیس نج کر پچاس منت پر، صدر کو دل کا دورہ پڑا۔ نصف شب کو آخری گھنٹی بجتے ہی وہ رگیا۔

(8)

یہ بہت بڑے پیانے پر کی جانے والی کسی اجتماعی قربانی سے کہیں بڑھ کر تھی۔ سات میہنوں نے، جب یک طرفہ طور پر موت کی موقوفی جاری رہی، مرنے کے مرطے پر بڑے ساخنہ ہزار سے زائد، یا معین طور پر باسٹھ ہزار پانچ سو اسی منتظرین کی فہرست تیار کی، سب ایک لمحے میں، وقت کے منتظرین و قلقے میں جو ایسی تباہ کن قوت کا حامل تھا جس کا موازنہ صرف گئے پنچ قابلِ مدت انسانی جرم سے کیا جاسکتا ہے، تھندے ہو گئے۔ بر سبیلِ تذکرہ، ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں لازماً اشان وہی کرنی چاہیے کہ موت نے، اپنے طور پر اور تھا، کسی بیرونی اعانت کے بغیر اس سے کہیں کم مارے، جتنے بنی نوع انسان نے مارے ہیں۔ کوئی تجسس ذہن والی شخصیت شاید جیران ہو رہی ہو کہ کس طرح ہم باسٹھ ہزار پانچ سو اسی افراد کی معین تعداد تک پنچ جن سب نے بے یک وقت اور ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ بہت آسان تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ ملک، جس میں یہ سب ہو رہا ہے، میں کم و بیش ایک کروڑ بساں لیتے ہیں اور یہ کہ موت کی شرح کم و بیش فی ہزار دس ہے، دوسرا دو، کہنے کی ضرورت نہیں بنیادی حسابی عمل، ضرب و تقسیم، اور حاصل نکالنا، یقیناً، ٹانوی مہانہ اور سالانہ شرح، نے ہمیں راہ دی کہ اس عددی مقدار تک پنچیں جس میں تعداد ایک معقول اوسط لگتی ہے، اور ہم نے معقول کاظم اس لیے استعمال کیا کیوں کہ ہم کسی بھی سمت کے اعداد، باسٹھ ہزار پانچ سو اسی یا باسٹھ ہزار پانچ سو اکیاں، استعمال کر سکتے تھے، اگر موت، اٹھمن تھفین و تدقین کے صدر کی بالکل اچاک اور غیر متوقع، ہمارے حساب میں شک کا عنصر پیدا نہ کرتی۔ تاہم، ہمیں اعتقاد ہے کہ اموات کی کتفتی، اگلی صح شروع کیا جانے والا پہلا کام، ہمارے حساب کے درست ہونے کی تصدیق کرے گی۔ ایک اور تجسس ذہن کی مالک شخصیت، اس نوع کی جو راوی کو ہمیشہ نوکتی رکھتی ہے، پریشان ہو رہی ہو گی، کیسے ڈاکٹر جانیں گے کہ کس گرفتاری میں جائیں تا وہ فریضہ سرانجام دیں، جس کے بغیر مرنے والا فرد قانوناً مردہ قرار نہیں دیا جاسکتا، بھلے بلا اختلاف رائے وہ مردہ ہو۔ تنانے کی ضرورت نہیں، بعض صورتوں میں، گزرنے والے کے اپنے گمراہ کی معاون معانع یا اپنے

خاندانی معالج کو بلا لیتے ہیں، لیکن واضح طور پر یہ کافی نہ ہو گا، جب کہ مقصد یہ تھا کہ کوشش کی جائے، معلوم تاریخ میں سب سے کم مدت میں کہ، سرکاری اہل کار کو بالکل غیر متوقع صورت حال میں ڈالا جائے، اور اس طرح بچا جائے دوبارہ اس کہاوت کی تصدیق کرنے سے کہ، مصیبت کبھی خناجیں آتی، جسے، جب اس صورت حال پر منطبق کیا جائے، سے مراد ہو گی، مگر میں کسی اچاک موت کے بعد تیزی سے گئے سڑنے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اگر چہ یہ کہنا ضروری ہو گا کہ، پیش آنے والے واقعات نے یہ ظاہر کیا کہ، یہ خوش قسمتی سے نہیں تھا کہ، کوئی وزیر اعظم ایسے زبردست عروج تک پہنچا اور، جیسا کہ قوم کی مسلم فراست نے متعدد مرتبہ ظاہرہ کیا، ہر ملک کو ملتی ہے، حکومت جس کے وہ حق دار ہوتے ہیں، تب یہ کہنا چاہیے کہ وزراء اعظم، وجوہات کی بنابر اچھی یا بدی، سب ایک جیسے نہیں ہوتے، نہ ہی، یہ کہنا کم درست نہیں ہے کہ، تمام ممالک بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ قصہ مختصر، کوئی بھی صورت ہو، اس کا سبب ہوتا ہے۔ یا اگر آپ ترجیح دیں اسی قول کی کچھ طویل صورت کو، آپ کبھی بتا نہیں سکتے۔ جیسا کہ آپ دیکھیں گے، کوئی مہصر، حتیٰ کہ جو غیر جانب دار رائے رکھنے والا نہ ہو، یہ تسلیم کرنے میں تزوہ نہیں کرے گا کہ حکومت نے خود کو حالات کی ٹھینی سے عہدہ ہوا ہونے کا اہل ثابت کیا۔ ہم سب یاد کریں گے اس سرت کو، جس کے حوالے، ان لوگوں نے خود کو، مخصوصیت سے کر دیا تھا، ان اہتمامی، پرطف اور انتہائی مختصر ایام میں، حال ہی میں ہونے والی یہ وہ ایک خاتون نے، ملنے والی یہی سرت اپنے کھانے کے کمرے کی پھولوں سے بھی بالکوئی پر چم لہرا کر منا۔ ہم یہ بھی یاد کریں گے کہ، اڑتا یہیں سمجھنے کے اندر، یہ رسم سارے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح، وبا کے مانند پھیل گئی۔ سات ماہک متوatz اور پہ مشکل برداشت کی جانے والی مایوسیوں کے بعد، ان میں سے کتنی کے چند پر چم بچے تھے، اور جو تھے وہ بھی افسوس ناک دھیاں رہ گئے تھے، ان کی رنگت دھوپ سے اڑی اور بارشوں سے دھلی ہوئی تھی، مرکزی علامت، سوائے افرادہ دھبے کے، اب کچھ نہیں تھی۔ قابل تحسین فراست کا ظاہرہ کرتے ہوئے، حکومت نے، دیگر ہنگامی اقدامات تجویز کرنے کے علاوہ کہ موت کی غیر متوقع واپسی سے پیدا ہونے والا نقصان کم سے کم ہو، مہیا کیے ان کے لیے قومی پر چم پر طور علامت کو وہاں، تیری منزل پر باسیں جانب والے فلیٹ میں، ایک مردہ منتظر پڑا ہے۔ ان ہدایات کے ساتھ، وہ خاندان جنما گوار مقدر کا زخم خورده ہے، اپنے کسی فرد کو دکان پر بھیج کر ایک نیا جھنڈا اٹھا دیے، اسے کھڑکی پر آؤزیں اس کرے، وہ ڈاکٹر کا انتظار کرتے، تکھیاں اڑاتے ہوئے چہرے سے جواب موجود نہیں، کہ آئے اور موت کی تصدیق کرے۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ تجویز صرف موڑ ہی نہیں، مل کر بڑی زبردست بھی تھی۔ ہر شہر، قبیلہ، بستی یا گوٹھ میں ڈاکٹر، کارمیں، سائیکل پریاپیدل، گلیوں میں صرف جنڈے دیکھتے پھرتے، اس نشانی والے گریں جاتے اور، موت کی تصدیق کرتے خالصتاً سری معائنے کے بعد، آلات کی مدد کے بغیر، کیوں کہ ہنگامی حالت کی کثرت نے تفصیلی معائنے کا قابل عمل بنا دیا تھا، چھوڑتے ایک دست خلا شدہ کاغذ جو تخفین و تدبیح والوں کو جسد کی مخصوص نوعیت کا یقین دلانے گا، جو کہنا ہے، وہ، جیسے کہاوت ہے، اگر وہ مرنے والے کے گروں کی تلاش میں آئے ہیں، سرمنڈ والے بنا گر نہیں جائیں گے۔ جیسا کہ آپ اور اک کرچکے ہوں گے، قومی جنڈے کے اس پر ذہانت استعمال کے دو مقاصد اور دو فائدے تھے۔ آغاز کرتے ہوئے، بطور رہنماء ڈاکٹروں کے لیے، پھر یہ بنے گا ایک پیغام ان کے لیے جو جسد تیار کرتے ہیں۔ بڑے شہروں کی صورت میں، اور خاص طور پر دارالحکومت میں، جو ملک کے مقابلہاً مدد و رقبے کو مدد نظر رکھتے ہوئے ایک وسیع میڑوپولیٹن تھا، طے کرتے ہوئے، شہری علاقوں کی حصہ میں تقسیم، اس نکاتہ نظر سے، حصے کے مطابق کیک کا لکڑا، جیسا کہ مشتملین رخصت کی تسلیم کے بد نصیب صدر نے دریا کو کوزے میں بند کرتے ہوئے پیش کیا تھا، انسانی جسموں کی نقل و حمل کرنے والوں کی، وقت کے ساتھ، ان کی دوڑ میں، ایک بہت بڑی مدد ا بت ہوگی۔ جنڈے کا ایک اور نہ سوچا گیا اور غیر متوقع اڑ تھا، وہ جو ظاہر کرتا ہے کہ ہم کتنے غلط ہو سکتے ہیں جب ہم اپنے آپ کو ایک نظام کے تحت ابہام پیدا کرنے والے رویے کے حوالے کر دیتے ہیں، اور یہ تھا اعلیٰ اخلاق کا اظہار ان مخصوص شہریوں کی جانب سے، جو ہر دو، مہذب شہری رویوں کی روایت کا احترام کرنے والے، اسی طرح ہیئت استعمال کرنے والے تھے، کیوں کہ جب بھی وہ کسی ایسی کھڑکی کے پاس سے گزرتے جو پرچم سے جھی ہوتی وہ احتراماً اپنا ہیئت انتارتے، پس فضا میں ایک پر لطف شبہ چھوڑ جاتے کہ آیا وہ ایسا اس لیے کر رہے ہیں کہ کوئی مر گیا ہے یا اس لیے کہ پرچم قوم کی مقدس علامت زندہ ہے۔

اخبارات کی فروخت، شاپی ہی ہمیں کہنے کی ضرورت ہے، ایک دم بڑھ گی، اس سے بھی کہیں زیادہ کہ جب یہ دکھائی دیتا تھا کہ موت ماضی کی کوئی چیز تھی۔ ظاہر بہت سے لوگ ٹیلی ویژن پر، خود پر ٹوٹ پڑنے والی مصیبت کے بارے میں سن چکے تھے، بہت سوں کے گھر پر تو ڈاکٹر کی آمد کے منتظر مردہ عزیز بھی موجود تھے، باہر بالکوئی پرانو بہانتے پرچم کے ساتھ، لیکن یہ سمجھنا آسان ہے کہ فرق ہے گزشتہ شب چھوٹی سکریں پر، بولتے ڈاکٹر جزل کے اعتماد سے محروم چہرے اور ان لرزہ خیز، پریشان کن

صفحات میں، بیان کرتے ہوئے جھیٹ چلاتی، قیامت خیز رخیاں، جوتے کیے اور اپنی جیب میں رکھ کر اور لے جائے جاسکتے ہیں کہاں پہنچنے کے ساتھ پھر سے پڑھیں اور ہم خوشی محسوس کرتے ہیں ان میں سے کچھ دہادینے مٹالیں یہاں پیش کرتے ہوئے، جنت کے بعد، جہنم، موت کا قص، داعیٰ گر پائندیا نہیں، پھر سے جھکتو موت کو، برے بچنے، اب ہو گی پیشگی اطلاع، ایجل نامید، بخشی کا غذ پر خط، ایک نانیہ میں باسٹھ ہزار موات، موت کا شب خون، تقدیر سے فرار نہیں، خواب سے دہشت تک، معمول کو واپسی، ہم کیا کر بیٹھے کہ اس کے مستحق ٹھہرے، وغیرہ، وغیرہ۔ تمام اخبارات نے بلا استثناء موت کا خط پہلے صفحے پر شائع کیا، لیکن ان میں سے ایک نے، اسے پڑھنے کے لیے آسان ہنانے کی خاطر، متن کو ایک چوکھے میں دوبارہ چودہ کے فوٹ میں تحریر کیا، ترتیب اور اوقاف درست کیے، افعال کو زمانے کے مطابق کیا، جہاں ضرورت تھی بڑے حروف لکھے، بشمول تقدیمی دست خط کے، جس میں ڈی کو بڑا کر کے نکرہ سے معرفہ ہنا یا، ایک الیکٹریک تبدیلی جو کانوں کو محسوس نہ ہو، لیکن جو، اسی روز، خود پیغام لکھنے والی کی جانب سے، پھر وہی بخشی رنگ کا کاغذ استعمال کرتے ہوئے، برہمی کے اظہار کا سبب بنی۔ اخبار کی جانب سے رجوع کیے جانے والے قواعد دان کی ماہر انہوں نے کے مطابق، موت فیں تحریر کے ابتدائی اصول سیکھنے میں بھی ناکام رہی۔ اور پھر، اس نے کہا، جو لکھائی ہے عجب بے ذہنی ہے، یہ کچھ ایسے ہے جیسے تمام علوم طریقوں کا، ہر دو، ممکن اور بہت کر، ملغوب ہو، لا طینی حروف جبکی لکھنے کے انداز، جیسے ہر حرف مختلف آدمی کا لکھا ہوا ہے، لیکن وہ نظر انداز کیا جاسکتا ہے، کوئی معمولی فروگز اشت سمجھ سکتا ہے بے ترتیب ساخت، ختم کی عدم موجودگی، انتہائی اہم قسمیں کی شدید کمی، خلاف معمول پیراگراف کو ختم کرنے، بلا ضرورت سکتے کے استعمال کو بھی اور، سب سے قابل معافی گناہ، جان بوجھ کرو قریباً ناگوار طریق پر بڑے حروف کا ترک کرنا ہے، جو کیا آپ تصور کر سکتے ہیں خط کے اصل دست خط میں بھی نظر انداز کر کے موت کو معرفہ سے نکرہ ہنا دیا ہے۔ یہ تھی شرمناک، تو ہیں، قواعد دان نے مزید کہا، دریافت کرتے ہوئے، اگر موت، جو ماضی کے ادبی عبقریوں کو دیکھنے کی غیر معمولی برتری کی حامل ہے، اس طرح لکھتی ہے، ہمارے بچوں کا کیا بنتے گا اگر وہ تقیید کے لیے اس عجیب المحتف تحریر کا انتخاب کریں، اس عذر کے ساتھ کہ، پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جب تک موت موجود ہے، وہ علم کی تمام شاخوں کے بارے میں ہر وہ بات جسے جانا ہے، جان لے گی۔ اور قواعد دان نے سینا، نجومی اختر شیں جو اس خوف ناک خط میں بھری پڑی ہیں مجھے یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ یہ کسی بہت بڑے، بھوڈے اعتماد پر مبنی چال تھی کیا یہ تھی

حقیقت اور دردناک شہادت کی بنا پر تو نہیں کہ جو خوفناک دھمکی ہے وہ ہو کر رہے گی۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، اسی روز سے پہلے کے وقت، موت کی جانب سے ایک خط اخبارات کو پہنچا، مطالبه کرتے ہوئے، انہی زوردار الفاظ میں، کاس کے ہام کے اصل یعنی بحال کیے جائیں، محترم جناب، اس نے لکھا، میں مرگ خاص نہیں بل کہ مرگ عام ہوں، مرگ خاص کچھ ایسی ہے جسے آپ سمجھ بھی نہیں سکتے، اور ہم بانی سے مخواہ خاطر رکھیں، جناب قواعد داں، کہ میں نے اس بیان کو حرف چار پر ختم نہیں کیا، تم انسانی وجود صرف روزمرہ زندگی میں پیش آنے والی عمومی موت سے آگاہ ہو جو میں ہوں، مرگ عام، جو، بدترین بحانوں میں بھی، زندگی کے تسلسل روک دینے کی صلاحیت رکھتی ہے، ایک دن تم مرگ خاص کے بارے میں جان جاؤ گے اور اس وقت، اور غیر متوقع عمل میں وہ تحسیں وقت دے گی کہ ایسا کرو، تم حقیقی فرق جانو گے متعلق اور قطعی کے درمیان، بھر سے اور خالی کے درمیان، تا حال زندہ اور مزید زندہ نہیں کے درمیان، اور جب میں کہتی ہوں حقیقی فرق، میں اشارہ کر رہی ہوں ایک ایسی کیفیت کی جانب ہے کہ کھوکھلے الفاظ اس قابل نہ ہوں گے کہ متعلق، قطعی، بھرا، خالی، تا حال زندہ، مزید زندہ نہیں کو بیان کر سکیں، کیوں کہ، جناب، آپ کے نہ جانے کی صورت میں، بھی، الفاظ حرکت کرتے ہیں، وہ ایک دن سے دوسرے دن میں ڈھلتے ہیں، وہ اسی طرح بدلتے ہیں جیسے سائے، مل کر خود سائے ہیں، جو ہر دو موجود اور ختم ہو چکے ہیں، صابن کی جھاگ، خول جن کے اندر پہ مسئلہ سرگوشی سنی جاسکتی ہے، درخت کے معمولی حصہ، تھیس یہ ملومات میں نے ترس کھا کر اور مفت دی ہیں، اس دوران میں، اپنے قارئین کو جیسا اور میرا کی گردان سمجھانے کے کام میں، خود کو مصروف رکھو، اور اب، لوٹنے ہوئے اصل مدعا کی جانب اس خط کے، لکھے جانے کا، جیسا کہ جو پڑھا گیا تیلی ویژن پر، میر سے اپنے ہاتھ کا، میں مطالبه کرتی ہوں آپ سے کہ پریس کو اپنیں میں بیان کی گئی شرائط پوری کریں جو تقاضا کرتی ہیں کہ کسی غلطی، سہو یا فروگز اشت کی تصحیح اسی صفحے پر اور اسی فونٹ نمبر میں کی جائے گی، اور اگر یہ خط مکمل طور پر شائع نہ کیا گیا، جناب، آپ خطرہ مولیں گے وصول کرنے کا کل صحیح، فوری طور پر موثر، پیشگوی اطلاع جو میں نے آپ کے لیے چند سال بعد کے لیے اخبار کھی تھی، ایسا اس لیے کہ آپ کی آئندہ زندگی بر باد نہ ہو، میں نہیں بتاؤں گی کہ معینی طور پر کتنے، آپ کی وفادار موت۔ مدیر کی جانب سے پر زور مخدرات کے ساتھ، اصل کے مطابق، اور نقل میں بھی، دوسرے دن خط شائع ہوا، اسی طرح دوبارہ اسی طرح چوکھے میں اور اسی چودہ کے فونٹ میں متن کی صورت میں لکھا گیا تھا۔ جس وقت اخبار تقسیم کیا جا رہا تھا اس وقت ہی مدیر

نے ہمت کی کاس پناہ گاہ سے باہر نکلے، جس میں وہ اسی وقت چھپ گیا تھا، جب اس نے دھمکی آئیز خدا پڑھا تھا۔ وہ تو اتنا خوف زدہ تھا کہ اس تحریر کی تجزیاتی روپورٹ شائع کرنے سے انکار کر دیا جو اسے ایک بڑے ماہر نے ذاتی طور پر پہنچائی تھی۔ میں موت کے دست خطوں کی صرف ڈی کو بردا کرنے کے نتیجے میں اچھی خاصی مصیبت ہو گئی تھی۔ میں موت کے دست خطوں کی صرف ڈی کو بردا کرنے کے نتیجے اپنی بد نسبی بانٹ لیں اور آنکھ سے معاملات خدا پر چھوڑ دیں، ایک ایسی ترکیب کہ اس نوع کے مزید اندر یہ سے بچے۔ مایہ تحریر ایک اور اخبار کے پاس گیا، پھر ایک اور کے پاس پھر ایک اور، اور کہیں چوتھی کوشش میں جب پہلے ہی امید سے دست بردار ہوا تھا، اسے کوئی ایسا ملا جو آمادہ تھا کہ، اس کی گھنٹوں کی دماغ سوزی، اپنے محبوب عذر سے پر بچکے الجھتے ہوئے، رات دن کی مشقت کا پھل قبول کرے۔

مفصل اور تحریر خیز روپورٹ اس توضیح کے ساتھ شروع ہوئی کہ مطالعہ تحریر بنیادی طور پر قیافہ شناسی کی ایک شاخ ہے، دوسرے علوم ہیں، معلومات کے لیے ان کی جو اس خالص سائنس سے آگاہ نہیں، سوانگ، نرت، خاموش ناک اور صوتیات، جس کے بعد اس نے اس پر چیدہ موضوع پر اہم شخصیات کا ذکر کیا، ہر ایک اپنے وقت اور مقام کی، پہلو مثال، کامیلو بالڈی (baldicamillo)، جوہان کا پرلاویز patrice auguste edouard)، ایڈورڈ اگسٹ پیرس حکر (lavater casparjohann)، ایڈولف ہنری (henze adolf)، (hoc quart cesare)، ویلم تھیری پریز (michon rudolf)، جوں کرپیو جیمس (jamin-crepieux jules)، رذولف پوفل (Lombroso helmuth wilhelm)، لذوگ کیل جس (kalges ludwig)، وہیم ہیل متھ میولر (pophal muller)، ایڈس انسلک (enskat alic e)، روہنٹ حاکس (heiss robert)، جن کی عنایات سے مایہ تحریر کی تعمیر نوبہ طور ایک ذریعہ نصیاتی مطالعہ کی گئی، جدوںی تقابل کی تفصیلات دکھاتے اور انھیں پڑھیت مجموعی بیان کرنے کی ضرورت بیان کرتے ہوئے، اور پھر، موضوع سے متعلق انتہائی اہم ترین حقائق بتلاتے ہوئے، جمارے مایہ تحریر نے تھکا دینے والی تفصیلات، مطالعہ کیے جانے والے اہم پہلوؤں کی بیان کیس، جن کے نام، سائز، بیاؤ، وقہ، حاشیہ، زاویہ، اوقاف، بالائی اور زیریں جنبش، یا، بالغاتی دیگر، شدت، بیئت، جھکاؤ، ترکیبی علامات کا بہاؤ ہیں، اور آخر میں، اس نے واضح کیا کہ اس مطالعے کا یہ مقصد نہیں کہ معالجاتی تشخیص کی جائے، یا شخصیت کا تجزیہ کیا جائے، یا پیشہ وارانہ رجحان جانچا

جائے، ماہر نے اپنی توجہ مرکوز کی، دنیا نے جنم سے تعلق رکھنے والی علامات پر، جن کا تحریر، ہر مرحلے پر اکشاف کرتی تھی، باوجود اس کے، اس نے مایوسی کے عالم میں، جسنجھلا ہٹ کے ساتھ لکھا، میں خود کو ایک ایسے تشاء کے رو بروپا تا ہوں جسے سلچانے کی کوئی راہ مجھے دکھائی نہیں دیتی، اور جس کے بارے میں مجھے شدید اندر یہ ہے کہ کیا اس کا کوئی ممکن حل ہے بھی، اور حقیقت یہی ہے کہ جہاں یہ قیچ ہے کہ تمام ننانجی اس باضابطہ اور مقاطع تحریری تجزیے کے اشارہ کرتے ہیں کہ خط لکھنے والی کوئی ایسی، سختی ہے جسے لوگ عادی قائل کہتے ہیں، ایک اور اتنے ہی مقابل تردید قیچ نے بالآخر خود کو مجھ سے منوایا، ایک ایسا جو کسی حد تک پہنچنے لے کو منہدم کرنا ہے، جو یہ ہے، کہ جس شخص نے یہ خط لکھا ہے وہ مرد ہے، اور موت خود لیکن اس کی تقدیق نہیں کر سکتی، آپ بالکل درست ہیں، جناب، کہ اس نے جباس نے شائع کی گئی یہ فاضلانہ تحریر پڑھی۔ جو کوئی نہ سمجھ پایا یہ تھا، اگر وہ مرد تھی اور کچھ نہیں تھا سو اے ہڈیوں کے، پھر وہ کیسے مار سکتی ہے؟ اصل موضوع پر آتے ہوئے، وہ خط کیسے لکھ سکتی ہے؟ یہ وہ اسرار ہیں جو کبھی آشکار نہیں ہوں گے۔

جبیسا کہ ہم یہ وضاحت کرنے میں صرف تھے کہ باسٹھ ہزار پانچ سو اسی معطل زندگی میں لٹکے ہوئے افراد پر نصف شب کو طے شدہ ضرب کے بعد کیا ہوا، ہم نے ملتوی کیا کسی مناسب وقت کے لیے، جو اس وقت آگیا ہے، ہمارا گزیر روشنی ڈالنا، ضعیف خانوں، ہپتا لوں، یہ مہ کمپنیوں، ماپیا اور کلیسا کے اس رویے پر جسے بدلتی ہوئی صورتی حال نے متاثر کیا، بالخصوص کیمپتوک کلیسا کے، جو ملک کی اکثریت کا نہ ہب تھا، اس حد تک کہ یہ عقیدہ عام تھا کہ ہمارے خدا وہ یہ نوع اگر اٹھیں دوبارہ جنم لیتا پڑے، الف سے یہ تک، اپنا اولین اور جہاں تک ہم جانتے ہیں، صرف زمینی ظہور، وہ کہیں اور لیتا پسند نہیں کریں گے۔ آغاز کرتے ہوئے، ضعیف خانوں سے، جذبات بالعموم وہی تھے جن کی آپ تو قع کریں گے۔ اگر آپ ذہن میں لا کیں، جبیسا کہ ہم نے ان جیگان کن واقعات کے آغاز میں بیان کیا، کہ قیام کرنے والوں کی مسلسل آمد و رفت جوان کا رو باری تنظیموں کی معاشری کامیابی کی مطلوب پشتہ تھی، موت کی واپسی سے بندھی تھی، اور تینا تھی، متعلقہ انتظامیہ کے لیے ایک جواز سرست اور امپر نو کا۔ ابتدائی صدمے کے بعد جو ٹیلی ویژن پر موت کے جانب سے معروف خط پڑھنے جانے سے پیدا ہوا تھا، مُنظَّمین نے فوری طور پر اپنی جمع تحریق شروع کر دی اور وہ سب صحیح نابت ہوئے۔ آدمی رات کو ٹمپنیں کی چند بوتلیں اڑائی گئیں کہ معمول کی غیر معمولی واپسی منانی جائے، اگر چہ درروں کی زندگیوں کے بارے میں ایسا راویہ شاید عمومی لائقی کا اور حقارت بھرا گلے، جو اس نے حقیقت میں ظاہر کیا وہ تھا مکمل احساس

طمانتیت، ضرورت کا تھمن کے احساس کا اخراج ہو، کسی اپنے فرد کا جو، اپنے بندرووازے کے باہر کھڑا ہو جس کی چابی وہ گماچکا ہے، اچاک دیکھتا ہے کہ وہ یک لخت کھل گیا اور سورج کی کرنیں اندر واصل ہو گئیں۔ زیادہ مہذب افراد کہیں گے کہ انھیں کم از کم، ہا وہو، غیر سخید، شمشینگ کی نمائش، اڑتے کارکوں اور چھکلتے گلاسوں کے ساتھ، سے اجتناب کرنا چاہیے تھا، پورٹ یا مادیرا کا انھیں گلاس، کویناک کی قلیل مقدار، اپنی کافی میں تھوڑی سے برانڈی، بہت تھی، لیکن ہمیں علم ہے کہ کتنی آسانی سے نفس وجود کی راسیں ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے جب خوشی چھا جاتی ہے، اور جانتے ہیں، یہ بھی، اگر چکوئی اس کی اجازت نہیں دے گا، وہ ہمیشہ سے معاف کر سکتا ہے۔ اگلی صبح منتظمین نے خاندان والوں کو بلایا کہ اپنے مردے لے جائیں، پھر انھوں نے کروں کو ہوالگوانی اور چادریں بد لیں، اور، سارے عملے کو جمع کیا کہ انھیں بتائیں کہ زندگی بہر حال جاری رہتی ہے، وہ بیٹھے کہ مکنگا کہوں کی فہرست کا جائزہ لیں اور انتخاب کریں درخواست دہندگان میں سے ان کا جو زیادہ منافع بخش لگتے تھے۔ اسباب کی بنا پر جو ہر پبلو سے یک سان نہیں تھے، لیکن جو کم و بیش، اتنی ہی اہمیت کے حامل تھے، ہپتا لوں کی انتظامیہ اور طبی عملے کا رو یہ بھی راتوں رات بہتر ہو گیا۔ تاہم، جیسا کہ ہم پہلے آئے ہیں، اگر چہر بیضوں کی ایک بہت بڑی تعداد جو علاج کی حدود سے نکل گئی تھی یا جن کا مرض آخری منزل کی انتہائی پہنچ پکھا تھا، اگر کوئی ان اصطلاحات کو مرضیاتی کیفیت کے دامنی قرار دینے پر منطبق کر سکتا ہے، واپس اپنے گروں اور خاندانوں کو منتقل ہو چکی تھی، کیا غریب قابلِ رحم وجود وان سے بہتر ہاتھوں میں خود کو پاسکتے ہیں، انھوں نے منافقت سے سوال کیا، پچ یہی ہے کہ ان میں سے بہت سے، معلوم رشتہ داروں بنا اور ضعیف خانوں کی جانب سے طلب کیے گئے معاوضے ادا کرنے کی رقم نہ ہونے کی بنا پر، کچھا کچھ بھرے ہوئے تھے، جہاں بھی جگہ تھی، راہداریوں میں نہیں، جیسا کہ عرصہ دراز ان معزز زاقامت گاہوں میں، کل، آج اور ہمیشہ سے چلن رہا ہے، مل کر کپڑا خانوں اور آماریوں میں بھی، جہاں اکثر وہ کئی دن پڑے رہتے، بغیر کسی کے کہ ان پر نگاہ ڈالے، کیوں کہ، جیسا کہ ڈاکنوں اور زرسوں کا کہنا تھا، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنے پیار ہوں، وہ مر نہیں سکتے تھے۔ اب وہ رچکے تھے، اور لے جائے اور فن کیے جا چکے تھے، اور ہپتا لوں میں ہوا، اس کی ایکر، آیوڈین اور جرا شیم کشوں کی مخصوص بو کے ساتھ اتنی خالص اور شفاف ہو چکی تھی جیسے پپارزوں کی ہوا ہو۔ انھوں نے شمشینگ کی بوتکوں کے کارک نہیں اڑائے، لیکن منتظمین اور طبی عالمین کی مسکراہیں نفس کے تابع تھیں، اور جہاں تک مرد ڈاکنوں کا تعلق ہے، یہ کہنا کافی ہو گا کہ ان کی آنکھوں کی وہ روایتی شکاری

چک لوٹ آئی تھی جو وہ زندگی مملے پر ڈالتے تھے، معمول، لفظ کے تمام معنوں میں، حال ہو گیا تھا۔

جہاں تک فہرست میں تیرے نہیں، یہ مہم کمپنیوں کا تعلق ہے، حال کہنے کو زیاد نہیں، کیوں کہ، آیا موجودہ صورت حال، ان تبدیلیوں کی روشنی میں جو یہ مہم پالیسیوں میں متعارف کرائی گئی تھیں اور جھیں، ہم قبل از ایں تفصیل سے بیان کرائے ہیں، ان کے فائدے میں ہے یا نقصان میں، انھوں نے حساب نہیں کیا۔ وہ کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے، یہ یقین کیے ہا کہ وہ پختہ زمین پر چل رہے ہیں، لیکن بالآخر جب بھی وہ اٹھائیں گے، وہ معاهدے کی جو بھی حریر تیار کریں گے اس میں وہ نی بنا دیں رکھیں گے جو ان کے اپنے بہترین مفاد میں ہوں گی۔ اسی دوران میں، چوں کہ مستقبل کا علم خدا کو ہے اور کسی کو علم نہیں کر سکی کیا لائے گا، وہ یہ مہم کرانے والا کوئی فرد جو اسی سال کی عمر کو پہنچ گیا ہو کو مردہ تصور کرنا چاری رکھیں گے، کم از کم یہ پرندہ انھوں نے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے، اور دیکھنا صرف یہ ہے کہ شاید کل کلاں جال میں آپنے والے دو مزید پکڑ لیں۔ کچھ نہ، تاہم، مشورہ دیا کہ وہ معاشرے کی موجودہ بے یقینی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، جو ہمیشہ سے بڑھ کر ابلیس اور گھرے نیلے سمندر کے درمیان، سمندری عفریت اور بخور کے درمیان، چنان اور کھاتی کے درمیان پر منطبق ہوتی ہے، اور یہ کہ شاید یہ تجویز نہیں ہو گی کہ شماریاتی موت کی عمر بڑھا کر پچاسی بلکہ نوے کر دی جائے۔ جوازان کا جنحوں نے اس تبدیلی کی حمایت کی، پانی کے ماند واضح ہے، انھوں نے کہا کہ، جب لوگ اس عمر کو پہنچتے ہیں اس وقت، یہی نہیں کہ ان کے رشتہ دار نہیں ہوتے کہ ضرورت کے وقت ان کی گناہ داشت کریں، بلاشبہ، کوئی ایسے رشتہ دار خود بھی اتنے بوڑھے ہوں گے کہ اس سے کسی طرح کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ افراط اور ضروریاتِ زندگی کی بڑھتی قیمتوں کے باعث اپنی راستہ منٹ پیش کی قدر میں حقیقی کی سے بھی دوچار ہوتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ کئی مرتبہ وہ یہ مہم کی اقسام نہ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، چنان چہ یہ مہم کمپنیوں کو بہترین عذر مل جائے گا کہ متعلقہ معاهدہ منسوخ کر دیں۔ یہ انسانیت نہیں، کچھ نے اعتراض کیا۔ دھن دھن تو دھن دھن ہے، دوسروں نے کہا۔ تھم دیکھیں گے کہ یہ سب کیسے طے ہوا۔

اسی دوران میں، ماپیا کی گفتگو بھی کار و بار پر مرکوز تھی۔ شاید اس لیے ہم بھی آگاہ تھے، جیسا کہ صاف ہم تسلیم کرتے ہیں، تفصیل جو ہم نے بیان کی تاریک را ہوں کی، جن سے گزر کر جرائم پیشہ نظریوں نے کفن فن کی دنیا تک رسائی حاصل کی، نے شاید کسی قاری کو اکسالیا ہو کر وہ منجب ہو کر اس ماپیا کو کیا مصیبت ہے کہ اس کے پاس دولت کمانے کا کوئی آسان یا زیادہ منافع بخش طریقہ نہیں، اور،

اس کے پاس ہیں، اور وہ متعدد اور مختلف ہیں، تاہم، دنیا بھر میں چھلیے ہوئے اپنے جیسوں کے ماتنے، حالات میں توازن لانے اور تکنیک و ترکیب کو بہترین مفاد میں استعمال کرنے میں ماہر، مقامی مایبا صرف وقتی مفاد پر انحصار نہیں کرتی، ان کاهدف اس سے بڑھ کر تھا، ان کی نگاہ تھی، مستقبل تکمیل دینے سے نہ زیادہ نہ کم پر، خاندانوں کے ساتھ، پر سکون موت کی افادیت کے آن کے معابرے کا قائل کرتے ہوئے، اور سیاست والوں کی عناصر سے، جو دوسری طرح دیکھنے کا ڈھونگ کرتے ہیں، ایک حصی اختیار انسانوں کے مرن دفن پر، بے یک وقت قوم کی شاریات کو اس طبق پر رکھنے کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے، جو ملک کے لیے کسی ایک وقت مناسب ہو، نسل کھولتے اور بند کرتے ہوئے، قبل ازیں بیان کیے گئے تصور کو بیان کرنے کے لیے، یا ایک بہتر معین تکمیلی اصلاح کرنے کی خاطر، اخراج پیا کنڑوں کا۔ اگر وہ اس ابتدائی دوریے میں، افرانش کی رفتار بڑھایا کم نہیں کر سکتے، کم از کم یہ ان کے اختیار میں ہے کسر حدود، اب کے جغرافیائی نہیں، بل کہ دلچسپی انتہا، کی جانب سفر کو تیزیاً آہستہ کر دیں اس مخصوص لمحے، جب ہم کرے میں داخل ہوئے، بحث مرکوز تھی کہ وہ کیسے استعمال کر سکتے ہیں اس افرادی قوت کا، جو موت کی واپسی کے بعد بے کار بیٹھی ہے، اور اگر چوہاں میز کے گرد تجاویز کی کوئی کی نہیں تھی، کچھ دوسروں سے زیادہ زور دار انہوں نے اختتام کیا انتخاب کرتے ہوئے، تحفظ کار و بارا می تجویز کا، طویل ناہت شدہ ریکارڈ کی حامل اور جس کے لیے کوئی پے چیدہ طریق درکار نہیں تھا۔ اگلے ہی روز، شمال سے جنوب تک، ملک کے ہر حصے میں، ناظمین تعلیمیں و تد فہمن نے دیکھا کہ ان کے دروازے میں دفتر داخل ہوئے، زیادہ تر دوسرے، کہیں ایک مردا اور ایک عورت، خال خال دعورتیں، جنہوں نے مہذب انداز میں فیجر سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی، جسے انہوں نے اتنی ہی شائقی سے بتایا کہ اس کے کار و بار پر حملہ ہونے اور تباہ کیے جانے تک کا اندیشہ ہے، بم سے یا آگ سے، شہریوں کے کچھ مخصوص غیر قانونی گروپوں کے کارکنوں کی جانب سے جوانانی حقوق کے عالمی منشور میں دلچسپی زندگی کا حق شامل کیے جانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور جو اپنی خواہشات پر پانی پھرتا دیکھ کر، اب شلنے بیٹھنے ہیں کہ ان کے غصب کی شدید ضرب مقصوم کمپنیوں پر، جیسی اس کی ہے، پڑے گی، صرف اس بنا پر کہ وہ، وہ لوگ ہیں جو نعشوں کو ان کی آخری آرام گاہ تک پہنچاتے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے، اینجیوں میں سے ایک نے کہا، کہ یہ منتظم حملہ، جو بیٹھ جو سکتے ہیں، اگر ان کی کسی طرح مراحت کی گئی، بے شمول قتل پر مالک کے اور فیجر کے، اسی طرح ان کے خاندانوں کے، اور اگر ان کا نہیں تو، ایک یا دو ملاز میں کے، شروع ہوں گے کل سے، شاید یہاں سے،

شاید کہیں اور سے، لیکن میں کیا کر سکتا ہوں، غریب مجرم نے کا پنجتھ ہوئے پوچھا، کچھ نہیں، آپ کچھ بھی
 نہیں کر سکتے، لیکن اگر آپ پسند فرمائیں، ہم آپ کی حفاظت کر سکتے ہیں، باں، یقیناً، اگر آپ کر سکیں،
 کچھ شرائط ہیں جو پوری کرنا ہیں، بھلے وہ کچھ بھی ہیں، ہم ربانی کر کے مجھے بچائیں، پہلی یہ کہ آپ اس کے
 بارے میں کسی سے ذکر نہیں کریں گے، اپنی بیوی سے بھی نہیں، لیکن میری تو شادی نہیں ہوئی، اس سے
 کوئی فرق نہیں پڑتا، اپنی ماں سے بھی نہیں، اپنی نانی یا خالہ سے بھی نہیں، میرے ہونٹ ہند ہیں، بالکل،
 کیوں کہ، دوسری صورت میں اندیشہ ہے کہ آپ انھیں ہمیشہ کے لیے ہند پائیں، اور دوسری شرائط کیا
 ہیں، وہ صرف ایک ہے، کہ جو ہم کہیں وہ ادا کریں، ادا کروں، ہم نے تحفظ کی مہم منظم کرنی ہے، اور یہ،
 محترم جناب، پیسہ مانگتی ہے، اوہ، میں سمجھا، ہم تو تمام بنی نوع انسان کا تحفظ کر سکتے ہیں اگر وہ اس کی
 قیمت ادا کرنے پر تیار ہوں، لیکن اس دوران میں، جیسا کہ ہر دور کے بعد ایک اور دور آتا ہے، ہم اب بھی
 پر امید ہیں، ہوں، ٹھیک ہے، کتنی خوش قسمتی ہے کہ آپ اتنی جلد سمجھ گئے، مجھے کیا ادا کرنا ہو گا، یا اس کا خذ
 پر لکھا ہوا ہے، یہ تو بہت زیادہ ہے، یہی ریٹ چل رہا ہے، اور یہ سالانہ ہے یا ماہانہ، ہفتہوار، لیکن میرے
 پاس اتنے پیسے نہیں ہیں، ہم کافی دفن والے بہت زیادہ نہیں کہاتے، آپ خوش قسمت ہیں کہ ہم وہ نہیں
 مانگ رہے جو آپ، اپنی دانت میں، اپنی زندگی کی قیمت سمجھتے ہیں، خوب، میرے پاس صرف ایک
 ہے، اور جسے آپ آسانی سے کھو سکتے ہیں، اسی لیے تو ہم آپ کو سمجھا رہے ہیں کہ اس کی اچھی طرح
 حفاظت کریں، ٹھیک ہے، میں اس پر غور کروں گا، مجھے اپنے حصہ داروں سے بات کرنا ہوگی، آپ کے
 پاس چوبیں گھنٹے ہیں، مزید ایک منٹ نہیں، اس کے بعد، ہمارا اس معاملے سے کوئی یہادیانا نہیں ہو گا،
 ذمہ داری صرف آپ کی ہوگی، اگر آپ کو کچھ ہو گیا، ہمیں یہیں کامل ہے کہ پہلی مرتبہ مہلک نہیں ہو گی،
 اور اس مرحلے پر، ہم دوبارہ آئیں گا اور آپ سے بات کریں گے، اس وقت، یقیناً، قیمت دو گناہوچکی
 ہو گی اور جو ہم طلب کریں، ادا کرنے کے علاوہ آپ کے پاس کوئی راہ نہیں ہو گی، آپ تصور نہیں کر سکتے
 کہ داغی زندگی کا مطالبہ کرنے والے ان شہریوں کا یہ گروہ کتنا سنگ دل ہو سکتا ہے، ٹھیک ہے، میں
 ادا ٹیکی کر دوں گا، چار ہفتوں کی ٹیکلی، چار ہفتے، ہم ربانی کریں، آپ کا معاملہ ہنگامی نوعیت کا ہے اور،
 جیسا کہ ہم نے پہلے کہا، تحفظ کی مہم چلانے پر پہلے لگتا ہے، انقدر یا چیک، انقدر، چیک اور طرح کے لین دین
 اور، اور طرح کی قوم کے لیے ہوتے ہیں، جب یہ مناسب ہوتا ہے کہ رقم ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ
 میں برآہ راست نہ جائے۔ فیجر گیا اور تجویز کھوئی، نوٹ گئے اور ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا، مجھے

رسید یا میرے تھنٹکی خام کوئی دوسرا تحریر دے دیں، نہ رسید، نہ ضمانت، آپ کو ہمارے قول کے مقام کا اعتبار کرنا ہوگا، مقام، آپ قصور نہیں کر سکتے کہ ہم اپنے الفاظ کو کیا مقام دیتے ہیں، اگر مجھے کوئی مسئلہ ہوا تو میں آپ کو کہاں مل سکتا ہوں، پر پیشان نہ ہوں، ہم آپ کو تلاش کر لیں گے، میں آپ کو دروازے تک رخصت کر جاؤں، نہیں، تکلیف نہ کبھی، ہمیں راستہ آتا ہے، لفنوں کے سور کے بعد باعثیں ہاتھ، میک آپ روم سے گزر کر، نیچے راہ داری، استقبالیہ سے ہوتے ہوئے، وہاں گلی والا دروازہ ہے، آپ نہیں بھولیں گے، ہمیں ستوں کا گھر ادا رک ہے، ہم کبھی نہیں بھولتے، پڑور مثال، پانچویں ہفتے، اگلی قحط وصول کرنے کوئی آئے گا، مجھے کیسے علم ہو گا کہ وہ وہی آدمی ہے، جب تم اسے دیکھو گتو تھیں کوئی شبہ نہیں ہو گا، خدا حافظ، ہاں، خدا حافظ، ہمارا شکر یا ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آخر میں، اخیر ضرور حقیر ہرگز نہیں، روم کے یک ٹھوک پاپائی کیسا کے پاس خوشی منانے کے بہت سے جواز تھے۔ آغاز سے قائل کہ موت کا سقط صرف انہیں کا کام ہو سکتا ہے اور یہ کہ شیطانی کاموں کا مقابلہ کرنے میں خداوند کی مدد کرنا اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ دعا سے چھے رہیں، انہوں نے عجز کی صفت کو ایک جانب رکھا جو، معمولی سعی اور قربانی سے نہیں، وہ عموماً ظاہر کرتے تھے کہ بلا جھگڑ خود کو مبارک باد دیں، دعا کی قوی تحریک پر، یاد رہے، جس کا مقصد تھا کہ آسمانی خداوند سے استدعا کریں کہ بے بس انسانیت کو بدترین اندیشوں سے محفوظ کرنے کی خاطر جتنا جلد ممکن ہو موت کو واپس لائے، اختتام اقتباس۔ فریادوں نے عالم بالائک پہنچنے میں تقریباً آٹھ میئنے گائے، لیکن جب آپ سوچتے ہیں کہ مشتری سیارے تک پہنچنے میں چھ میئنے لگتے ہیں، تو عالم بالاجیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں، لازماً اس سے کہیں آ گے ہو گا، لگ بھگ، زمین سے تین سو کروڑ نوری سال، چنانچہ، ایک گھنٹا بادل، کیسا کی جائز طمانتی پر سایہ قلن ہے۔ علماء مذہب بحث کرتے اور اس سبب پرتفق ہونے میں ناکام ہوتے جس نے خداوند کو موت کی اچاک و اپسی پر آمادہ کیا۔ کم از کم وقت دیے ہنا کہ باسٹھ ہزار مرتبے ہو گئی کی آڑی رسم ادا کی جائیں، جو، الہو ای مسجی بیٹاق کے وقار سے محروم رہے، اس سے کم وقت میں گزر گئے کہ یہ کہا جائے، پر پیشان کن سوچیں کہ آیا خداوند کو موت پر احتیار حاصل ہے، یا، اس کے بر عکس، سلسلہ، مراتب میں موت خداوند سے افضل ہے، مسلسل، اس مقدس ادارے کے دلوں اور ذہنوں کو مضطرب کیتے ہوئے تھیں، جب نمایاں شوہد مل گئے کہ خداوند اور موت ایک ہی سکے کے دروغ ہیں تو اب اسے اتنا زیادہ قابل نفریں تو یہ مذہب نہ گردانا جائے۔ یقینی وہ کم از کم حقیقت جو سچ کے نیچے چل رہی

تھی، جب کہ دوسروں کو گلتا تھا کہ کیمسا کی اہم مصروفیت ان کی ما در ملکہ کے جنازے میں شرکت تھی، اب جب کہ باسٹھ ہزار عام مر نے والے بہ حفاظت اپنی اپنی آخری آرام گاہ میں تھے اور شہر کی ٹریک پر مزید چھائے ہوئے نہیں تھے، یہ وقت تھا کہ قابلِ احرام خاتون کی شایانِ شان طریق پر، سیسے کے نابوت میں لٹا کر، شاہی قبرستان میں مدفن کی جائے، جیسا کہ تمام اخبارات متفق تھے، یا یک دور کا اختتام تھا۔

☆☆☆

(۹)

ممکن ہے اس اعلیٰ تربیت نے، اس نوع کی جو تیزی سے ختم ہو رہی ہے، شاید، تو ہاتھی حوالے، کلکھا گیا لفظ مخصوص بزدل کردار پیدا کر سکتا ہے، کے ساتھ مل کر قارئین کو روکا ہو، اگرچہ وہ بالکل حق پر ہیں، کمزوری نظر آنے والی بے صبری دکھانے میں، اس طویل غیر حاضری پر، اور مطالبة کرنے میں کہ بتایا جائے، اس فیصلہ کس رات، جب اس نے اپنی واپسی کا اعلان کیا، تک موت کیا کر رہی تھی۔ اب دیکھتے ہوئے اہم کردار جو ضعیف خانوں، ہمپتالوں، یہ مہ کمپنیوں، ماپیا اور یکٹھولک کیمیا نے ان غیر معمولی حالات میں ادا کیا، واقعات میں ان اچاک اور ڈرامائی تہذیبوں پر جس طرح کارِ عمل انہوں نے ظاہر کیا صرف غیر ضروری تفصیل بیان کر لگتا ہے، لیکن اس وقت تک، یہیں، موت نے، دیکھتے ہوئے قافلوں کی غیر معمولی تعداد، جنہیں اس کے اعلان کے فوراً بعد کے چند گھنٹوں میں دفن کیا جانا تھا، ہم دردی کے ایک غیر متوقع اور قابل ستائش انداز میں فیصلہ کیا کہ، مزید چند دنوں کے لیے اپنی غیر حاضری میں توسعہ کرنا زندگی کو اپنی ڈگر پر واپس آنے کے لیے وقت دے، تھے مرنے والے افراد، یہیں، وہ جو مرے، سابقہ دور کی بحالتی کے اہتمامی چند دنوں کے دوران کو شمار کیا گیا اُن بد نصیبوں میں جو بہنیوں سے ہونے اور نہ ہونے کے درمیان لٹک رہے تھے، اور پھر، جیسا کہ یہ منطقی ہے، ہمیں ان نئی اموات پر بھی بات کرنا ہوگی۔ تاہم، ایسا نہیں تھا جو ہوا، موت اتنی مہربان بھی نہیں تھی۔ ایک ہفتے کا وقہ، جس کے دوران میں کوئی نہیں مرا اور جس نے، اہتمامیں، یہ غلط فہمی پیدا کی کہ، حقیقت میں کچھ نہیں بدلا، ایسا ہوا صرف نئے ضوابط کی وجہ سے جو موت اور مرنے والے کے مابین نافذ ہوئے، جن کے مطابق ہر فرد کو پیشگی اطلاع ملے گی کہ اس کے پاس رہنے کو ایک ہفتہ ہے، ہم اگر سکتے ہیں، ادا یعنی باقی تھی، ایک ہفتہ، جس میں اپنے معاملات دیکھ لیں، وصیت تیار کر لیں، اپنے بتایا تکمیل ادا کر لیں اور اپنے گروالوں اور قریبی دوستوں کو خدا حافظاً کر لیں، سوچنے کی حد تک، یہ ایک اچھی بات لگتی ہے، لیکن عملاً جلد ظاہر ہو گا کہ ایسا نہیں تھا۔ ایک آدمی کا تصور کریں، ایک ایسا جوشان وار صحت کے مزے اٹھا رہا ہے، جو کبھی سر درد جیسی

تکلیف میں بھی بتا نہیں ہوا، وہ جوہر دو پہلوؤں، مزاجاً اور ایسا ہونے کے واضح اور حقیقی اسہاب موجود ہونے کی بنا پر رجاتی ہے، اور جو ایک صحیح، اپنے گھر سے نکل کر کام پر جاتے ہوئے، اپنے مقامی اور انجمنی مددگار ڈائیکے سے ملتا ہے، جو کہتا ہے، خوش قسمتی سے آپ مل گئے، مسٹر فلاں فلاں، میں آپ کے لیے ایک خط لایا ہوں، اور وہ آدمی اپنے ہاتھ میں ایک بخششی لفافہ لیتا ہے جس پر وہ شاید کوئی توجہ نہ دے لے دے کر، یہ بھی ان رہاہ راست مار کنٹک کرنے والی کمپنیوں کی جانب سے اشتہاری خط ہوگا، سوائے اس کے کہ لفانے پر اس کا نام عجیب لکھت میں لکھا ہوا ہے، بالکل اخبار میں چھپنے والے مشہور چہے جیسی، اگر، اس لمح، اس کا دل خوف سے دھڑ کے، اگر اس پر کسی ناگزیر آفت کا وحشت انگیز خوف طاری ہو جائے اور وہ خط وصول کرنے سے انکار کی کوشش کرے تو وہ ایسا نہیں کر پائے گا، یہ اپنے ہی ہو گا جیسے کوئی، آرام سے اس کی کہنی پکڑ کر، سیڑھیاں اترتے ہوئے گرے ہوئے کیلے کے چھلکے پر چھلنے سے بچانے کے لیے اس کی راہ نمائی کر رہا ہو، اس کی مدد کر رہا ہو کہ موڑ پر اپنے پاؤں کو خوکر نہ لگوا بیٹھے۔ یہ بے کار ہوگا، قطعاً، لفافے کو پر زے پر زے کرنے کی کوشش کرنا، کیوں کہ سب کو علم ہے کہ موت کے خطوط، واضح طور پر، ناقابل بیان ہیں، جنہیں ویلڈنگ پلانٹ کا زبردست قوت والا شعلہ بھی نہیں جلا سکتا، اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اس سے گریا ہے، ہوشیاری دکھانا بھی اتنا ہی بے کار ہے کیوں کہ خط خود کو گرنے نہیں دے گا، یہ اس کی انگلیوں سے اپنے چمنا رہے گا جیسے گلوگی ہو، اور فرض حال اگر، کسی مجرے سے، یہا ممکن ہو جائے، آپ یقین کیجیے کوئی نیک دل شہری فوراً سے اٹھائے گا اور اس آدمی کے پیچھے دوڑے گا جو کوشش کر کے ظاہر کر رہا ہو گا کہ اسے چنانہیں چلا اور کہے گا، یہ خط آپ کا ہے، میرا خیال ہے، یہا ہم ہو گا، اور اس آدمی کو دکھ سے جواب دینا پڑے گا، ہاں، یہا ہم ہے، تکلیف کا بہت بہت شکر یہ۔ لیکن ایسا صرف آغاز میں ہو سکتا تھا، جب بہت کم لوگوں کو علم تھا کہ موت اپنے ناخوش گوار خطوط پہنچانے کے لیے مجھے ڈاک کا استعمال کر رہی ہے۔ چند ہی دنوں بخششی رنگ سب سے ماپنڈ پرہ رنگ، سیاہ سے بھی بڑھ کر ماپنڈ پرہ، بن جائے گا، قطع نظر اس سے کہ سیاہ رنگ ہے سوگ کی علامت، لیکن یہ بالکل سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ سوگ زندہ ہی ملتے ہیں، مرنے والے نہیں، اگر چنانی الذکر آمادہ ہوتا ہے کہ سیاہ لباس میں فن ہو۔ چنان چہ، تصور کریں، اس آدمی کی سست پٹا بہت، خوف اور سراسیمگی کا، جو کام پر جا رہا ہو اور اچاک اس کے راستے میں موت ایک اپنے ڈائیکے کے روپ میں آئے جو دوسرا مرتبہ قطعاً نہیں کھلکھلائے گا، کیوں کہ، اگر مکتوب الیہ اسے گلی میں نہ ملتا، وہ اسے متعلقہ لیٹر باکس میں ڈال دیتا یا

دروازے کے نیچے سے کھکا دیتا۔ آدمی وہاں کھڑا ہے، سڑک کے کنارے، اپنی شان دار صحت کے ساتھ، اس کا مخفبو طسر، اتنا مخفبو طکر اب بھی، اتنے شدید صدمے کے باوجودو، در دنیں کر رہا، اچاک دنیا نے اس سے یا اس نے دنیا سے ناتا توڑ لیا، انہوں نے ایک دوسرے کو صرف سات دنوں کا، اور اس سے زیادہ ایک دن نہیں، وقت دیا ہے، اس بخششی رنگ کے خط جسے اس نے ابھی ابھی تجھچا تے ہوئے کھولا ہے کے مطابق، اس کی آنکھوں میں اتنے آنسو ہیں کہ اس نے پہ مشکل اس کی حیر پڑھی، محترم جناب، میں افسوس سے آپ کو یہ اطلاع دیتی ہوں کہ ایک ہفتے میں آپ کی زندگی ختم ہو جائے گی، ناقابلِ تفہیخ اور اُس۔ مہربانی سے آپ کے پاس جو وقت بچا ہے اس کا جہاں تک ممکن ہے بہترین استعمال کریں، آپ کی مخلص، موت، دست خط میں چھوٹی ڈی یعنی اسم نکرہ کا استعمال کیا گیا، جو، جیسا کہ ہمیں علم ہے، ایک طرح اس کے اصل ہونے کا ثبوت ہے۔ آدمی ہندز بذب ہے، پوست میں نے اسے مسٹر فلاں فلاں کہا تھا، جس کا مطلب ہے، جیسا کہ تم خود سمجھ سکتے ہیں، کہ وہ مرد ہے، آدمی سوچتا ہے کہ گمراہ ہے اور اپنے گمراہوں کو اس ناقابلِ تفہیخ حیر کے بارے میں بتائے، یا، اس کے بر عکس، وہ اپنے آنسو پوچھے اور اپنا سفر جاری رکھے جہاں اس کا کام اس کا انتظار کر رہا ہے اور جو دون اس کے پاس باقی ہیں انھیں مکمل کرے پھر اس قابل ہو کر سوال کر سکے، موت، کہاں ہے تمہاری قیمت، اگرچہ، جانتا ہے کہ اسے کوئی جواب نہیں ملے گا، اس لیے نہیں کہ وہ دینا نہیں چاہتی، مل کر، اس لیے کہ وہ نہیں جانتی کے سب سے بڑے انسانی صدمے پر کیا کہے۔

حکی کا یہ واقعہ، جو صرف ایسی چھوٹی جگہ ممکن ہے جہاں ہر شخص باقی سب کو جاتا ہو، موت کے عارضی معاهدے کی، جسے ہم زندگی یا موجودہ کا نام دیتے ہیں، منسوخی کے لیے قائم کردہ اطلاعاتی نظام کے مسائل کے بارے میں بہت کچھ بتاتا ہے۔ اسے، بہت سے دوسروں کے مانند، جن کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں، اذیت پسندانہ ظلم کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، لیکن موت کو ظالم بننے کی کوئی ضرورت نہیں، لوگوں کی زندگیاں لیما ہی بہت ہے۔ اس نے تو ان کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ اور اب، جیسا کہ سات ماہ سے زیادہ کے طویل وقایتے کے بعد اسے اپنی امدادی خدمات کو نئے سرے سے منظم کرنے میں مصروف ہونا چاہیے تھا، اس کے پاس کے لیے نتو آنکھیں ہیں اور نہ ہی کان، ان مردو زن کی مایوسی اور صدمے کی آہوزاری کے لیے، جنھیں ایک ایک کر کے ان پر بازی ہونے والی موت کی اطلاع دی جا رہی تھی، بعض کمیز میں، مایوسی اور صدمے کا حسابات کپا لکھ بر عکس، جو اس نے سوچا

تھا، بتائج ظاہر کر رہے ہیں، کیوں کہ، غائب ہونے کا مستوجب قرار پانے والے اپنے معاملات نہیں
 نپاہ رہے، وہ اپنی وصیت نہیں لکھ رہے، وہ اپنے واجب الادا بکس ادا نہیں کر رہے، اور جہاں تک ان کے
 اپنے گھروں اور قریبی دوستوں کو الوداع کہنے کا تعلق ہے، وہ اسے آخری لمحات پر نال رہے ہیں، جو
 یقیناً انتہائی صدماتی رخصت کے لیے بھی کافی نہیں ہے۔ موت، جس کا دوسرا نام مقدر ہے، کی حقیقت
 سے ن آشنا، اخبارات اس پر جارہا نہ جملے کرنے میں بہت آگے نکل گئے، اسے بے رحم، ظالم، جاہل،
 بدمعاش، خون آشام، بے وفا اور دھوکے باز، چیل، خوست کی ملکہ، ذریکولا سکرٹ میں، انسانیت کی
 دشمن، قاتلہ اور ایک مرتب پھر سلسلہ وار قاتلہ قرار دیا، اور وہاں، مزا جیسا نسب کا، ایک نفت روزہ جو یہ دایا
 بھی تھا، جس نے، اپنے لکھاریوں کے سارے طرز کا نچوڑنکا لئے ہوئے، اصطلاح، کتیا کی پچی، گھڑی۔
 خوش قسمتی سے، کچھ اخبارات نے، اچھے رویے برقرار رکھے۔ مملکت کے انتہائی قابلِ احترام اخبارات
 میں سے ایک نے، قومی اخبارات کے گرو، ایک دانش مندانہ اداریہ شائع کیا، جس میں، اس نے
 متذبذب ہوئے بنا، دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اور قومی جذبے کے ساتھ، موت سے ایک بلا تکلف اور کھلا
 مکالمہ کرنے کا مشورہ دیا، قدرتائی، یہ گمان کرتے ہوئے کہ، اس کا غار، اس کی پناہ گاہ، اس کا ہیڈ کوارٹر،
 جہاں وہ رہتی ہے، وہ ڈھونڈ لیں گے۔ ایک دوسرے سے خبرانے صلاح دی کہ با اختیار پولیس سینٹری کی
 دکانوں اور کاغذ تیار کرنے والوں سے تحقیق کرے، کیوں کہ بخشی رنگ کے لفافے استعمال کرنے والے
 افراد نے، اگر کوئی تھے، جو پہلے ہی بہت کم ہوں گے، یقیناً موجودہ واقعات کے پیش نظر اپنا ذوق تبدیل
 کر لیا ہوگا، چنانچہ، اگلی مرتبہ جب وہ اپنامال یعنی آئے تو خطرناک خریدار کو پکڑنا اٹھا لئے کی طرح
 آسان ہوگا۔ دوسرے کے شدید مخالف، ایک اور اخبار نے فوراً، اس تجویز کو بھونڈی اور وابحیات قرار دیا،
 کیوں کہ، کوئی پاک بے قوف ہی یہ سوچ سکتا ہے کہ، موت، جو ہر فرد جانتا ہے، چادر میں لپٹا ہوا ایک
 ڈھانچا ہے، فٹ پا تھوپر ایڑیاں کھنکھلتی، اپنے خط پوست کرنے باہر نکلے گی۔ اخبارات سے پچھے نہ رہ
 جانے کی خواہش میں، ٹیلی ویژن نے وزیر داخلہ کوہدا بیت کی کی لیز بکسون اور ڈاک کے ڈبوں پر پولیس
 تعینات کی جائے، ظاہر ہے، فراموش کرتے ہوئے کہ جب ٹیلی ویژن کے ڈاکر یکٹر جزل کے نام پہلا
 خط اس کے دفتر میں پلیا گیا، دروازے کا دہراتا لابند تھا اور کھڑکی کا کوئی شیشہ نہیں ٹوٹا تھا۔ فرش
 دیواروں اور چھتوں پر کوئی درز، اتنی باریک بھی، جس سے بلیڈ گز رسکے، نظر نہیں آئی تھی۔ شاید، واقعی یہ
 ممکن تھا کہ، موت کو مرنے کی سزا پانے والے بد نصیب پر ترس کھانے پر مائل کیا جائے، لیکن ایسا کرنے

کے لیے، جیسیں اسے تلاش کرنا تھا، اور کسی کو علم نہیں تھا کہ کیسے اور کہاں۔

اس وقت، اپنے شبے سے، بلا واسطہ یا بالواسطہ متعلق ہر چیز سے، پہنچ بی آگاہ ایک فائزک سائنسٹ تھا، اس کا خیال تھا کہ، کھوپڑی سے چہرہ مکمل کرنے والے ایک قابلِ احترام غیر ملکی ماہر کو بلایا جائے، یہ ماہر قدیم پینٹنگز اور کندہ کی گئی موت کی تصاویر، خصوصاً جن میں اس کی کھوپڑی واضح دکھائی گئی ہے، پہنچ کرتے ہوئے، کوشش کرے گا کہ، غالب ہونے والے گوشت کی جگہ پر کرے، آنکھوں کے ڈھیلے اپنے خانوں میں فٹ کرے، متعلقہ جگہوں پر بال، پلکیں اور بھویں لگائے، اسی طرح اس کے گالوں پر مناسب رنگ کرے، یہاں تک کہ، مکمل تیار رہے، اس کے سامنے ہو، جس کی تصویر کی ایک ہزار نقول تیار کی جائیں، جنہیں اتنی تعداد میں تفتیشی اپنے اپنے والٹ میں رکھیں، تاکہ، نظر آنے والی بہتی عورتوں سے اس کا موازنہ کر سکیں۔ مسئلہ یہ ہوا، جب غیر ملکی ماہر نے اپنا کام مکمل کر لیا، کوئی انتہائی غیر تربیت یا فتنہ نظر والا کہ بیٹھا کہ منتخب کی جانے والی تینوں کھوپڑیاں ایک جیسی تھیں، اور اس نے تفتیش کاروں کو مجبور کر دیا کہ صرف ایک تصویر کے ساتھ نہیں، بلکہ، تین کے ساتھ کام کریں، جو ظاہر ہے، موت کے شکار، وہ نام، جو پر جوش انداز میں، جرات مندی کے ساتھ آپ پر یہاں کو دیا گیا تھا، میں رکاوٹ تھی۔ بلاشبہ صرف ایک بات طے تھی، اور جس کے بارے میں بالکل ابتدائی نقاشی، انتہائی پے چیدہ طریق تسمیہ اور انتہائی تحریکی علامت نگاری سب متفق تھے۔ موت، اپنی ساخت، اوصاف اور خصوصیات میں، بلاشبہ ایک عورت تھی۔ جیسا کہ بلا شک آپ کو یاد آئے گا، ممتاز تحریر شناس، جس نے موت کے پہلے خط کا تجربی مطالعہ کیا اور واضح طور پر اسی نتیجے پر پہنچا جب اس نے خط لکھنے والے کا ذکر پڑھا اس کی مصنفوں کے کیا، لیکن دیکھتے ہوئے کہ، صرف چند زبانوں کے استثنائے کے ساتھ جو، کچھا معلوم و جوہات کی ہنا پر، مذکور یا بلا جنس استعمال کرتی ہیں، موت، ہمیشہ موٹھ میں شمار کی گئی ہے، یہ صرف عادتاً بھی ہو سکتا ہے۔ قل ازیں ہم یہ معلومات دے چکے ہیں، لیکن، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھول جائیں، علاوہ ازیں یہ اس حقیقت پر اصرار بھی ہو گا کہ تین چہرے، سارے زنان اور سب نوجوان، ہر ایک کو دکھائی دینے والی، واضح مہاٹتوں کے باوجودو، ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ تین مختلف موتوں کی موجودگی، پڑھا جائے، تین شخصوں میں کام کرتی، سیدھے سمجھا کوئا قابلِ تسلیم تھا، چنان چہ ان میں سے دو کا اخراج کرنا ہو گا، اگرچہ، معاملات کو مزید پے چیدہ ہتھے کے لیے، یہ بھی ممکن تھا کہ اصلی اور حقیقی موت منتخب کی جانی والی تینوں کھوپڑیوں میں سے کسی کے مشاپنہ ہو۔ جیسا کہ کہا وات ہے، یہ تھا، انہیں میں فائزک رہا

اور تو قع کرنا کہ مقدر ہو گا تو شکار گولی کے راستے میں آجائے گا۔

تفقیش کا آغاز، جیسا کہ اسے ہونا تھا، سرکاری محلہ شاخت کے آنارکو، جس میں پورے ملک میں بننے والوں کی، مقامی اور غیر ملکی دونوں، تصاویر جمع کی گئی تھیں، مخصوص بنیادی خصوصیات کے اعتبار سے، کتابی چہرے سایک جانب، بھروسی چہرے دوسری جانب، گروہ بندی کرتے اور ترتیب دیتے ہوئے کیا گیا۔ نتیجہ ماہیوں کن تھا۔ قد رہا، آغاز میں، جب، جیسا کہ ہم پہلے کہ آئے ہیں، چہرے کی تخلیل نوکے لیے ماذل پرانے کندہ نقوش اور پینٹنگز سے منتخب کیے گئے تھے، حقیقت میں کسی کوموت کی انسانی شبیہ کے موجودہ نظام شاخت میں، جو ایک صدی سے کچھ قبل ہی قائم کیا گیا تھا، پائے جانے کی امید نہیں تھی، لیکن، دوسری جانب، یہ سوچتے ہوئے کہ موت ہمیشہ موجود ہی ہے، اور یہ فراموش نہ کرتے ہوئے کہ اس کے لیے اسرار میں رہتے ہوئے ٹھوک و شبہات سے محفوظ رہ کر اپنا کام جاری رکھنا لازماً دشوار ہو گا، یہ فرض کرنے کا کوئی جواہر نہیں کہ مختلف اداروں میں اسے چہرہ بدلتے کی ضرورت پیش آئی ہو گا، چنانچہ، یہ مفروضہ کہ، چوں کہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ موت کے لیے کچھا ممکن نہیں، اس نے شہر یوں کی رہنمایش ریکارڈ میں فرضی نام سے اپنا اندر راج کرایا ہو گا۔ معاملے کی حقیقت کچھ بھی ہو، حق بھی ہے کہ، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ذیلاً ایکچھ کے ماہرین سے مدد لیتے جانے کے باوجودہ تفقیش کاروں کو ایک بھی قابل شاخت عورت کی تصویر نہیں ملی جو موت کے تین تخلیاتی خاکوں سے کسی طرح کی ممائنت رکھتی ہو۔ جیسا کہ پہلے سے اندازہ تھا، تب وہاں، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، کر، روایتی تفقیشی طریق، پولیس کا معلومات کے لکھوں کو یک جا کرنے کا ہے، کی جانب لوٹیں، اور ان ایک ہزار ایکٹھوں کو طلب کریں، تاک، وہ، ایک ایک گھر، ایک ایک دکان، ایک ایک دفتر، ایک ایک ٹیکٹری، ایک ایک ریسٹورانٹ، ایک ایک بار میں جا کر، اور یہاں تک کہ ان مقامات کا، جو جنس کے زحمت طلب عمل کے لیے مخصوص ہیں، دورہ کر کے اس سرزین میں موجود تمام عورتوں کو، سوائے کم، سن اور وہ جو بڑی یا سی رہیں، چیک کریں، کیوں کر، ان کی جیب میں موجود تین تصویریں یہ واضح کرتی ہیں کہ موت، اگر وہ کبھی مل گئی، چھتیس برس کے لگ بھگ اور بلاشبہ انتہائی خوب صورت عورت ہو گی۔ ان کو فراہم کیے گئے نمودوں کے مطابق ان میں سے کوئی بھی موت ہو سکتی تھی، اگر چنان میں کوئی نہیں تھی۔ بڑی کوششوں کے بعد، گلیوں میں، سڑکوں اور گپٹ ڈنڈیوں پر میل ہائیل پیدل گھسنے، چڑھائیوں پر چڑھائیاں، جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بکھری ہوئی، انھیں آسانی کی بلندیوں تک لے جاتی تھیں، چڑھنے کے

بعد، ایجنٹوں نے دعویٰ توں کو، جو ریکارڈ میں موجود تصویروں سے مختلف تھیں، کیوں کہ انہوں نے کامیک سرجی، جس نے جیان کن اتفاق سے، غیر متوقع طور پر، ان کے چہروں کی ماڈلوں میں ڈھالے گئے چہروں سے مماثلت پیدا کر دی تھی، شناخت کرنے کا مرکز سر کر لیا۔ تاہم، ان کی زندگیوں کے انتہائی باریک بینی سے کیے گئے مطالعے نے، کسی غلطی کے امکان کے بغیر، کسی ایسے امکان کو کہ انہوں نے خود کو، پیشہ وار انہ طور پر یا صرف شویق، موت کی مہلک سرگرمیوں کے لیے، جزوی طور پر بھی، وقف کیا ہو، خارج از امکان قرار دیا۔ جہاں تک تیری عورت کا تعلق ہے، جو صرف خاندانی الہم سے شناخت کی گئی، گزشتہ برس فوت ہو چکی تھی۔ اخراج کے سادہ عمل کے مطابق، ایسا فرد جو خود موت کا شکار ہوا ہو، خود موت نہیں ہو سکتا۔ اور، بتانے کی ضرورت نہیں، جن دنوں تبتیش، جو چند بہتے جاری رہی، جاری تھی، بخشی رنگ کے لفافے اپنے مکتوب ایمان کے گھروں میں پہنچنے جاری رہے۔ یہ واضح تھا کہ موت انسانیت کے ساتھ اپنے معاهدے سے بر موانح اف نہیں کرے گی۔

قدرتیا، ضرور کوئی سوال کرے گا کہ کیا حکومت صرف بے حصی اور خاموشی سے کھڑی ملک کے ایک کروڑ شہریوں سے روزانہ کھیلے جانے والا کھیل دیکھ رہی تھی۔ اس کا جواب دو جہتی ہے، ایک پہلو سے ہاں دوسرا سے پہلو سے نہیں۔ ہاں، اگر چہر ف مختلف پیشہ میں، اس لیے کہ مرنا، لے دے کر، زندگی کا انتہائی معمولی اور عمومی فعل، خالص تاریخ زمرہ کی حقیقت، کم از کم آدم اور حوا کے زمانے سے والدین سے اولاد کو منتقل ہونے والے ناتختم ورثے کی ایک قطعہ ہے، اور اگر اپنے گھر میں مظلومی کے ہاتھوں مرنے والے ہر بوزھے آدمی کی موت پر دنیاوی حکومتیں تین روزہ قومی سوگ کا اعلان شروع کر دیں تو وہ عوام کے غیر محفوظ ہنی سکون کو شدید نقصان پہنچا سکیں گی۔ اور نہیں، کیوں کہ، بھلے آپ جتنے بھی سنگدل ہوں، یہاں ممکن ہو گا کہ موت کی جانب سے دیے جانے والے ایک بہتے کے نوٹس، حقیقی اجتماعی آفت کے بڑے حصے پر، ہر روز کے صرف وہ تین سو نہیں جن کے دروازے پر بد نصیبی روزانہ دستک دیتی ہوئی آتی، مل کر ننانوے لاکھ ننانوے ہزار اور سات سو سے کم نہ زیادہ ہر عمر، نصیب اور حالت کے افراد، جو ہر صبح جب بھیاں کھواب کے نتیجے میں اذیت ناک رات کے بعد بیدار ہوتے، دیکھتے کہ خطرے کی تکوار ان کے سر پر لک رہی ہے، مسلط ہو گئے ہیں، سے لائق رہیں، جہاں تک تین صد افراد کا تعلق ہے، جنہوں نے بخشی رنگ کا قسمت کا لکھا وصول کیا، جیسا کہ فطری ہے، ہر فرد کے انفرادی کردار کے مطابق، نافذ ہونے والی سزا پر عمل مختلف ہوتا۔ مزید بر اس ان لوگوں کے ماتندا جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، جنہوں

نے، انتقام کے غیر متوازن نظریے ہے کوئی بجا طور پر شک نظری کے انہمار جدید کے مشابہ قرار دے سکتا ہے، فیصلہ کیا کہ وصیت لکھنے اور اپنے واجب لا دالگیں ادا نہ کرتے ہوئے اپنی معاشرتی اور عالمی ذمہ داریوں سے لائق ہو جائیں، وہیں بہت سے اپنے بھی تھے جنہوں نے، ہر کویس کے قول، آج کو غمہ جانو، کے انتہائی بگزے مٹھوم پر عمل کرتے ہوئے، جو تھوڑی سی زندگی ان کے پاس بچی تھی، ممکن ہے یہ سوچتے ہوئے، خود کو جنس، نشہ اور الکوھل کی قابلِ مدت بدستیوں میں ضائع کر دیا، کہ ان وحشیانہ سرگرمیوں میں غرق ہونے پر، ان کے سر پر کوئی خدائی عذاب نازل ہو گا، یا، آسمانی بجلی گرے گی جو انھیں موقع پر بلاک کرتے ہوئے، انھیں موت کی گرفت سے جھین لے گی، شاید، اس طرح وہوت کو جمل دینے میں کامیاب ہو جائیں، جو ممکن ہے اسے اپنے طریق بد لئے پر مجبور کر دے۔ کچھ، صابر، باوقار اور با حوصلہ نہ بھی، جسے ہم اس نوع کا مندرجہ جواب کہتے ہیں، جو، وقت کے اعتقاد کے مطابق، مزید تکلیف دہ ہوتا اگر اس کی بنیاد اخلاقی اور سماجی شبیہ میں ہوتی اور زمانہ قدیم کی جسمانی انتقام کی خواہش نہ ہوتی، یہ سمجھتے ہوئے کہ موت کی قوت کو آداب کا سبق سکھائیں گے، پر عمل کرتے ہوئے، خودکشی کے انقلابی قدم کا انتخاب کیا۔ قدرت، یہ تمام کوشش ناکام ہوئیں، ماسوا، ان لوگوں کے جنہوں نے اپنی خودکشی دی گئی تاریخ کے آخری دن طے کی۔ ایک ماہرانہ چال، جس کا موت کوئی جواب نہ دی سکی۔

عمومی طور پر عوامی مزاج کو حقیقی مٹھوم میں، اپنے مفاد میں، استعمال کرنے والا ادارہ کی تھوڑک کلیسا پاپائے روم کا تھا، جس کے لیے، جب سے ہم ایکا اپنے دور میں رہ رہے ہیں جس میں روزمرہ کے ابلاغ، ہر دو، بھی اور عوامی، میں مخالفات کا چلن تیزی سے پھیلا ہے، شاید یا ایک اچھی تجویز ہو گی کہ آسان مخفف، لگ پر، کا استعمال کیا جائے۔ یہ بھی حق ہے کہ کلیسا جس طرح، لگ بھگ، دیکھتے دیکھتے، کسی امید افزای لفظ، کچھ تسلی، کچھ مرہم، کسی ممکن، کسی روحانی سکون آور کی تلاش میں بوکھلانے ہوئے لوگوں سے بھر گئے، کوئی نہ دیکھنے کے لیے آپ کو ادارہ زادہ ہاہو ہو گا۔ جو لوگ، اس وقت تک، اس سوچ کے حامل تھے کہ موت ہاگزیر ہے اور یہ کہ اس سے کوئی بچاؤ ممکن نہیں، لیکن اسی کے ساتھ یہ سوچتے ہوئے، کہ جب وہاں مرنے والے بہت سے دوسرا فراہم موجود ہیں، ہر فرد صحتی کی حقیقی ضرب کے نتیجے میں ان کی باری بھی آئتی ہے، یہ چند افراد اب اپنا وقت، پوست میں کی آمد کا انتظار پر دوس کے پیچھے چھپ کر جھاگٹنے میں، یا، مگر واپس آتے ہوئے لرزنے میں، گزارتے، جہاں، دروازے کے پیچھے ممکن ہے، جڑ کے کھولے عذریت سے کہیں بڑھ کر، بخششی رنگ کا ہبہت ہاک خط، ان پر جھٹپٹے کے لیے تیار

ہو۔ کیساں میں ایک لمحے کے لیے بھی کام نہیں رکا، فیٹر یوں میں تیاری کے ترتیب وار مراحل کے مانند، پشیمان گناہ گاروں کی طویل قطاریں، کیسا کے مرکزی ہال کے گرد دو چکر لگاتے ہوئے، مسلسل پر ہورہی تھیں۔ اعتراف کرنے کا فریضہ سرانجام دینے والے بھی نہ رکتے، کبھی بھی وہ تحکاومت سے الجھ جاتے، دوسرے موقع پر کسی چکے دار تفصیل سے اچاک ان کے کان کھڑے ہو جاتے، لیکن آخر میں، کتنے ہی ہمارے فادر، کتنے ہی الوداعی خطاب، اور پھر گناہوں سے معافی کے الفاظ کی تیز تیز دہراتی کرتے، صرف ایک کفارہ نامہ تحما دیتے، ایک اعتراف کنندہ کی رخصت اور دوسرے گناہ گار کے گھنٹے لٹکنے کے درمیان خنثروں تھے کے دوران میں، اعتراف کرانے والے پہنچنے سیندوچ کا، جوان کا دوپھر کا کھانا ہوتا، ایک لمحہ لٹکنے کے دوران میں شام کے کھانے پر کسی حد تک علاقی کا وحدہ لا وحدہ لا تصور کرتے، خطبات بلا کسی تہذیبی، آسمانی بہشت کا واحد راستہ، موت کے، جہاں، یہ کہا گیا، کبھی کوئی زندہ داخل نہیں ہو سکتا، موضوع پر ہوتے، اور واخظین، کیسا کے نواح میں بنتے والے اپنے ہمیں ہوئے سامنے میں کی ڈھارس بندھانے کے اشتیاق میں انتہائی پر تکلف اندازی پیان کا، اور، انھیں قائل کرنے کی خاطر مذہبی سوال و جواب کے انتہائی سطحی حریبے استعمال کرنے میں تردد نہ کرتے، تاکہ وہ، بالآخر، خود کو اپنے آبا و اجداد سے زیادہ خوش نصیب سمجھیں، کیوں کہ موت نے انھیں اتنا وقت دیا ہے کہ اپنی روحوں کو جست میں جانے کی خاطر تیار کر لیں۔ تاہم، وہاں، چند پادری، جو، اعتراف کیے گئے متعفن اندر ہیروں میں الجھ گئے تھے، کو، خدا جانتا ہے کہ کس طرح، اپنے حوصلے بلند کرنے کی ضرورت تھی، کیوں کہ، انھوں نے بھی، اسی صحیح، بخشی رنگ کا الفاظ وصول کیا تھا، اور اس طرح جو تسلیم بخش الفاظ وہ ادا کر رہے تھے، ان کی تاثیر پر شک کرنے کا اچھا خاصہ جواز تھا۔

نفیاتی معالجین کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا، کیوں کہ وزیر صحت نے کیسا کی، جو ختنہ حالوں کی دست گیری کرتے ہوئے، معالجاتی امداد فراہم کر رہا تھا، تقليد کی۔ کسی نفیاتی معالج کے لیے عجیب نہیں تھا، کسی مریض کی کونسلنگ کرتے ہوئے، جس کو اذیت پہنچانے والی تکلیف میں، افاقت کا بہترین ذریعہ آنسو بہانا ہو، اچاک، جب اسے خیال آئے کہ، وہ بھی، شاید اگلے روز کی ڈاک میں ایک مخصوص لفافے کا وصول کرنے والا ہو، وہ خود بھی بے اختیار سکیاں لیتے گے۔ نفیاتی معالج اور مریض دونوں، کیساں بہ نصیبی کے شکنچے میں گرفتار، اپنی آنکھیں پوچھتے ہوئے مشاورت کا دورانیہ مکمل کریں، لیکن معالج یہ سوچتے ہوئے کہ اگر بد نصیبی اس پر ٹوٹی، تو بھی اس کے پاس سات دن، یعنی ایک

سو بانوے گئے، زندہ رہنے کو ہوں گے۔ جس، نشے اور شراب کی چند بد مستیاں، جن کا اہتمام کیے جانے کے بارے میں اس نے ساختا، اگلے جہان کو اس کا سفر آسان ہنا دیں گی، اگرچہ، قدر تبا، اس صورت میں خطرہ مول لیتے ہوئے کہ جب آپ وہاں آسمانی تخت پر ہوں ممکنہ طور پر آپ کو اس دنیا سے مزید شدت سے محروم کر دیں۔

☆☆☆☆

(10)

اقوام کی داش کے مطابق ہر قاعدے، جسی کروہ قاعدے بھی جنہیں عموماً قابل تفسیخ قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ پڑور مثال، وہ جن کا تعلق موت کے اقتدار سے ہے، جن میں، تعریف کے مطابق کبھی کوئی استثناء ممکن نہیں، میں بھی کوئی استثناء ہوتا ہے، اگرچہ پڑور عجیب ہے، پھر بھی یہ واقعیت ہی ہو گا کیوں کہ، جیسا کہ یہ ہوا، بغشی رنگ کا ایک خط اس کی ارسال کرنے کو واپس بچھج دیا گیا۔ کچھ لوگ معرض ہوں گے کہ ایسا ہوا ناممکن ہے، کیوں کہ موت، ہر جگہ موجود ہونے کے ناطے، کسی ایک مخصوص مقام پر نہیں ہو سکتی، جس سے کوئی بھی ہر دو، طبیعتی اور مابعد الطبیعتی اعتبار سے ناممکن ہو، اخذ کر سکتا ہے، تلاش کرنے اور شناخت کرنے کے معانی میں، جو ہم مجموعی طور پر ارسال کرنے کے لفظ سے مراد یلتے ہیں، یا، ان معانی میں، یعنی، وہ مقام جہاں سے خط آیا، جو یہاں مقصود ہیں۔ باقی بھی اعتراض کریں گے، اگرچہ کم قیاس آرائی پر منی، کہ، جب ایک ہزار پولیس والے موت کو ہفتون مسلسل تلاش کر رہے تھے، مگر گمراہ، سارا ملک چھانتے ہوئے، جیسے کسی باریک دن انوں والی کلکٹھی سے، قابو نہ آنے والی لیکھ جو فرار ہونے کے طریقوں میں زبردست ہمارت رکھتی ہو، کی تلاش میں ہوں، لیکن ہا حال نتوں کا ٹھکانہ ملا اور نہ ہی کوئی سرا غملا ہو، یہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اگرنا حال اس امر کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ موت کے خطوط اس طرح ڈاک میں پہنچتے ہیں، یقیناً ہمیں یہ بھی نہیں بتایا جانے والا کہ کن پر اسرازِ رائع سے واپس لوٹنے جانے والے خطوط اس کے ہاتھوں میں پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ ہم عاجزی سے تسلیم کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہماری وضاحتیں اور بہت سی باتیں افسوس ناک حد تک ناکافی ہیں، ہمیں اعتراف ہے کہ ہم اس اہل نہیں کہ ان لوگوں کے سامنے ایسی وضاحتیں پیش کریں جو انہیں مطمئن کر دیں جو ان کا مطالبہ کر رہے ہیں، جب تک، قاری کی سادہ لوگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور واقعات کے منطقی جواز کا احترام نظر انداز کرتے ہوئے، ہم اساطیر کی خلائق مافق الفطریت میں چند مزید مافق الفطری با توں کا اضافہ کر لیں، اب ہمیں اس حقیقت کا دراک ہے کہ ان غلطیوں نے ہماری کہانی کے اعتبار کو شدید نقصان

پہنچایا، بہر حال، ان میں سے کسی کا، ہم دوبارہ کہتے ہیں، ان میں سے کسی کا یہ مطلب نہیں کہ بخشی رنگ کا وہ خط جس کا ہم نے ذکر کیا، اس کی ارسال کردہ کو واپس نہیں کیا گیا۔ حقائق حقائق ہیں، اور یہ حقیقت، بھلے آپ اسے پسند کریں یا نہ کریں، ناقابل تردید نوعیت کی ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کا کیا ثبوت ہو گا کہ موت کا ہیولا اب ہمارے رو برو ہے، ایک کری پر اس حالت میں براجمن کا اس کے گرد چادر لپٹی ہوئی ہے، اور اس کے استخوانی چہرے کے نشیب و فراز پر شدید تغیرت کا ناثر ہے۔ وہ بے یقینی سے بخشی لفافے کو دیکھتی ہے، اس کا جائزہ لیتی ہے کہ شاید اس پر کوئی ایسا نوٹ ہو جاوے میں موقع پر ڈائیکے تحریر کرتے ہیں، پڑھو مثال، واپس لوٹا یا، اس ایڈریس پر کوئی نہیں جانتا، مکتبہ الیہ رابطہ کا پتا یا واپسی کی تاریخ بتائے ہنا کہیں چلا گیا، یا صرف، مر گیا، میں بھی کتنی بے قوف ہوں، وہ بڑھتا ہے، وہ کیسے مر سکتا ہے جب کہ وہ خط جس نے اسے مارنا تھا کھلے ہنا واپس آگیا ہے۔ یہ آخری الفاظ اس نے انھیں کوئی زیادہ اہمیت دیے ہا سوچے، لیکن اس نے فوراً ایک مرتبہ پھر انہیں واپس بلایا اور بلند آواز سے، خواب ناک لبجھ میں دھرا یا، ہنا کھلے واپس آگیا ہے۔ آپ کو یہ جانے کے لیے ڈائیکا بننے کی ضرورت نہیں کہ واپس آنا وہ حالت نہیں ہے جو واپس بھیجنما ہے، واپس آنے کا مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے کہ بخشی رنگ کا لفافہ اپنی منزل تک پہنچنے میں ناکام رہا، کہ راستے میں کچھ ایسا پیش آیا کہ اس نے اپنے نقوش پاڑھوڑ سے اور جہاں سے چلا تھا وہیں لوٹ آیا۔ خط وہیں پہنچتے ہیں جہاں وہ لے جائے جاتے ہیں، ان کی نالگیں یا پر نہیں ہوتے، اور، جہاں تک ہم جانتے ہیں، انہیں اپنی مرضی کرنے کا اختیار عطا نہیں کیا گیا، اگر انہیں اختیار ہونا تو، انہیں یقین ہے کہ وہ ان اذیت ناک خبروں کو لے جانے سے انکار کر دیتے، جنمیں وہ اکثر لے کر جاتے ہیں۔ اس میری خبر کے ماتحت، موت نے غیر جانب داری سے سوچا، کسی سے کہنا کہ وہ فلاں مخصوص دن مرن جائے گا شاید بدترین خبر ہے، یا ایسے ہے جیسے سزاۓ موت پر عمل درآمد کے انتظار میں کمی بر گزارنے کے بعد جملہ آپ کے پاس آئے اور کہے، یہ خط ہے، تیار ہو جاؤ۔ عجیب بات یہ ہے کہ پچھلی کھیپ کے تمام خطوط اپنے مکتبہ الیہاں تک پہنچتے پہنچ گئے تھے، اور اگر یہ نہیں پہنچا تھا تو یہ صرف کسی اتفاق کی بنا پر ہوا ہو گا، جس طرح محبت نامے کے معاملہ میں ہو جاتا ہے جسے ہر فرد خداوند جانتا ہے کہ کہنے والیں میں، صرف دو بلاک اور پندرہ منت سے بھی کم فاصلے پر رہنے والے مکتبہ الیہ تک پہنچنے میں پانچ سال لگ جاتے ہیں، شاید ایسا ہوا ہو کہ یہ کسی کے علم میں آئے بغیر خطوط کی ایک قطار سے دوسری قطار میں شامل ہو گیا ہوا اور پھر اس کے پاس، کسی ایسے مسافر کی طرح، جو صحرائیں کھو گیا ہو،

اس کے سوا کوئی چار نہیں ہوتا کہ اپنے پیچھے چھوڑے گئے نشانات پر واپس چلتا ہوا، اپنے روانگی کے مقام کو لوٹ جائے۔ حل بھی ہو گا کہ اسے پھر سے بھیجا جائے، موت نے آنکھوں سے کہا، جو اس کے پہلو میں دیوار سے نیک لگائے تھا۔ کوئی بھی کسی آنکھ سے جواب ملنے تو قع نہیں کرے گا، اور یہ بھی کوئی استثناء نہ لگا۔ موت نے اپنی بات جاری رکھی، اگر میں نے تمہیں تمہارے تیز رفتار طریق کا رکھ کے ساتھ بھیجا ہوتا تو معاملہ نہ چکا ہوتا، لیکن اب حالات بہت بدلتے ہیں، اور سب کو ان ذراائع اور نظام کو جو وہ استعمال کرتے ہیں، جدید نکنا لوچی کو اپناتے ہوئے، مثلاً، ای۔ میل استعمال کر کے، جدید ہانا پڑے گا، میں نے سنا ہے کہ یہ خفظان صحت کے عین مطابق ہے، جو روشنائی کے ڈھونوں اور انگلیوں کے نشانات سے پاک ہے، مزید برآں تیز ہے، آپ کو صرف مانیکروں ساف آؤٹ لک ایکپریں کھولنا ہے اور یہ گئی، مسئلہ یہ ہو گا کہ دو مختلف نظائر میں کہ تخت آٹا رتیار کرنا اور ان پر کام کرنا پڑے گا، ایک ان کے لیے جو کمپیوٹر استعمال کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو نہیں کرتے، بہر حال، ہمارے پاس اس پر غور کرنے کے لیے کافی وقت ہے، یہ بیشتر نئے ماڈلوں اور ذیر انہیں میں، جدید تری یا فون نکنا لوچی کے ساتھ آتے رہتے ہیں، شاید کسی دن میں اس کا تجربہ کروں، لیکن اس وقت تک، میں کاغذ، قلم اور روشنائی سے لمحتی رہوں گی، اس میں روایت کا حصہ ہے، اور جب روایت ختم ہونے لگتی ہے تو اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ موت نے بخشی رنگ کے لفافے کو گھوکر دیکھا، اپنے دائیں ہاتھ سے اشارہ کیا، اور خط غائب ہو گیا۔ قواب ہمیں پتا چلا کہ، بہت سے لوگوں کے خیال کے بر عکس، موت اپنے خطوط ڈاک خانے نہیں لے جاتی۔

ڈیک پر دوسرا ٹھانوں سے اموں کی ایک فہرست ہے، معمول سے کچھ کم، ایک سو باون مردا اور ایک سو چھیالیں عورتیں، اور اتنی بھی تعداد میں بخشی رنگ کے لفافے اور کاغذ اگلی ڈاک یا موت بذریعہ خط کے لیے تیار ہیں۔ موت نے اس فہرست میں ارسال کنندہ کو لفافے جانے والے خط پر درج نام کا اضافہ کیا، اس کے نیچے لکیر کھنچی اور قلم کو واپس ہولڈر میں رکھ دیا۔ اگر وہ کوئی اعصاب رکھتی تھی تو ہم اگر سکتے ہیں کہ، اس نے کچھ بے چینی، اور معقول وجہ سے، محسوس کی۔ وہ اتنے طویل عرصے سے زندہ تھی کہ خط کی واپسی کو غیر اہم سمجھتی تھی۔ یہ سمجھنا آسان ہے، یہ تصور کرنے کے لیے معمولی ٹھنڈل کی ضرورت ہے کہ، موت کے کام کرنے کا فائز سب سے بے کیف ہے، اس وقت سے جب قاتل نے ہاتھل کا قتل کیا، وہ واقعہ جس کا تمام ترازام خداوند پر ہے۔ وہ قابلِ مدت واقعہ، جس میں، جب سے دنیا کا آغاز ہوا،

عالمی زندگی کی مشکلات کا پہلی مرتبہ اظہار ہوا، آج تک، مسلسل صدیوں کے بعد صدیاں اور پھر مزید صدیاں طریق کار، دہراتے ہوئے، لگاتار، بلا قابل، بغیر رکے، موجود سے محدود کے سفر کے متعدد طریقوں کے اختلاف سے ہٹ کر بنیادی طور پر ہمیشہ یک سال رہا ہے، کیوں نتیجہ ہمیشہ یک سال رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مر نے کے لیے تھا، مر گیا۔ اور اب، استثنائی طور پر، موت کا دست خط شدہ، اس کے اپنے ہاتھ سے لکھا گیا، ایک فرد کے مقابل تینیں اور ناقابلِ التوانہ انجام کا اطلاعی خط، ارسال کنندا کو، اس ٹھنڈے کمرے کی جانب، جہاں تحریر کنندا اور دست خط کنندا اس خط کی بیضی ہے، لوا دیا گیا، وہ راہبانہ کفن، جو اس کا تاریخی لباس ہے، میں ملبوس، سر پر قضاپا اوز ہے، پیش آمد پر غور کرتے ہوئے، ڈیک کو اپنی انگلیوں کی ہڈیوں یا ہڈیوں کی انگلیوں سے بجائے ہوئے، بیٹھی ہے۔ وہ کچھ جیرانی ہے، اپنے آپ کو یہ سوچتا پا کر ک، خط ایک مرتبہ پھر لوا دیا جائے گا، بے طور مثال، لکھتے ہوئے، ایک پیغام، مکتب الیہ کے آتے پتے سے لاعلمی کا، کیوں کہ یہ واقعی ایک نیا تحریر ہو گا، کسی ایسی کے لیے جس نے، اگر، پیگانہ انداز میں یہ سوچتے ہوئے کہ، ہم اس سے بچ سکتے ہیں، ہم جہاں بھی چھپے، ہمیشہ ہمیں ڈھونڈنے کا لالا ہے۔ ہم، حقیقت میں وہ نہیں سمجھتی کہ مشر و ضلاعلمی کا لفافے کی پشت پر اندر اراج ہو گا، کیوں کہ، یہ آثار ہمارے ہر ناٹڑ اور حرکت کے ساتھ، ہمارے اٹھائے گئے ہر قدم کے ساتھ، مکان، مرتبے، پیشی، عادت یا رواج کے ساتھ، اگر ہم سگریٹ پیتے ہیں یا نہیں پیتے، اگر ہم ڈٹ کر کھاتے ہیں، کم کھاتے ہیں یا باکل نہیں کھاتے، اگر ہم فعال ہیں یا سست، اگر ہمیں سر درد ہو یا بد بھی، اگر ہمیں قبض ہو یا پچش، اگر ہمارے بال گرتے ہوں یا ہمیں کینسر ہو، اگر یہ ہاں ہے، نہیں ہے یا شاید ہے، خود بے خود نازہہ ہیں ہوتے جاتے ہیں، اسے صرف اتنا کرنا ہو گا کہ الف بائی ترتیب دی گئی فاٹکوں کی دراز کھولے، متعلقہ خانے میں دیکھے، اور اس میں سب کچھ درج ہو گا۔ کم از کم اس صورت میں ہمیں قطعاً حیرت نہ ہو گی، اگر، عین اس وقت، جب ہم اپنی ہی فاٹک کا مطالعہ کر رہے ہوئے ہوئے، ہم پاتے، اچاک، خوف کی اس لہر کا اندر اراج، جس نے ہمیں مجید کر دیا۔ موت ہمارے بارے میں ہر بات جانتی ہے، اور شاید اسی لیے افسرده ہے۔ اگر یہ بچ ہے کہ موت نہیں ہنستی تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کے ہونٹ نہیں، اور علم الابدان کا یہ سبق ہمیں بتاتا ہے، زندہ چاہے جو مانیں، دانتوں کا ہننے سے تعلق نہیں ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں، جو کہتے ہیں، مزاجیہ انداز میں جس کا دہشت سے زیادہ بے ذوقی سے تعلق ہے، وہ ہر وقت چکتے دانتوں کی نمائش کرتی رہتی ہے، لیکن یہ بچ نہیں، اس کا جو دکھائی دیتا ہے، وہ ہے، درد سے بگرا ہوا منہ، کیوں کہ اس وقت کی یادیں،

جس وقت اس کا ایک من تھا، من میں ایک زبان تھی، اعاب دہن تھا، کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ آہ بھرتے ہوئے، اس نے ایک کاغذ اٹھایا اور آج کا پہلا خط لکھنا شروع کیا۔ محترمہ، میں افسوس سے آپ کو مطلع کر رہی ہوں کہ ایک ہفتہ بعد آپ کی زندگی، ناقابلِ تفہیم اور ناگزیر، ختم ہو جائے گی۔ میر بانی کر کے اپنے باتی وقت کا بہترین استعمال کریں، آپ کی ملخص، موت۔ دوسرا خانوے اوراق، دوسرا خانوے لفافے، دوسرا خانوے ناموں کا فہرست سے اخراج، یہ کوئی مارڈا لئے والا مشکل کام نہیں ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ جب یہ انتہام تک پہنچتا ہے، موت بڑھا ہو چکی ہوتی ہے۔ اپنے دام باتھے وہ اشارہ، جسے ہم پہلے جانتے ہیں، کرتے ہوئے، اس نے دوسرا خانوے خط روانہ کر دیے، پھر اپنے استخوانی بازو ڈیک پر دھرے کرتے ہوئے، اگرچہ موت کبھی نہیں سوتی، اپنا سران پر نکال دیا، تاکہ آرام کر سکے۔ نصف گھنٹے بعد، جب اس کی تھکاوٹ دور ہو چکی تھی، اس نے اپنا سرا اٹھایا، وہ خط، جوار سال کنندہ کو لواٹے جانے کے بعد دوبارہ بھیجا گیا تھا، واپس، اس کی آنکھوں کے خالی، جیران گذھوں کے سامنے موجود تھا۔

اگر موت نے اس امید پر کسی اچنچھے کا خواب دیکھا کہ معمول کی اکتاہٹ سے جان چھٹے تو، اس کی تمنا برآئی۔ یہ تھا، وہ اچنچھا، جو شاید ہی بہتر ہو سکتا تھا۔ پہلی مرتبہ خط کے واپس کیے جانے کو، راستے میں پیش آنے والا، کوئی معمولی حادث، کوئی پہنچہ ہرے سے کل کیا، گریس کا مسئلہ، نیلے آسمانی خط نے منزل پر پہنچنے کی جلدی میں 2 گے نکلتے ہوئے دھکا دیا، مختصرًا، یقیناً، میں کے اندر، یا، انسانی جسم میں ہونے والی غیر متوقع باتوں میں سے کوئی، جو انتہائی باریک بینی سے کیے گئے حساب کو جھٹکا دیتی ہیں، سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ حقیقت، اس کا دو مرتبہ لوانا یا جانا، بالکل مختلف تھی، یہ واضح طور پر اس کا اظہار کرتا تھا کہ، وہاں اس راستے پر، کسی جگہ کوئی رکاوٹ ہے، کوئی ایسی رکاوٹ جس نے خود سے لکرنے والے خط کو وہیں پلنادیا، جہاں سے وہ آیا تھا، جو سیدھا مکتب الیہ کے گھر کو جاتا ہے۔ پہلی صورت میں، سوچتے ہوئے کہ اسے روانہ کیے جانے کے دوسرے دن واپسی ہوئی، اب بھی یہ ممکن ہے کہ ڈائیکے نے، متعلقہ آدمی کو، جس تک خط پہنچانا تھا، ڈھونڈنے میں ناکام ہو کر، لیز باکس میں ڈالنے یا دروازے کے نیچے سُمکانے کی بجائے، وہ کچھ بغیر، ارسال کنندہ کو لوٹا دیا۔ یقیناً، یہ صرف مفترضہ تھا، لیکن یہ وضاحت کر سکتا ہے کہ کیا ہوا ہو گا تاہم، اب معاملات مختلف تھے۔ آنے اور جانے کے درمیان، خط نے آدھے گھنٹے سے کم، غالباً بہت کم، وقت لیا، کیوں کہ جب اس نے سر کو اپنے بازوؤں، آرام کرنے کا سخت مقام، کلائی اور ہاتھوں

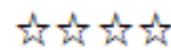
کی ہڈیوں پر مشتمل، جو خاص اسی مقصد سے باہم گزدھے گئے ہیں، سے اٹھایا تو یہ وہاں ڈیک پر موجود تھا۔ کوئی عجیب، پراسرار، ناقابل بیان قوت اس آدمی کی موت کی، باوجود اس کے کہ اس کی وفات کی تاریخ طبقی، جیسا کہ ہر ایک کی ہوتی ہے، اس کے پیدائش کے دن سے، مراجحت کرتی محسوس ہوتی تھی۔ ایسا نہیں ہو سکتا، خاموش آنکھ کے کموت نے کہا، کسی کے پاس اس دنیا میں یا اس سے درے، مجھ سے زیادہ طاقت نہیں، میں موت ہوں، باقی سب صفر ہے۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھی اور کاغذات کی درازکی جانب گئی، جہاں سے وہ مطلوب کاغذات لے کر لوٹی۔ اس کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا، نام وہی تھا، اسی طرح پتا بھی، جو لفافے پر لکھا تھا، آدمی کا پیشہ، سیلونوائز، درج تھا اور ازاد دو اجی حیثیت کا خانہ خالی تھا، جس کا مطلب تھا کہ وہ نتو شادی شدہ تھا، نہیں رہا وہ یا طلاق یا فتنہ، کیوں کہ موت کے کاغذات میں، کنوارہ کا بھی اندر ارج نہیں کیا جاتا، اچھا، آپ سمجھ سکتے ہیں، یہ کتنا احتمانہ ہوتا، ایک پیدا ہونے والے بچے کا کارڈ پر کرتے وقت، پیشے کا اندر ارج نہ کیا جائے، کیوں کہ بھی وہ نہیں جانتا وہ کس شعبے میں جائے گا، لیکن، اس کی ازدواجی حیثیت، کنوارہ، لکھی جائے۔ جہاں تک عمر کا تعلق ہے جو اس کا رہا پر درج ہے، جو موت نے تھاما ہوا ہے، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سیلونوائز انچاس سال کا ہے۔ اس وقت، اگر ہمیں موت کے آثار کے بے عیب ہونے کا ثبوت درکار تھا تو یہ ہمیں ابھی مل جائے گا، جب، ایک یمنہ کے دسویں حصے، یا اس سے بھی کم میں، اپنی جیران آنکھوں کے سامنے، انچاس کا نمبر پچاس سے بدلتا گیا۔ آج اس سیلونوائز کا یوم پیدائش ہے جس کا نام کارڈ پر درج ہے، وہ پھول وصول کر رہا ہو گا نہ کہ یہ اطلاع، وہ ایک ہفتے بعد مرجائے گا۔ موت ایک مرتبہ پھر اٹھی، کمرے کے چند چکر لگائے، آنکھے کے پاس سے گزرتے ہوئے دو مرتبہ رکی، اپنا منہ کھولا گیا کچھ کہنا چاہتی ہے یا رائے لینا چاہتی ہے یا صرف یہ بتانا چاہتی ہے کہ وہ متذبذب ہے، پر بیشان ہے، جو ہمیں کہنا پڑے گا، شاید یہ جیران کن ہو، اگر ہم سوچیں کہ جتنی مدت سے ہذا حال، وہ یہ کام کر رہی ہے، انسانوں کے رویوں کی جانب سے، جس کی وہ مقنود رچرچ وابسی ہے، ہمیشہ اہانت کی گئی ہے۔ یہ وقت تھا جب موت پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ یہ واقعہ شاید اس سے کہیں زیادہ سمجھیدہ تھا جتنا آغاز میں دکھائی دیتا تھا۔ وہ اپنے ڈیک پر بیٹھی اور گزشتہ ہفتے مرنے والوں کی فہرست والے کاغذات پلٹنے شروع کیے۔ اس کی توقع کے بر عکس، کل کے ناموں کی پہلی فہرست میں، اس نے دیکھا کہ سیلونوائز کا نام موجود نہیں تھا۔ وہ ورق پلٹنی گئی، ایک، پھر ایک اور، پھر ایک اور، اور ایک اور، مزید ایک، اور بالآخر آٹھویں فہرست میں اس نے اس کا نام ڈھونڈ نکالا۔ غلطی سے وہ سمجھتی تھی کہ نام کل والی

فہرست میں ہو گا، لیکن اب اس نے خود کو ایک ایسی بحث میں، جس کی مثال نہ ہو، مگر اپلی، وہ آدمی ہے دو دن قبل مرنा تھا، تا حال زندہ تھا۔ اور صرف یہی نہیں تھا۔ وہ یہاں سیلو نواز، جس کی پیدائش کے وقت ہی یہ لکھ دیا گیا تھا کہ، جو انی میں صرف انچاس بھاریں دیکھ کر مرے گا، ان تمام قتوں کو جو خود کو ہر ممکن ذریعے سے، معقول اور نامعقول، زندہ رہنے کی ہماری انسانی تمنا کو ناکام کرنے کے لیے وقف کرتی ہیں، کی، تقدیر، قسم، نصیبے، کندھی پر ذلت کا داشٹ لگاتے ہوئے، بڑی ڈھنائی سے پچا سویں سال میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ ان سب کے لیے رسماں کن تھا۔ اور میں اس غلطی کو، جو کبھی نہیں ہو سکتی تھی، اس مسئلے کو جس کی کوئی مثال نہیں ملتی، جس کے بارے میں قواعد میں سوچا تک نہیں آیا، کس طرح درست کرنے جا رہی ہوں، موت نے سوچا، بالخصوص جب وہ آدمی جس کے بارے میں فرض کیا گیا تھا کہ انچاس سال کا مرے گا، نہ کہ پچاس کا، جتنے کا وہ اس وقت ہے۔ غریب موت پر پیشانی سے بوکھانائی ہوئی تھی، مذہل تھی، اور جلد ہی غم کی شدت سے دیوار سے سرکرانے لگے گی۔ ہزاروں صدیوں کے مسلسل کام کے دوران میں، ایک بھی مہم ناکام نہیں ہوئی تھی، اور اب، جب اس نے ایک نیا طریق متعارف کرایا، اجل گرفتگان اور ان کے صرف اور صرف واحد باعث فنا کے روایتی رشتے میں، اس کی محنت سے کمائی ہوئی ساکھ کو انتہائی شدید دھچکا لگا تھا۔ میں کیا کروں، اس نے سوال کیا، اگر یہ حقیقت ہے کہ وہ نہیں مرا، جب اسے مرنा تھا، اس نے خود کو میر ساختیار سے ماوراء کر لیا، آسمان کے نیچے اس مصیبت سے چھکا راپا نے کے لیے میں کیا کرنے جا رہی ہوں۔ اس نے، بے شمار مہمات اور فقاں میں اپنے ساختی، آنکھے کو دیکھا، لیکن آنکھے نے اسے نظر انداز کر دیا، وہ کبھی جواب نہیں دیتا، اور اب، سب سے لائق، جیسے دنیا سے اکتایا ہو، وہ اپنی تھنگی ہاری، زنگ آلود دھار سفید دیوار سے نکائے ستارا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب موت کو زبردست خیال سوچتا، لوگ کہتے ہیں کہ کوئی ایک دمرے کے بغیر نہیں ہوتا، کوئی دوسرا تیرے کے بغیر نہیں ہوتا، اور یہ کتنی کام مطلب خوش نصیبی ہے، کیوں کہ یہ وہ نمبر ہے جو خداوند نے چنا، لیکن چلیں دیکھیں، کیا واقعی یہ حق ہے۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ لہر لیا، اور وہ خط جو دو مرتبہ واپس آچکا تھا ایک مرتبہ پھر غائب ہو گیا۔ دو منٹ کے اندر وہ واپس، وہاں، اسی جگہ، پہلے کے مانند موجود تھا۔ ڈائیکے نے اسے دروازے کے نیچے نہیں ڈالا تھا، اس نے گھنٹی نہیں بجا تھی، اور وہ وہیں تھا۔

ظاہر ہے، ہمارے پاس کوئی جواہر نہیں کہ موت کے لیے دکھی ہوں۔ ہماری شکایات اتنی زیادہ اور اتنی با جواز رہی ہیں کہ اس، جس نے ماضی میں، با وجود اس کے کوہ جانتی تھی، سب سے زیادہ، کہ تم

اس کی من مانی، جس کے ساتھ وہ نیش، ہر قیمت پر، اپنی مرضی چلاتی ہے، کوکتنا پسند کرتے ہیں، کبھی ہم سے شاگھنگی کا اظہار نہیں کیا، پر ترس کھانا دشوار ہے۔ تاہم، اس کے باوجودو، کچھ دیر کے لیے، جو ہمارے سامنے ہے، ایک دہشت ناک پرروج، اپنے بستر مرگ پر پڑے کچھ غیر معمولی زیرِ افراد کے مطابق، اسی طرح کا اشارہ کرنے، جس طرح کا وہ خطر و اندھہ کرتے ہوئے کرتی ہے، مگر اس اشارے سے مراد ادھر آؤ ہوتا ہے، نہ کہ ادھر جاؤ، ہمارے آخری لمحات میں پنگ کی پائیتی نمودار ہوتی ہے، کے بجائے کھنڈرات کی تصویر ہے۔ کسی مقابل وجہ بصری رجحان کے نتیجے میں، اس وقت موت، حقیقت میں یا تصور میں، بہت چھوٹی لگتی ہے، جیسے اس کی بڑیاں سکر گئی ہوں، یا شاید وہ نیش سے ایسی تھی، اور یہ ہماری آنکھیں، خوف سے بھی، ہوتی ہیں، جو اسے بہت بڑا کر کے دکھاتی ہیں۔ بے چاری موت۔ ہمیں لگتا ہے، جیسے، 2 گے بڑھ کر اس کے استخوانی کندھے پر ایک ہاتھ رکھتے ہوئے، ہم اس کے کان میں، یا، صحیح الفاظ میں، اس کے سر کے عقبی بالائی حصے میں، جہاں، کبھی اس کا کان ہوتا تھا، ہم دردی کے چند لفڑا کہ رہے ہوں۔ پریشان نہ ہوں، ماڈام موت، ایسا تو ہوتا رہتا ہے، ہم انسان، بے طور مثال، مایوسیوں، ناکامیوں اور پریشانیوں کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں، اس کے باوجود ہم ہمت نہیں ہارتے، یاد کرو وہ پرانے دن، جب تم ہمیں ہماری جوانی کے پھول کو، تاسف کی ٹھماہٹیا کسی ازالے پنا، نوچ لیا کرتی تھیں، آج کے بارے میں سوچو، اسی سینک دلی کے ساتھ، ان لوگوں کے ساتھ جوزندگی کی تمام ضروریات سے محروم ہیں، تم وہی کچھ کر رہی ہو، ظاہر ہے، ہم انتظار کر رہے ہیں کہ کون پہلے تھتا ہے، تم یا ہم، میں تمہاری مایوسی سمجھتا ہوں، اولین شکست شدید ترین ہوتی ہے، پھر ہم اس کے عادی ہو جاتے ہیں، لیکن، مہربانی کرتے ہوئے اسے غلط نہ سمجھنا، جب میں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آخری نہیں ہو گی، میں نے ایسا کسی انتقامی جذبے سے نہیں کہا، خوب، یہ ایک خوب صورت غریبانہ بدله ہو گا، کیا ایسا نہیں، بہتر الفاظ میں، میں، اس جلا دکو، جو ہیری گردن اڑانے آ رہا ہے، اپنی زبان نکال کر چڑا اوس، اگرچہ، چھی بات یہ ہے کہ، ہم انسان اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتے کہ اس جلا دکو، جو ہماری گردن اڑانے لگا ہے، زبان نکال کر چڑا گیں۔ سبھی سبب ہے کہ میں انتظار نہیں کر سکتا کہ تم اس بحران سے، جس میں، اس خط، جو آ اور جا رہا ہے، یا، اس بیلوواز جوانچا سویں میں نہیں مرا، کیوں کہ وہ ابھی ابھی پچاس کا ہوا ہے، کی وجہ سے تم اس وقت ہو، کیسے لھلتی ہو۔ موت نے بے چینی سے حرکت کی، ہمارا ہمرا درانہ ہاتھ، جو ہم نے اس کے کندھے پر رکھا تھا، ناگواری سے جھکا اور کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اب قد آور، بڑی، اصلی، رانی، موت،

ایڑی مار کر دھرتی ہلانے کی اہل، اس کا کفن اس کے ہر قدم کے ساتھ اس کے پیچے گھستا ہوا، دکھائی
دیتی تھی۔ پھنکارتی ہوئی موت غمیض و غصب میں ہے۔ یہ مناسب وقت ہے، ہم نے اس پر اپنی زبان
ٹکال کر چڑایا۔



(11)

اکاڑ کا واقعات، جن میں ان غیر معمولی زیرِ ک افرا دنے، جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اس کی نشان دہی کی، اپنے پنگ کی پائیتی، سفید چادر میں لپٹے، روایتی بدروج کے روپ میں، جس وقت وہ مر رہے تھے، یا، جیسا، سیاہ بادے میں ملبوس، فربے عورت کے روپ میں، پاؤست کو پیش آیا، سے قطع نظر، موت بالعموم انجھائی محتاط رہتی ہے، اور ترجمہ دیتی ہے کہ، اگر حالات اسے مجبور کریں، باہر نکلنے پر، اس پر توجہ نہ دی جائے۔ یہ خیال عام ہے، جیسا کہ کچھ لوگ کہنا پسند کرتے ہیں، چوں کہ موت، سکے کا ایک رخ ہے جس کا دوسرا رخ خداوند ہے، لازماً وہ اس کے ماند، اپنی فطرت میں دکھائی نہ دینے والی ہے۔ تھینا، ایسا نہیں ہے۔ ہم اس حقیقت کے قابل اعتاد گواہ ہیں کہ موت چادر میں لپٹا ہوا ایک بھر ہے جو کڑی کے جالوں والے، چند درجن اشاراتی کارڈ گلی بڑی درازوں والی کاغذات رکھنے کی الماریوں میں گھرے ایک ٹھنڈے نئے کمرے میں، ایک پانے زنگ آلو ڈاکٹرے کے، جو کبھی کیے گئے سوال کا جواب نہیں دیتا، ساتھ رہتی ہے۔ چنانچہ، ہر ایک سمجھ سکتا ہے، کیوں موت اس طبے میں لوگوں کے سامنے آنا پسند نہیں کرتی، اول، ذاتی قافر کی بنا پر، دوم، غریب را گیر، جب کوئی موڑ مرتے ہوئے ان کا سامنا آنکھوں کے ان کھوکھلے گذھوں سے ہو، دوست سے مر نہ جائیں۔ عموم کے سامنے، لامحالہ، موت خود کو غائب کر لیتی ہے، لیکن تخلیے میں، اہم موقع پر، جیسا کہ مصنف مارسل پاؤست اور دوسرے غیر معمولی زیرِ ک افرا دنے تصدیق کی ہے، غائب نہیں ہوتی۔ خداوند کا معاملہ مختلف ہے۔ اگر چہ وہ بڑی کوشش کرتا ہے، وہ خود کو انسانی آنکھ کے دیکھنے کے قابل نہیں ہا سکتا، اس لیے نہیں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا، کیوں کہ کچھ بھی اس کے لیے ناممکن نہیں، مل کر، صرف اس سبب سے کہ وہ نہیں جانتا کہ کون ساروپ دھارے، ان کے سامنے جاتے ہوئے، جنہیں غالباً اسی نے بنایا ہے، اور جو شاید اسے کسی طرح پہچان نہ سکیں گے۔ وہاں، کچھ ایسے بھی ہیں، جن کا کہنا ہے، ہم انجھائی خوش قسمت ہیں کہ خداوند نے ہمارے سامنے نہ آنے کا فیصلہ کیا، کیوں کہ ایسا ہونے کی صورت میں لگنے والے جھٹکے سے موازنہ کرتے ہوئے، ہمارا موت کا ذر،

مُھن بچوں کا کھیل ہوگا۔ علاوہ ازاں، وہ تمام باقی میں جو خداوند کے بارے میں اور موت کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں، صرف کہانیاں ہیں، اور یہ بھی ایک اور ہے۔

بہر حال، موت نے قبے میں جانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے چادر، جسے وہ اپنے گرد پہنچنے ہوئے تھی، کھولی، احتیاط سے اسے نہ کیا اور کری، جس پر ہم نے اسے پہنچنے دیکھا تھا، کی پشت پر لٹکا دی۔ ڈیک اور کری کو چھوڑ کر، کاغذات کی الماریوں اور آنکڑے کو، بھی، چھوڑ کر، کمرابا لکل خالی ہے، اس نگ دروازے کے علاوہ، جو کوئی نہیں جانتا کہ کہاں کھلتا ہے۔ چوں کہ باہر نکلنے کا یہی ایک راستہ دکھائی دیتا ہے، اس لیے یہ سوچنا منطقی ہو گا کہ، قبے میں جانے کے لیے اس سے گزرے گی، تاہم، یہ درست نہ ہے۔ چادر کے بغیر، موت چھوٹی دکھائی پڑتی ہے، وہ شاید، انسانی پیلانے سے، زیادہ سے زیادہ ایک میٹرا اور چھیاٹھہ میٹھے سینٹھی میٹر ہوگی، اور عربانی کی حالت میں، کسی دھجی بنا، وہ اور بھی چھوٹی دکھائی دیتی ہے، جیسے کسی کم میں کنواری کا پتھر ہو۔ کوئی نہیں کہہ گا کہ یہ وہی موت ہے جس نے، جس وقت ہم نے، اس کے دکھ میں، بے اختیار ہم دردی کے جذبات سے مغلوب ہو کر، اسے تسلی دینے کی کوشش کی، ہمارے ہاتھ کو ختنی سے جھک دیا تھا۔ درحقیقت دنیا میں پتھر جتنا عریاں کوئی نہیں ہوتا۔ زندگی بھر، یہ دہرے لباس میں گھومتا ہے، پہلے گوشت پوست کے ذریعے اسے چھپایا جاتا ہے، پھر کپڑوں کے ذریعے یہ گوشت پوست، وہ اگر نہ انے پا کسی زیادہ پر لطف سرگرمی میں سرگرم ہونے کی خاطر انھیں نہ آتا رے، خود کو ڈھانپنا پسند کرتا ہے۔ خود کا اپنے حقیقی وجوہ، کسی ایسے وجود کا نیم شکل تھا ڈھانچا جو متوں پہلے اپنے وجود سے دست بردار ہو چکا ہو، تک گھٹا کر، موت کے پاس یہی راستہ ہے کہ غائب ہو جائے۔ اور با لکل یہی ہے، جو اس کے ساتھ، اس کے سر سے پاؤں تک، اس وقت ہو رہا ہے۔ ہماری جیران آنکھوں کے سامنے، اس کی ہڈیاں اپناو جو دا اور استحکام کھوری ہیں، اس کے سر سے دھنڈ لارہے ہیں، جو ٹھوٹھوٹھوٹھا لطیف دھنڈ کے مانند ہر طرف پھلتے ہوئے، گیس میں بدلتا ہے، یا ایسے ہی ہے جیسے اس کا ڈھانچا تخلیل ہو رہا ہو، اب وہ صرف ایک مجھول خاک ہے جس کے پار کوئی بھی لاطلاق آنکڑے کو دیکھ سکتا ہے، اور اچاک موت اس جگہ مزید موجود نہیں، اب بھی تھی، اب نہیں ہے، یا وہ ہے، لیکن ہم اسے دیکھنے میں سکتے یا یہ بھی نہیں، وہ تو اس خفیہ کمرے کی چھت سے، اوپر کی منی کی تھوڑے گزرتی ہوئی باہر لگتی اور، جیسا کہ اس نے، جب بخششی رنگ کا خط اسے تیری مرتبہ لوا یا گیا تھا، خود سے وحدہ کیا تھا، روانہ ہو گئی۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ وہ سیلو نواز کو قتل کر سکتی ہے، وہ اس کے جانے بغیر، اسے دیکھنا، اپنی

آنکھوں کے سامنے، اسے چھوٹا چاہتی ہے۔ اسے یقین ہے کہ کسی دن وہ اس سے چھکارا، بہت سے اصول توڑے ہنا، حاصل کرنے کا راستہ تلاش کر لے گی، لیکن اسی دوران میں وہ دیکھے گی کہ یہ آدمی، جس تک موت کا اطلاع نامہ نہیں پہنچ سکا، کون ہے، اس کے پاس، اگر کوئی ہے، کون کی قوت ہے، میا، کیا وہ کسی بے قوف کے مانند، یہ سوچ بغیر کسے مر جانا تھا، جیسے جا رہا ہے۔ ایک ٹنگ دروازے والے، جو نہ جانے کہاں کھلتا ہے، بغیر کڑکوں کے اس ٹھنڈے کمرے میں بند، ہمیں احساس نہیں ہوا کہ وقت کتنی تیزی سے گزرتا ہے۔ اس وقت صحیح کے تین بجے ہیں، اور موت لازماً سیلوواز کے گھر پہنچ چکی ہوگی۔

تو یہ تمام معاملات کی چیز وقت ہر جگہ گمراہی کرنے سے خود کرو کرنا، ان کاموں میں سے ایک ہے، جنہیں موت انتہائی اکتادیئے والا پاتی ہے۔ اس پبلو سے بھی وہ بہت حد تک خداوند جیسی ہے۔ اگرچہ یہ حقیقت انسانی حیاتی تجربیات کے قابل تصدیق اعداد و شمار سے ناہت نہیں ہوتی، ہمیں عادی بنایا گیا، اس وقت سے، جب ہم پچھے تھے، یقین کریں کہ، خداوند اور موت، تسلیم شدہ ہر تر ہستیاں، ہمیشہ ہر جگہ موجود ہوتی ہیں، جو ہے، ایک اصطلاح، ہم وقت ہر جا، جو بہت سی اور اصطلاحات کے مانند، وقت اور مقام سے اخذ کی گئی ہے۔ البتہ، اس کا بہت امکان ہے، جب ہم اسے سوچتے ہیں، اور شاید، جب ہم اسے الفاظ میں، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہی انسانی کے ساتھ الفاظ ادا ہوتے ہیں، ڈھالتے ہیں، ہمیں معین علم نہیں ہوتا کہ، ہماری مراد کیا ہے۔ یہ کہنا کہ، خداوند ہر جگہ موجود ہے، اور یہ کہ، موت بھی ہر جگہ موجود ہے، بہت آسان ہے، لیکن شاید ہمیں اس کا ادراک نہیں کر اگر واپسنا وہ ہر جگہ موجود ہیں، تو لامحالہ، ان سارے ان گزت اجزاء، جن میں وہ خود کو پاتتے ہیں، میں، وہ اظر آنے والی ہر شے کو دیکھتے ہیں۔ چوں کہ خداوند نے خود پر لازم کیا ہے کہ، چیز وقت، کائنات میں ہر جگہ موجود رہے، کیوں کہ، بہ صورتِ دیگر، اس کا اسے تخلیق کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو گا، اس کا چھوٹے سے سیارے ارض میں خصوصی دل پھیل لینے کا تصور احتمال نہ ہو گا، جسے، ایک ایسا معاملہ جو کہیں کسی اور جگہ پیش نہیں آیا، وہ کسی بالکل مختلف نام سے جان سکتا ہے، لیکن موت، یہ موت، جیسا کہ ہم چند صفات پہلے کہ آئے ہیں، بلا شرکت غیرے نسل انسانی سے جڑی ہے، ایک مٹ کے لیے بھی ہم سے نظریں نہیں ہناتی، حتیٰ کہ وہ بھی جنہیں ابھی نہیں مر رہا، ہر وقت اس کی نگاہوں کو پانچ پچھا کرتے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں کسی حد تک اس انتہائی پر مشقت مسامی، اپنی تفویض کردہ صلاحیتوں کو گھناتے ہوئے ہم انسانوں کی سطح، جو ہے، ایک وقت میں صرف ایک چیز کو دیکھنا، کسی ایک لمحے میں صرف ایک مقام پر ہونا، تک لانا، کا اندازہ ہو گا، جو ہماری

معلوم تاریخ میں، موت کو، کسی ایک یا دوسرا وجہ سے، بھی بھار کرنی پڑتی ہے۔ یہ واحد ریجہ ہے، اس خاص معاملے کو، جس میں آج ہمیں دل چھپتی ہے، سمجھانے کا کہ، کیوں وہاں حال سیلو نواز کے اپارٹمنٹ کی راہداری سے ایک قدم آگئے نہیں بڑھ پاتی۔ ہر وہ قدم جو وہ اٹھاتی ہے، اور ہم صرف اس لیے اسے قدم کہتے ہیں تاکہ قاری کے تصور کی مدد کسیں، اس لیے نہیں کہ اسے چلنے کے لیے حقیقت میں نہیں اور پاؤں درکار ہیں، موت کو اپنے فطرت میں ودیعت کر دہ انہائی رہجان، جسے اگر کھلی چھٹی ملے، فوری طور پر پھٹ پڑے اور اتنی دشواری سے حاصل کیے گئے قبیل اور غیر مشتمل استحکام کو پارہ پارہ کر دے، کو قابو میں رکھنے کے لیے شدید جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ سیلو نواز جو بخشی رنگ کا لفافہ ہمول نہ کرسکا، ایک ایسے اپارٹمنٹ میں رہتا ہے جسے آرام دہ کا وجہ دیا جاسکتا ہے، چنانچہ موبائل کی دیوی کے کسی پچاری کی بہ نسبت محدود سوچ والے نچلے متوسط طبقے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ آپ راہداری کے راستے داخل ہوتے ہیں، وہاں تاریکی میں آپ کو لوگ پانچ دروازے دکھائی دیتے ہیں، ایک دروازہ، جو آخر میں ہے، صرف اس لیے کہ ہمیں بار بار نہ تاپڑے، غسل خانے میں کھلتا ہے، کی دونوں جانب دو دروازے ہیں۔ جب آپ آگے بڑھتے ہیں تو باہمیں جانب کا پہلا دروازہ، جہاں سے موت جائزہ شروع کرنے کا فیصلہ کرتی ہے، ایک چھوٹے کھانے کے کمرے میں کھلتا ہے، جس کے تمام آٹا راس کے بہت کم استعمال میں لائے جانے کی گواہی دیتے ہیں، جو آگے اس سے بھی چھوٹے باور پھی خانے، جس میں صرف ضروری سامان ہے، کو جاتا ہے۔ وہاں سے آپ واپس راہداری میں آتے ہیں، بالکل سامنے ایک دروازہ ہے، جسے، جانے کے لیے کہ یہ زبر استعمال نہیں، یعنی، نہ کھلتا ہے نہ بند ہوتا ہے، موت کو اسے ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں، ایک قول جو یہ سادہ حقیقت بیان کرتا ہے، ایک دروازہ جس کے بارے میں آپ کہتے ہیں، نہ کھلتا ہے نہ بند ہوتا ہے، لے دے کر ایک ایسا بند دروازہ ہے جسے آپ کھول نہیں سکتے یا ایک متروک دروازے کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ موت، لامال، اس سے اور جو اس کے عقب میں ہے، سے گزر سکتی ہے، لیکن با وجود اس کے کروہ اس وقت بھی عام آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتی، تاہم اس نے خود کو کم و بیش انسانی حلیے میں ڈالنے اور شاخت دینے، اگرچہ، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں، نہیں اور پاؤں رکھنے کی حد تک نہیں، کے لیے اچھی خاصی جدوجہد کی ہے۔ اور اب وہ، ڈھیلی پڑتے ہوئے، لکڑی کے دروازے کے اندر یا، کپڑوں سے بھری الماری میں، جو بقیناً دوسری جانب ہے، غائب ہونے کا خطرہ ہوں لینے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ چنانچہ موت راہداری میں داکیں جانب پہلے

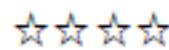
باقاعدہ دروازے کی طرف جاتی ہے، اور دروازے سے گزر کر خود کو موسیقی کے کمرے میں پاتی ہے، کیوں کہ ایک ایسا کمرا جس میں ایک کھلاپیا نوا اور ایک سیلو، ایک میوزک شینڈ پر موجود رہتے شومان کے خیالیہ نمبر تین کی دھن تجتر، جسے موت دو کھڑکیوں کے راستے آنے والی، گلی کے یہ پوسٹ کی وحدتی نارنجی، روشنی میں پڑھ سکتی ہے، یہاں وہاں موسیقی کی شیشیوں کے ذہیر، اور، ہاں، کتابوں کی بڑی الماریاں، جہاں ادب اور موسیقی میں مثالی ہم آہنگی دکھائی دیتی ہو، کو اور کیا نام دے سکتے ہیں۔ موت، جو کسی وقت ایس اور الفروڈ ایک کی بیٹی تھی، لیکن اب عضلات کی سائنس ہے، نے سیلو کے تاروں کو چھوڑا، پیانو کی کلیدوں پر آرام سے اپنی انگلیاں چلا میں، لیکن وہ صرف سازوں کی آواز، ایک گہری فنا، جس کے بعد پرندے جیسی تحریر ہوت، ہر دو انسانی کانوں کے لیے ناقابل ساعت، لیکن کسی اپے کے لیے واضح اور انمول جو بہت پسلے دھنیں اور ان کا مطلب سمجھ چکا ہے، ہی سن پائی۔ وہ، اگلے دروازے والا کمرا، لازماً وہ ہو گا جہاں وہ آدمی سوتا ہے۔ دروازہ کھلا ہے، اندھیرے میں، اگرچہ یہ موسیقی کے کمرے سے نیاد ہاڑیک ہے، آپ کو ایک پنگ اور اس پر لیٹھے ہوئے کسی فرد کا ہیو لا دکھائی دیتا ہے۔ موت آگے بڑھتی ہے، دلیلیز عبور کرتی ہے، لیکن مذنب سے رک جاتی ہے، جب وہ کمرے میں دوزندہ وجودوں کی موجودگی محسوس کرتی ہے۔ زندگی کے کچھ مخصوص حقوق کا اور اک رکھتے ہوئے، نظر تباہ، اگرچہ، ذاتی تجربے سے نہیں، موت کو کچھ یوں محسوس ہوا جیسے اس آدمی کے ساتھ کوئی ہے، اور وہ دوسرا فرد، کوئی ایسا فرد جسے اس نے تا حال بخششی رنگ کا خط نہیں بھیجا، لیکن جو، اس اپارٹمنٹ میں، بستر کی انھی چادروں کے تحفظ اور اسی کمبل کی حرارت میں شریک، اس کے پہلو میں سورہا ہے۔ وہ تقریباً کھلکھلتی ہوئی، اگر یہ بات موت کے بارے میں کہی جاسکتی ہے، پنگ کے سائیڈ نیبل کے تک گئی، اور دیکھا کر وہ آدمی اکیلا ہے۔ تاہم، ایک درمیانی جسمات کا کتنا، پنگ کی دوسری جانب، قائمین پر، گہرے، غالباً، سیاہ بالوں والا، اونی گولے کے مانند سماں ہوا سورہا تھا۔ جہاں تک موت کی یادداشت کام کرتی ہے، یہ پہلا موقع تھا، جب اس نے خود کو یہ سوچتے ہوئے پایا کہ، یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ صرف انسانی اموات کو نہاتی ہے، یہ جانور اس کے علامتی آنکھے کی گرفت سے باہر تھا، اس کی قوت، چاہے جتنی بلکی ہو، اسے چھوٹیں سکتی، اور کہ، یہ کتنا بھی لافانی ہو سکتا ہے، اگرچہ کون اسکتا ہے، کتنی مدت کے لیے، اگر اس کی موت، وہ دوسری والی موت، جو باقی تمام جانداروں، جانوروں اور پوتوں کی موت ہے، خود کو اسی طرح غیر حاضر کر لے، جس طرح اس نے کیا تھا، کسی کو یقینی جواز فراہم کرتے ہوئے کہ کتاب کا آغاز ان الفاظ سے کرے، اگلے روز کوئی

کتاب نہیں مرا۔ آدمی کسما یا، شاید وہ خواب دیکھ رہا تھا، شاید وہ اب بھی شومان کی دھن بخار رہا تھا اور کوئی سر غلط نہیں گیا تھا، سیلو، پیانو کے مانند نہیں ہوتا، پیانو میں سرہ بیش اسی جگہ، ہر کلید کے اندر، ہوتے ہیں، جب کہ سیلو میں یہ سارے ناروں میں بکھرے ہوتے ہیں، اور آپ کو انھیں چھیڑنے کے لیے، انھیں تلاش کرنا پڑتا ہے، میمین مقام تلاش کریں، کما نچے کو درست زاویے اور صحیح دباؤ سے حرکت دیں، چناس چ، سوتے ہوئے، ایک یا دوسرے غلط بجانے سے بڑھ کر آسان آپ کے لیے اور کیا ہو سکتا ہے۔ جوں ہی موت، اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے کے لیے جھلکی، اس کے ذہن میں ایک زبردست خیال آیا، اسے یاد آیا کہ اس کے آثار میں موجود ہر اشارة تی کارڈ پر متعلقہ فرد کی تصویر، عام تصویر نہیں مل سکے، اتنی تازہ کہ، جس طرح لوگوں کی زندگیوں کی تفصیلات متواتر خود پر خود تازہ ہوتی رہتی ہیں، اسی طرح وقت گزرنے کے ساتھ ان کی تصویر بھی، گود میں جھریوں والے لال پنچ سے اب تک، خود پر خود بدلتی رہتی جاتی ہے، تب ہم جی ان ہوتے ہیں کہ کیا ہم واقعی وہی ہیں، جو کبھی تھے، یا، کیا ہر گزرے گھنٹے کے ساتھ کوئی چائغ کا جن ہمیں متواتر کسی اور میں بدلتا ہے۔ آدمی ایک مرتبہ پھر کسما یا، ایسا لگتا ہے کہ وہ جانے والا ہے، لیکن نہیں، اس کی سائیں پھر سے معمول، تیرہ سائیں فی منٹ، پر آٹھیں، اس کا بابا یا ہاتھ اس کے دل پر ہے، جیسے وہ اس کی دھڑکنیں کہ رہا ہو، بالائی حرکت انبساط کے لیے، زیریں حرکت انقباض کے لیے، جب کہ، واپس ہاتھ، ہقلی کھلی اور انگلیاں تھوڑی سی مزدی، جیسے دوسرے ہاتھ کو تھا منے کا منتظر ہو۔ آدمی اپنے پچاس سال سے بڑا، یا شاید بڑا نہیں، دکھائی دیتا ہے، شاید وہ صرف تھکا ہوا، یا افرادہ ہے، لیکن ہمیں اس کا اسی وقت علم ہو گا، جب وہ اپنی آنکھیں کھولے گا۔ وہ اپنے کجھ بالوں سے محروم ہو چکا ہے، اور جو بالی پنچے ہیں ان میں سے زیادہ سفید ہیں۔ سر سے پاؤں تک وہ ایک عام آدمی ہے، نہ بد صورت نہ خوب صورت۔ اس وقت، اسے پشت کے مل لیتے، چادر بٹنے سے نظر آنے والے دھاری دار پاچا مہ قیصیں میں، دیکھتے ہوئے، کسی کو خیال نہیں آئے گا کہ، وہ شہر کی ایک شنگیت منڈلی کا پہلا سیلو نواز ہے، جس کی زندگی، کون جانے، شاید، موسیقی کی گہرائی تک پہنچنے کی خاطر، تحریری موسیقی کے عالمی ستاروں کے درمیان، سکوت، صدا، انقباض، انبساط، سے گزرتی ہے۔ موت نا حال ریاست کے خطوط کی تسلیل کے نظام سے نالا ہے، لیکن اتنی جھنجڑائی ہوئی نہیں جتنا وہاں پہنچتے وقت تھی، وہ ہوئے ہوئے آدمی کے چہرے کو دیکھتی ہے اور الجھے ہوئے انداز میں سوچتی ہے کہ اسے مرنا ہو گا، اس کے باکیں ہاتھ میں محفوظ دل کو، اس آخری پنچلی کے ساتھ، بیشہ کے لیے سرد، ساکن اور خالی ہونا ہو گا۔ وہ اس آدمی کو

دیکھنے آئی تھی اور اب جب اس نے اسے دیکھ لیا ہے، اس میں کوئی ایسی خاص بات نہیں، جس سے پتا چلے کہ کیوں تین مرتبہ بخششی رنگ کا خط لوایا گیا، اس کے بعد وہ صرف بھی کر سکتی ہے کہ اسی سر دز بر زمین کمرے کو لوٹ جائے، جہاں سے وہ آئی تھی اور تقدیر کے اس گھنیاوار کا، جس نے اس سیلو گھنے والے کو اپنی جان بچانے والا بنا دیا، کوئی حل تلاش کرے۔ موت نے یہ دو جارہانہ الفاظ، گھنیا اور گھنے والا، استعمال کیے، تاکہ اپنے انحطاط پذیر احساس بد مزگی کو بحال کرے، لیکن یہ کوشش ناکام رہی۔ وہاں سونے ہوئے آدمی کو جو بخششی رنگ کے خط کے ساتھ ہوا کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا، نہیں اسے اس کا کوئی شانہ بٹک ہو سکتا ہے کہ اس وقت وہ ایک ایسی زندگی بسر کر رہا ہے جو اب اس کی نہیں کھلا سکتی، کیوں کہ اگر واقعات اسی طرح ہوتے جس طرح انھیں ہونا تھا تو اسے مرے اور فتن ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا ہوتا، اور اس کا کتابہ میں، اپنے مالک کو تلاش کرنا، کسی پاگل کے مانند بھاگ رہا ہوتا، یا، اس کے بجائے، کھائے پیے بغیر، بیٹھا، عمارت کے دروازے پر، اس کی واپسی کا انتظار کر رہا ہوتا۔ لمحہ بھر کے لیے، موت نے خود کو رخصت دی، دیواروں تک پھلتے ہوئے پورے کمرے کو پر کرنے اور اگلے دروازے میں پہنچنے، جہاں ایک کرسی موجود مسیقی کی شیٹ دیکھنے کے لیے اس کا ایک حصہ رکا، یہ گوٹن (kothen) میں ترتیب دی گئی جوہان سہیں باخ کے غنائی ایک ہزار بارہ کی چھٹی وہن تھی، اور اسے یہ جانتے کے لیے کہ یہ پانچھوون کی نویں سماں کے مانند، انبساط کے عالم میں، فرد، دوستی اور پیار کے ماہین ہم آنٹی سے متعلق، انبساط کے عالم میں ترتیب دی گئی تھی، علم موسیقی سے آگاہی کی ضرورت نہیں ہے۔ تجھی کچھ ان ہونی ہوئی، کچھ ایسا حس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، موت اپنے گھنون کے مل جھکی، چوں کہ اس وقت وہ ایک جسم رکھتی تھی، اس لیے اس کے گھننا اور ناٹکیں اور پاؤں اور بائیں اور راتھا اور ایک چہرہ، جسے اس وقت وہ اپنے ہاتھوں سے ڈھانپنے ہوئے تھی، اور کندھے تھے، جو کسی وجہ سے کپکپا رہے تھے، وہ رو نہیں سکتی، آپ کسی ایسی سے اس کی توقع نہیں کر سکتے، جو جہاں جاتی ہے، اپنے پیچھے آنسوؤں کی ایک ندی چھوڑتی جاتی ہے، حال آں کر ان میں سے ایک آنسو بھی اس کا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ وہ تھی، نتو دکھائی دیتی نہیں دکھائی نہ دیتی، نتو پھر نہیں عورت، وہ اپنے قدموں پر، ہوا کے جھونکے کے مانند، کھڑی ہوئی اور واپس سونے کے کمرے کو لوٹ گئی۔ آدمی نے حرکت نہیں کی تھی۔ موت نے سوچا، اس جگہ اب میرا کوئی کام نہیں، میں چلتی ہوں، حقیقت میں یہاں آ کر ایک آدمی اور ایک کتے کو سوتے ہوئے دیکھنا پڑھنے کی مشکل کسی اہمیت کا حامل ہو گا، شاید وہ ایک دوسرے کے بارے میں خواب دیکھ رہے ہیں، آدمی کتے کے بارے

میں، کتاب آدمی کے بارے میں، کتاب دیکھ رہا ہے کہ صبح ہو چکی ہے اور وہ آدمی کے سر کے پاس لیٹا ہوا ہے، آدمی دیکھ رہا ہے کہ صبح ہو چکی ہے اور اس کا بابیاں بازو کتے کے زم و گرم جسم کو تھامے اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ کپڑوں کی الماری، جو اس دروازے کے سامنے موجود ہے، جو پر صورتِ دیگر راہ داری، جہاں موت کو جانا تھا، میں کھلتا، کے پہلو میں ایک چھوٹا صوف ہے، موت، جس پر بیٹھنے لگی ہے۔ اس کا ارادہ ہوئیں تھا، تاہم، شاید یہ سوچتے ہوئے کہ اس وقت اس کے آٹا رکا زیر زمین خفیہ کمرہ شدید سرد ہو گا، بیٹھنے کے لیے اس کو نہ میں گئی۔ اس کی آنکھیں، اس وقت، آدمی کے سر پر مرکوز ہیں، وہ اس کی پروفائل کا ہے، کھڑکی کے راستے آتی ناخنی روشنی کے وہندے لے پس منظر میں، صاف دیکھ سکتی ہے، اس نے خود کو یاد دلایا کہ وہاں رکنے کا کوئی عقلی جواہر نہیں ہے، لیکن فوراً ہی اس نے خود کو سمجھ لیا کہ یہ ہے، ایک سبب ہے، ایک بڑا ہم سبب ہے، کیوں کہ یہ واحد گھر ہے، اس شہر میں، اس ملک میں، ساری دنیا میں، جہاں کوئی فرد قدرت کے انتہائی جارحانہ ضابطے، وہ ضابطہ جو ہم پر ہر دو، زندگی اور موت، کو مسلط کرتا ہے، جو دریافت نہیں کرتا کہ کیا تم زندہ رہنا چاہئے ہو، جو دریافت نہیں کرے گا کہ کیا تم مرنا چاہئے ہو، کے حاشیے پر انکا ہوا ہے۔ یہ آدمی مر چکا ہے، موت نے سوچا، وہ تمام لوگ جنہیں مرنا تھا، پہلے ہی مر چکے ہیں، مجھے صرف یہ کہا ہوتا ہے کہ اپنے ہاتھ کا شارے سے انھیں زندگی کے درخت سے جهاڑ دوں یا انھیں بخشی رنگ کا خط، جسے وصول کرنے والے وہ انکار نہیں کر سکتے، بھیج دوں۔ یہ آدمی نہیں مرا، اس نے سوچا، چند گھنٹے تک وہ جا گے گا، ہر روز کے مانند بستر سے لٹکے گا، وہ عقیقی دروازہ کھولے گا تا کہ کتاباہر با غیچے میں جا کر فارغ ہو، وہ ماشیت کرے گا، وہ غسل خانے میں جائے گا، جہاں سے وہ نہانے اور دیاڑھی مونڈنے کے بعد تازہ دم ہو کر برآمد ہو گا، ممکن ہے وہ کتے کے ہم را، گلی کی کھڑکوں والے سنال سے صبح کا اخبار خریدنے، ٹھلا ہوا باہر نکلے، ممکن ہے وہ میوزک شینڈ کے سامنے بیٹھ کر ایک مرتبہ پھر شومان کا خیالیہ نمبر تین بجاۓ، ممکن ہے اس کے بعد وہ موت کے بارے میں، پڑھیت بنی نوع انسان کا مقدار غور کرے، اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ اس وقت وہ ایسا ہے جیسے وہ لافانی ہو، کیوں کہ موت کا وجود جو اسے دیکھ رہا ہے، نہیں جانتا، وہ اسے کس طرح ختم کر سکتا ہے۔ آدمی نے کروٹ بد لی، دروازے کے سامنے موجود کپڑوں والی الماری کی جانب اپنی پشت کی اور اپنے دائیں ہاتھ کو اس جانب لٹکنے دیا جس طرف کتا سورہ ہے۔ ایک منٹ بعد وہ جاگ رہا تھا۔ وہ پیاسا تھا۔ اس نے پنگ کے پہلو والا یہ پ جلالیا، اٹھا، پاؤں سلپر ویں میں، جو ہمیشہ کے مانند، کتے کے سر کے لیے ٹھیکہ کا کام کر رہے تھے، ڈالے اور باورچی خانے میں گیا۔ موت اس کے پچھے

گئی۔ آدمی نے ایک گلاس میں پانی ڈالا اور اسے پی گیا۔ اس وقت، کتابخانہ دار ہوا، عقیلی دروازے کے پاس دھرے پانی کے برتن سے اپنی پیاس بجھائی، اور اپنے مالک کو مٹانے لگا۔ میرا خیال ہے تم باہر جانا چاہتے ہو، سیلونواز نے کہا۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور کتنے کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ گلاس میں تھوڑا سا پانی باقی بچا تھا۔ موت نے اسے دیکھا اور یہ تصور کرنے کی کوشش کی کہ پیاس محسوس کر کیا ہوتا ہے، لیکن ناکام رہی۔ وہ اس وقت بھی اس کا تصور کرنے سے اتنی ہی مخذوں ہوتی ہو گی، جب وہ سحر میں لوگوں کو پیاس کے ہاتھوں ختم کرتی ہو گی، لیکن اس وقت وہ اس بارے میں سوچتی تک نہیں تھی۔ کتابم بلانا ہوا واپس آیا۔ چلو، آدمی بولا، واپس چل کر سوئیں۔ وہ پھر سونے کے کمرے میں گئے، کتنے دو چکر لگائے، پھر سست کر گولا بن گیا۔ آدمی نے چادر کو گردن تک سمجھنچا، دو مرتبہ کھانا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک مرتبہ پھر سورہ تھا۔ ایک کونے میں بیٹھی موت یہ سب دیکھ رہی تھی۔ کافی دیر بعد، کتاب قائم سے اٹھا اور چھلانگ لگا کر صوفے پر چڑھ گیا۔ اپنی تمام زندگی میں پہلی مرتبہ موت کو علم ہوا کہ اپنی گود میں کتنے کوپا کر کیا محسوس ہوتا ہے۔



(12)

ہم سب پر کمزوری کے لحاظ آتے ہیں، اور اگر ہم آج ان سے بچتے کا انتظام کر لیں تو، ہمیں سمجھ لیتا چاہیے کہ کل کوئی آجائے گا۔ جیسے کبھی کافی کی زر، کبھی ڈھالی جانے والی انجامی مخفوط زر، بکتر، جس کی گارنی دی گئی تھی کہ وقت کے اختتام تک ناقابل شکست رہے گی، کے اندر ایکلیز کا جذباتی دل وہڑ کا تھا، ہیر و کے دس برسوں کے بارے میں سوچتے ہوئے، جب آپ سن اس کی محظوظ، لوڈی ہر لیس، کواغوا کر کے لے گیا، اور پھر وہ بے چین کر دینے والا غصب، جس نے اسے جنگ کی جانب لوٹایا، ٹروجن میں اس کی غصب ناک گرج، جب اس کا دوست پیغمبر کلیس، ہیکل کے ہاتھوں مارا گیا، لا محلہ، یہاں ہم ذکر کر رہے ہیں، موت کے پھر کا، ہمیشہ اس بات کا امکان ہے کہ کسی روز کوئی شے خلاف معمول خود کو بیہت ناک لائے میں بدلتے گے، جیسے، سیلو کو دھنسے سروں کا توڑا، پیانو کی مدھر تھرانتی لہر، یا کسی کری پر کھلی میوزک شیٹ پر اچھتی نگاہ، جو آپ کو وہ بات، کہ آپ کبھی موجود نہیں تھے، بھلے آپ جو کر لیں، آپ کبھی نہیں رہیں گے، یا دو لائے، جس کے بارے میں سوچنا آپ رکر چکے ہیں، تا آس ک۔۔۔ تم سر دنگا ہوں سے سوئے ہوئے سیلو نواز، وہ آدمی جسے تم مار نہیں سکتیں، کیوں کتم اس وقت اس تک پہنچیں جب بہت دیر ہو چکی تھی، کو دیکھ رہی تھیں، تم نے قالین پر سٹے ہوئے کتنے کو دیکھا، تم اس مخلوق کو بھی نہیں چھو سکتی تھیں، کیوں کتم اس کی موت نہیں ہو، وہ دوزندہ و جوڑا، یہ بھی نہ جانتے ہوئے کتم وہاں موجود ہو، صرف یہ کرتے ہوئے کہ تمہارے شعور کو تمہاری ناکامی کے احساس کی گہرائی سے بربز کریں، خود کو نیند کے حوالے کر چکے تھے۔ اس اپارٹمنٹ میں، تم، جو اس مقصد سے پیدا کی گئیں کہ وہ کسکو جو کوئی دوسرا نہ کر سکے، نے جانا کہ، تمہارے ہاتھ پاؤں باندھ کر، قتل کرنے کے تمہارے زیر وزیر و بیون لائنس کو منسوخ کرتے ہوئے، تھیں کتنا بے بس بنادیا گیا ہے، تسلیم کر لو، تم نے کبھی نہیں، بے جیت موت اپنی زندگی میں کبھی نہیں، خود کو اتنا بے بس محسوس کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب تم مویثی کے کمرے میں جانے کی خاطر سونے کے کمرے سے نکلیں، تم وہاں سیلو کے لیے جوہاں سہیں باخ کی چھٹی دھن کے سامنے جھکیں اور

اپنے کندھوں کو تیزی سے حرکت دینے لگیں، جوانانوں میں بالعوم شدید سکیوں کے ساتھ ہوتی ہے، یہ وہ وقت تھا جب تمہارے سخت گھنٹے سخت فرش پر لگے ہوئے تھے، تمہارے نثارات اچاک، ایسے جیسے، بسا اوقات خود کو غیر واضح وضد میں ڈھال لیتی ہے، جب تم مکمل طور پر مخفی ہونا چاہتی ہے، غائب ہو گئے تم سونے کے کمرے میں واپس آئیں، تم سیلو نواز کے پیچھے گئیں، جب وہاں پرچی خانے میں پانی پینے اور کتے کے لیے عقیقی دروازہ کھولنے لگیا، تم نے پہلے اسے لیٹھے ہوئے سوتے دیکھا، اب تم نے اسے جاگئے ہوئے کھڑے دیکھا، اور شاید شب خوابی کے بیان کی عمودی دھاریوں سے پیدا ہونے والے بصری التباہ کی بنابر وہ قد میں تم سے کافی بڑا گا، حال آس کر، یہاں ممکن، صرف نظر کا دھوکا، تاظر سے پیدا ہونے والا بگاڑ، تھا، خاص حلقہ پر مبنی منطق ہمیں بتاتی ہے کہ موت، تم، سب سے، باقی سب سے، ہم سب سے بڑی ہو۔ یا شاید تم ہمیشہ بڑی نہیں ہوتیں، یا شاید دنیا میں قوی پذیر ہونے والے واقعات کی وضاحت، اتفاقات، سے ہو سکتی ہے، بطور مثال، موسیقارا پنے بچپن سے وابستہ جس محور کن چاندنی کو یاد کرتا ہے، وہ بے سود ہوتی، اگر وہ سورہا ہوتا، جیساں، اتفاق، تم پھر سے ایک انتہائی حقیر موت ہمیں جب تم سونے کے کمرے میں لوٹیں اور جا کر صوفے پر بیٹھے گئیں، اور اس وقت بھی حقیر ہمیں جب کتا قالین سے اٹھا اور اچھل کر تمہاری نسائی گود میں آگیا، اور اس وقت تمہارے ذہن میں ایک پیارا خیال آیا، ہمیں خیال آیا کہ یہ کتنا غیر منصفانہ ہے کہ موت، تم نہیں، دوسری والی، ایک دن آئے گی اور ملائم گرمائش والے اس جاندار کی بر قابلی سردی والے اس کمرے کی عادی ہو، جس میں تم واپس لوٹی ہو اور جہاں تمہاری منہوس ذمہ داری نے ہمیں طلب کیا ہے، اس آدمی کا قتل کرنے کی ذمہ داری، جو جب سویا تو اس کے چہرے پر ایسے شخص کی تلخ مسکراہت محسوس ہوتی تھی جس نے اپنے بستر میں کبھی کسی جیتنے جاگتے انسان سے سا جھئے داری نہ کی ہو، جس کا اس کتے کے ساتھ معاہدہ تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بارے میں خواب دیکھیں گے، کتا آدمی کے بارے میں، آدمی کتے کے بارے میں، آدمی جورات کو پانی پینے باور پرچی خانے جانے کے لیے اپنے شب خوابی دھاری دار بیان میں اٹھتا ہے، یقیناً، یہ آسان ہوتا اگر بستر میں جاتے وقت وہ اپنے کمرے میں پانی کا گلاس لے جاتا، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا، وہ ترجیح دیتا ہے کہ رات کو، آدمی رات کے سکون اور خاموشی میں کتے کے ہم را، جو ہمیشہ اس کے پیچھے آتا ہے اور، ہمیشہ نہیں، کبھی کبھی باہر با عینچے میں جانا چاہتا ہے، چند لمحات راہ داری سے ہو کر باور پرچی خانے تک جائے،

اس آدمی کو ہر صورت مرا ہے، تم بولیں۔

موت ایک مرتبہ پھر کفن میں لپٹا ہوا ڈھانچا ہے، جس کا قصاب اس کی پیشائی پر جھکا ہوا ہے، تاکہ اس کی کھوپڑی کا بدترین حصہ ڈھکا رہے، اگر چشمایہ اس کی اتنی اہمیت تھی کہ اسے چھپانے کا تردد کیا جائے، اگر اسے واقعی اس کا احساس تھا، کیوں کہ وہاں کوئی نہیں تھا کہ اس ہول کا مظر سے خوف زدہ ہو، اور خصوصاً جب کہ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے جوڑ دیکھے جاسکتے ہیں، جن میں سے ثانی الذکر پھر یہ فرش پر لگے ہوئے ہیں، جس کی مر凡ی مخفیہ کا غذہ اس کے کاغذات، اور ضوابط میں سے اولین، جو، ان الفاظ، تم قتل کرو گی، پر مشتمل تھا، سے تازہ ترین اضافے اور ضمیموں تک، جن میں مرنے کے تمام دستور اور طریق، جو نا حال معلوم ہیں، اور کہا جا سکتا ہے کہ یہ فہرست ختم ہونے والی نہیں، کے اوراق، کسی ریتی کے مانند کھرچ رہے ہیں۔ موت اپنی تحقیق کے منفی نتائج سے جیان نہیں تھی، حقیقت میں یہوں گے، حوصلہ افزاء، اس سے بھی بڑھ کر، اضافی طور پر، دیکھتے ہوئے کہ، یہ کتاب، نسل انسانی کے تمام گروہوں اور افراد، کے لیے ختم، اختتامی، انجام، موت طے کرتی ہے۔ اس کتاب میں زندہ اور زندگی، میں زندہ ہوں اور میں رہوں گا کے لیے کوئی جگہ نہیں، اس میں صرف موت کی گنجائش ہے، اگر کوئی موت سے نجیج جائے تو کیا کرنا ہوگا، جیسے بھل مفرفوہوں کی جگہ نہیں۔ ایسا کبھی نہیں سن اگیا۔ ممکن ہے، اگر آپ باریک بینی سے تلاش کریں، شاید کسی غیر ضروری حاشیے میں، ایک مرتبہ، اور صرف ایک مرتبہ، آپ پائیں، الفاظ، میں زندہ رہا، لیکن ایسی تلاش کبھی سمجھدی گی سے نہیں کی گئی، جو ہماری اس نتیجے تک پہنچنے میں مدد کرتی ہے کہ موت کی کتاب میں زندہ رہنے کی حقیقت کا ذکر نہ کیے جانے کا ایک معقول جواز ہے۔ اور وہ جواز، جیسا کہ وہ اپنے رویے سے ہم کو بتاتی ہے، موت کی کتاب کا دوسرا نام، کتاب عدم ہے۔ پھر نے ضوابط ایک طرف سرکائے اور اخٹھ کھڑا ہوا۔ جب اسے کسی مسئلے کی گہرائی تک پہنچنا ہوتا، جیسا کہ، اس کا دستور تھا، اس نے کمرے کے دو چکر لگائے، پھر کاغذات کی الماری، جس میں سیلو نواز کا کارڈ تھا، سے سیلو نواز کا کارڈ باہر نکالا۔ اس کے انداز نے ہمیں احساس دلایا کہ یہ وقت ہے، اب یا کبھی نہیں کا، ایک اور مثال، غلط فہمی دور کرنے کے امکان کی، ان دستاویزات کی افادیت سے متعلق ایک اہم پہلو، جس کے بارے میں راوی کی قابل مدت لاپرواہی کے باعث، ہم نے تا حال ذکر نہیں کیا۔ اول، شاید جو آپ کا خیال تھا کہ بر عکس، ان درازوں میں ترتیب سے رکھے گئے دس بلین اشاراتی

کارڈ موت نے ترتیب نہیں دیے، نہی، ہرگز نہیں، انھیں موت نے لکھا تھا۔ موت، موت ہے، کوئی معمولی فلک نہیں ہے۔ کارڈ اپنی جگہ پر، الف بائی ترتیب سے، جس لمحے جب کوئی جنم لیتا ہے، نہودار ہوتے ہیں، اور جوں ہی وہ مرتا ہے غائب ہو جاتے ہیں۔ بخششی رنگ کے خطوں کی ایجاد سے قبل موت دراز کھولنے کا تردید بھی نہیں کرتی تھی، کارڈوں کی آمد و رفت کا نظام کسی افراتغیری اور الجھن کے بغیر چلا تھا، کبھی شرمدہ کرنے والا ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ، جس میں کچھ لوگ گردہ ہوئے ہوں کہ وہ پیدا ہونا نہیں چاہتے، جب کہ، کچھ لوگ گردہ ہوئے ہوں کہ وہ مرنے نہیں چاہتے۔ جو لوگ مرتے ان کے کارڈ، کسی کے لے جائے بنا، اس کمرے کے نیچے ایک کمرے میں چلے جاتے، یا شاید، انھیں جلدی، ان میں سے کسی کمرے میں جو اس زیر زمین نہ کے بعد والی نہ میں ہیں، مسلسل گھرائی کی جانب جاتے ہوئے، اور جو پہلے ہی زمیں کے دیکھتے مرکز کی طرف رواں ہیں، جہاں یہ تمام کاغذات ایک دن بھرم ہو جائیں گے۔ یہاں، وہ کمرا جس میں موت اور آنکھوں کا قبضہ ہے، یہ ممکن نہیں ہو گا کہ اسی طرح کا ضابطہ لاگو کیا جائے جیسا اس رجڑا، جس نے طے کیا کہ اس کے زیر سایہ آنے والے تمام زندوں اور مردوں، جی ہاں، ایک ایک، کے نام اور کوائف کا ایک ہی جگہ ریکارڈ رکھا جائے، یہ دعا کرتے ہوئے کہ جب وہ سب اکٹھے کیے گئے ہیں، سمجھا گیا کہ وہ نوع انسان کی نمائندگی کرتے ہیں، کامل طور پر، زمان و مکان سے ماوراء، اور انھیں اس وقت تک علاحدہ کرتے ہوئے جب تک کہ روح پر کوئی حملہ ہو۔ یہ بڑا بھاری فرق ہے، اس موت میں جسے ہم آب دیکھ رہے ہیں اور زندگی اور موت کے کاغذات کی اس ذمہ دار رجڑا ر میں، جو اپنی مافق البشریت، ان کے لیے جو مر چکے ہیں، کی ہنار پر خود پر فخر کرتی ہے، انہیں یاد آئے گا، بارہا دہرا لیا گیا، وہ سفا ک قول، جو کہتا ہے، جو گزر گیا سو گزر گیا، وہ، دوسری جانب، جسے ہم موجودہ طرزیاں کی عنایت سے، تاریخی شعور کہتے ہیں، ہم یقین رکھتے ہیں کہ زندہ کو کبھی مردہ سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور یہ کہ، اگر ایسا ہو، صرف مردہ ہی بیشتر مدد نہیں رہیں گے، مل کر زندہ بھی، بھٹے وہ، متوجہ جتنی لمبی زندگی پائیں، جس کے بارے میں، ویسے بھی، اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ نوسانہتر سال کا ہو کر مردہ، جیسا کہ قورات کے قدیم نخوں میں پیان کیا گیا ہے، یا، سات سو بیس سال کی عمر میں، جیسا کہ سامریہ کے صحائف میں درج ہے، اپنی زندگی کا نصف جی پائیں گے۔ ظاہر ہے ہر ایک، انقلابی منصوبے سے، اندر اراج کیے گئے اور اندر اراج کیے جانے والے ناموں سے، رجڑا کے، اتفاق نہیں کرے گا، لیکن، اس صورت میں کہ یہ کار آمد نا بست ہو گا، مستقبل میں، ہم اسے سینیں چھوڑتے ہیں۔

موت کا رذ کا معانکر کرتی ہے اور اس پر ایسا کچھ نہیں پاتی جو اس نے پہلے نہ دیکھا ہو، یہ ہے،
 سو اخ اس موسیقار کی، جسے ایک ہفت قبل مرا تھا اور، جس نے، اس کے باوجودو، اپنے، نام و نمود سے
 عاری فن کا رکھ کر میں، اپنے کالے کتے، جو اچھل کر خاتون کی گود میں آیا، کے ساتھ، اپنے پیانا اور
 اپنے بیلو کے ساتھ، آدھی رات کو پیاس سے بیدار ہوا، دھاری دارشب خوابی کے لباس میں، زندہ رہنا
 جاری رکھا۔ اس مشکل صورتِ حال سے لکلنے کی ضرور کوئی ترکیب ہوگی، موت نے سوچا، لامحہ، بہتر یہی
 ہوگا، اگر اسے ذہن پر سوار کیے ہا معااملہ سمجھایا جائے، لیکن اگر مقتدر قوت کا کوئی مقصد ہے، اگر وہ
 صرف اس لیے نہیں کہ اس اعزاز اور مدح کو کمیٹیں، جوان سے منسوب کر دی گئی ہے، تو ان کے پاس
 شہری موقع ہے کہ، دکھائیں کروہ لاطلاق نہیں ہیں ان سے، جو اس دھرتی پر سختیاں جھیل رہے ہیں، انھیں
 چاہیے کہ ضوابط بد لیں، انھیں چاہیے کہ کچھ خصوصی اقدامات اٹھائیں، انھیں چاہیے کہ اختیارات کا
 استعمال کریں، اگر ایسا ہو جائے، کوئی غیر لقینی قانونی اقدام، کوئی ایسی بات، جو مو جودہ رسائی کے جاری
 رہنے سے ہٹ کر ہو۔ اس معاملے میں دل چھپ بات یہ ہے کہ موت کو کوئی اندازہ نہیں کہ حقیقت میں
 وہ، مقتدر قوتیں جو اس مشکل صورت کو حل کریں گی، کون ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ اپنے لکھے گئے خطوط میں
 سے ایک میں، دوسرا والا، اگر ہم غلط نہیں ہیں، جو خبرات میں شائع ہوا، اس نے کائناتی موت کا ذکر کیا
 تھا جو، اگر چکوئی نہیں جانتا کہ کب، کائنات میں پائے جانے والے ہر مظہر حیات، آخری جرثومے تک،
 کو ختم کر دے گی، تاہم یہ، عمومی شعور کے مطابق بھی، چوں کہ کوئی، حتیٰ کہ موت بھی، ہمیشہ زندہ نہیں رہ
 سکتی، شروع ہوئی، عملی اصطلاحات میں، عھل سلیم کے، طویل عمر سے تک مختلف گروہوں میں مختلف نوع
 کی اموات کے متعدد ادوار کا مشاہدات سے، اخذ کرنے سے اگر چہ دست یاب معلومات اور تجربے سے
 اس کی تصدیق ہوا ابھی باقی ہے۔ یہ ہمارے گروہوں کی موتیں ہیں، موت نے سوچا، جو ہر نوع کی
 مضرت کا سفایا کرتی ہے، اور کم از کم مجھے قطعاً حیرت نہیں ہوگی اگر، کبھی کائنات غائب ہو جائے، یہ اس
 عالم گیر موت کی جانب سے کسی حتیٰ منادی، کہکشاویں اور بلیک ہول کے گرد گوچتی ہوئی، کے سلسلے میں نہیں
 ہوگا، بل کہ محض ان معمولی انفرادی اور ذاتی اموات کی، ایک ایک کر کے، یک جائی ہے، جو ہماری
 زندہ داری ہیں، اسی طرح چیزے کہاوت والی مرغی، بے جائے اس کے کہ ایک ایک دانہ کھاتی، احتقانہ طریق
 پر اسے خالی کر دیا، کیوں کہ یہ، میرے خیال میں، بہت ممکن ہے زندگی کے ساتھ ہو، جو بڑی تدبی سے،
 ہماری کسی مدد، یہاں تک کے ہمارا انتظار، کہ اس کی مدد کریں، کیے بغیر، اپنے انجام کی تیاری کر رہی

ہے۔ موت کی الجھن۔ یقیناً قابل فہم ہے۔ وہ اس دنیا میں استعمرے سے متعین تھی کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اپنی تفویض کردہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے سلسلے میں اس نے کس سے ہدایات لی تھیں۔ انہوں نے قواعد و ضوابط اس کے ہاتھ میں تھامے، اس کی مستقبل کی سرگرمیوں کے رہنماء صول، تم قتل کروگی، کے الفاظ کی نشان دہی کی، اور اسے تھامیا، لاریب تھکین ستم طریقی کو نظر انداز کرتے ہوئے، اپنی زندگی کے مقصد کو سرانجام دینا شروع کر دو۔ اور اس نے ایسا ہی کیا، سوچتے ہوئے کہ، مذبذب یا غیر متوقع غلطی کی صورت میں، اس کا عقب ہمیشہ محفوظ ہو گا، وہاں ہمیشہ کوئی ہو گا، کوئی افسر، کوئی برتر، کوئی روحانی گرو، جس سے وہ دایت اور رہنمائی حاصل کر سکے گی۔

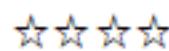
اس پر یقین کرنا مشکل ہے، چنانچہ، بالآخر بہم ٹھنڈے دماغ سے اس معروضی تجزیے کا آغاز کرتے ہیں جس کا سیلووناواز اور موت کے مابین صورت حال دیر سے تقاضا کر رہی تھی، کہ کوئی ایسا مکمل معلوماتی نظام جس میں، ہزار سال کے نازخ وار آثار، مسلسل اعداد و شمار کی نظر ہانی ہوتی ہو، لوگوں کے پیدا ہونے پر کارڈ ناہر اور مر نے پر غائب ہو جاتے ہوں، موجود ہو، اس پر یقین کرنا مشکل ہے، ہم پھر سے کہتے ہیں، کہا جا سکتا ہے، اس نوع کا نظام اتنا قدیم اور اتنا بے عیب ہو گا کہ معلومات کا ماخذ، اپنی اپنی باری پر، ان تمام کاف کا جو، بھلے وہ جہاں ہیں، نہیں ہیں، اپنے شبے میں موت کی معمول کی سرگرمیوں کے نتیجے میں نہدار ہوتے ہیں، مسلسل اندراج کر رہا ہے۔ اور اگر وہ کوئی عمل نہیں دکھاتی، یہ غیر معمولی خبر موصول ہونے پر کہ، کوئی ایسا ہے جو نہیں مرا اس وقت جب اسے مرتاحا تو دونوں میں سے ایک بات ہے، یا تو ہماری تمام منطقی اور فطری توقعات کے بر عکس، اسے صورت حال میں کوئی دل جھٹی نہیں چنانچہ یہ ذمہ داری محسوس نہیں کرتی کہ سامنے آنے والی مشکلات کو ختم کرے، یا ہمیں سمجھ لیتا چاہیے کہ موت جو کچھ وہ اپنے بارے میں گمان کرتی ہے، کہ اس کھلی چھٹی ہے کہ جیسا مناسب سمجھے کرے، ان مشکلات کو حل کرنے کے لیے، جو اسے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی کے دران میں پیش آئیں، کے بر عکس ہے۔ شک کا لفظ اس جگہ ایک یا دو مرتبہ استعمال کیا جانا چاہیے، پیشتر اس کے کہ موت کی یادداشت میں لمحنی بیجے، کیوں کہ ضوابط میں ایک گنجائش تھی، چوں کہ یہ انتہائی باریک حروف میں لکھی گئی تھی اور زیریں حاشیے میں پائی جاتی تھی، اس لیے نتو قاری کی توجہ اپنی جانب مبذول کرتی ہے، نہیں دل چسپ ہے۔ سیلووناواز کا اشاراتی کارڈ رکھ کر موت نے کتاب اٹھائی۔ وہ جانتی تھی کہ جو وہ تلاش کر رہی ہے، نتو ٹھیسے میں ملے گا نہ سختے میں، یہ ضوابط کے اولین جزو، قدیم ترین ہونے کے ناطے سب سے کم

استفادہ کیے جانے والے، میں ہو گا، جیسا کہ بیانی تاریخی متوں کے سلسلے میں ہوتا ہے، اور اس میں اس نے اسے ڈھونڈ لیا۔ یہ ہے وہ جو وہاں درج ہے، شک کی صورت میں، ہر صورت میں موت کو ہنسنی جلدی ممکن ہو، وہ قدم اٹھانا ہو گا جو اس کا تجربہ بتاتا ہے کہ، اٹھائے، تاکہ مطلوب ہدف حاصل ہو، جو ہے، انسانی زندگی کو ختم کرنا جب وقت ان کی پیدائش کے وقت میں کر دہ آئے، حتیٰ کہ، اگر اسے غیر رواۃ طریقوں سے کام لیتا پڑے، ان صورتوں میں، جب کوئی فرد معمول سے بڑھ کر تقدیر کی تحریر کا مقابلہ کرے، یا، جب معمول سے ہٹ کر عوامل، جن کا اس وقت اندازہ نہیں جب یہ ضوابط تحریر کیے گئے۔ اس سے زیادہ واضح نہیں ہو سکتا، موت کو مکمل اختیار ہے کہ وہ جو مناسب سمجھے، کرے۔ یہ، جیسا کہ ہمارا معاملے کا تجربہ ظاہر کرے گا، شاید ہی منفرد تھا۔ ذرا حاکم کا جائزہ نہیں۔ جب موت نے اپنی مرضی سے، اپنے برتنے پر، فیصلہ کیا کہ اس سال، جنوری کی پہلی تاریخ سے اپنی سرگرمیاں معطل کر دے تو، اس کی خالی کھوپڑی میں یہ خیال بھی نہ آیا کہ، سلسلہ مراتب میں کوئی بڑی ہستی اس سے جواب طلب کر سکتی ہے کہ، اپنے م محکمہ خیز رویے کا جواز پیش کرے، بالکل اسی طرح اس نے سوچا بھی گوارنیٹی کیا کہ، ہنسنی رنگ کے خطوط کی، اس کی خوب صورت اختراع اسی بڑی یا اس سے بھی بڑی کسی ہستی کو ناراض کر دے گی۔ یہ خود کارکمان کے بے کیف تسلسل کے، لمبے عرصے تک ایک ہی کام کرنے کے خطرناک نتائج ہیں۔ اسے ایک فرد کہیں یا موت، اس سے فرق نہیں پڑتا، پوری ذمہ داری کے ساتھ، روزانہ، ہنا کسی مسئلے کا سامنے کیے، ہنا کسی مذبذب کے، اور پر والوں کے طے کردہ ضوابط پر کامل یک سوئی سے عمل کرتے ہوئے، اپنے فرائض ادا کرتی ہے، اور اگر، ایک مدت بعد، کوئی ایرا گیر اسونگتا ہوا آتا ہے کہ وہ اپنا کام کیسے کرتی ہے، اور یہ ہے جو موت کے ساتھ ہوا، تب یہ یقینی ہے، وہ فرد، اس کا ادراک کیے بغیر، وہ کام کا چھوڑ دے گویا جو کچھ وہ کرتی ہے اس کی، اور صرف اس کی نہیں بلکہ اس کی بھی کہ وہ اس کو کب اور کیسے کرے گی، وہی ملکہ اور کمان دار تھی۔ صرف یہی مناسب جواز ہے اس کا کہ کیوں موت نے اس امر کی ضرورت محسوس نہیں کی کاپنے سے بالا ہستیوں سے رجوع کرتی، جب اس نے وہ اہم فیصلے کیے، جن کا ہم نے ذکر کیا، اور جن کے بغیر یہ کہانی، اچھی یا بُری، وجود میں نہ آ سکتی۔ اس نے ایسا کرنے کا سوچا بھی نہیں۔ اور اب، مقاصد، مختصر، اس وقت جب وہ اپنی صرفت برقرار نہیں رکھ سکتی یہ جان کر کہ انسانوں کو وہ جس طرح مناسب سمجھے تھکانے لگانے کی صلاحیت، آخر، صرف اس کی ہے اور وہ طلب نہیں کی جائے گی، نہ آج اور نہ بھی آئندہ، کہ کسی کے حضور جواب دہ ہو، فقط اس وقت جب برتری کا احساس اس کے حواس کو

مہوش کرنا ہے، وہ اس بھی ایک سوچ کو، جو کسی پر حملہ آور ہو سکتی ہے، دبائیں سکتی، اسی طرح جیسے وہ
جانے والے تھے، مجوانہ، بالکل آخری لمحہ پر، سامنے آنے سے بچ گئے، واہ، یہ بال بال بچتا تھا۔

اس کے باوجودو، موت جو اس وقت اپنی کرسی سے اٹھتی ہے ایک ملکہ ہے۔ وہ اس نسبتے
زیر زمین کمرے میں، جس میں جیسے اسے زندہ دفن کر دیا گیا ہو، نہیں رہے گی، بلکہ بلند ترین پہاڑ کی چوٹی
پر، دنیا کی قسمتوں پر اختیار رکھتے ہوئے، پستیوں میں انسانوں کے انبوہ پر فیض رسان نظر رکھتے ہوئے،
انھیں ادھرا دھر دوزتا ہوئے دیکھتے، نہ جانتے ہوئے کہ وہ ایک ہی سمت روایا ہیں، کیوں کہ آگے بڑھا
ہوا ایک قدم انھیں موت کے اتنا ہی قریب لے جائے گا، جتنا پچھے اٹھایا ہوا ایک قدم، یہ کہ اس سے کوئی
فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ ہر شے کا ایک ہی انعام ہے، وہ انعام جس کے بارے میں تمہاری شخصیت کے
ایک حصے کو ہمیشہ سوچنا ہوگا، اور جو تمہاری مایوس انسانیت پر سیاہ داغ ہے۔ موت انڈکس کا رد اپنے ہاتھ
میں پکڑے ہوئے ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس کا کچھ کردا ہے، لیکن نہیں جانتی کہ کیا کرے۔ اول، اسے
چاہیے کہ پسکون ہوا اور خود کو یاد دلانے کے وہ وہی موت ہے جو پہلے تھی، نہ زیادہ، نہ کم، گزرے کل اور آج
میں صرف اتنا فرق ہے کہ آج اسے زیادہ آگاہی ہے کہ وہ کون ہے۔ دوم، یہ حقیقت کا سے بہر حال یلو
نو اکا مسئلہ طے کرنا ہے، اس امر کا جواز نہیں ہے کہ وہ آج کے خطوط روانہ کر فراموش کر دے۔ اس کا
صرف اتنا سوچنا تھا کہ دوسوچوراہی انڈکس کا رد، آدھے مردوں کے اور آدھے عورتوں کے، اور ان کے
ساتھ، دوسوچوراہی کا غذا اور دوسوچوراہی لفافے، ڈیک پر ٹمودار ہو گئے۔ موت دوبارہ بیٹھ گئی، انڈکس
کا رد ایک طرف رکھا اور خط لکھنے شروع کر دیے۔ چار گھنٹے کے شیشہ ساعت سے ریت کا آخری ذرہ گر
رہا تھا جب اس نے دوسوچوراہیوں خط پر دست خط کیے۔ ایک گھنٹے بعد، لفافے بند ہو کر ارسال کیے
جانے کے لیے تیار تھے۔ موت نے اس خط کو، جسے تین مرتبہ بھیجا کیا گیا اور تین مرتبہ لوانا یا گیا تھا اٹھایا،
بنفشی رنگ کے لفافوں پر رکھا، اور بولی، میں تمھیں آخری موقع دے رہی ہوں۔ اس نے اپنے بائیں
ہاتھ سے معمول کا اشارہ کیا اور خط غائب ہو گئے۔ وہ سینڈ بھی نہیں گزرے ہوں گے کہ موسیقار کو
ارسال کیا گیا خط خاموشی سے ڈیک پر دوبارہ ٹمودار ہو گیا۔ موت بولی، ٹھیک ہے، اگر یہی ہے، جو تم
چاہتے ہو۔ اس نے انڈکس کا رد پر تاریخ پیدائش کاٹی اور اسے اگلے سال سے بدلتا، پھر اس نے اس
کی عمر تبدیل کی اور جہاں پچاس لکھا تھا اسے انچاہس سے بدلتا۔ تم ایسا نہیں کر سکتیں، آنکڑے نے کہا،
یہ ہو چکا ہے، اس کے نتائج ہوں گے، صرف ایک، وہ کیا، موت، بالآخر، اس وابیات موسیقار کی، جو

میری قسمت پر نہ رہا ہے، لیکن غریب آدمی کیا جانے کا سے مرتا تھا، جہاں تک میر اتعلق ہے، اسے
اچھی طرح علم ہوتا تھا، پھر بھی، تمہارے پاس کوئی طاقت یا اختیار نہیں کہ کسی اشاراتی کارڈ میں تبدیلی کرو،
یہاں تم غلط ہو، میرے پاس پوری طاقت اور اختیار ہے، جس کی مجھے ضرورت پڑے، میں موت ہوں،
اور آج کے بعد سے مزید ایسا نہیں ہو گا، تم نہیں جانتے کہ تم کس میں الجھ رہی ہو، آنکھے نے متذہب کیا،
دنیا میں صرف ایک مقام ہے جہاں موت نہیں جاسکتی، وہ کہاں ہے، جسے وہ کفن، تابوت، قبر، جنازہ،
اتم سدکار، کلش، مقبرہ، گور کہتے ہیں، میں ان میں نہیں جاسکتی، صرف زندہ، جب میں انہیں مار جائی
ہوں، جاسکتے ہیں، لامحالہ، یہ تمام الفاظ ایک ہی افسوس کا ک صورت حال پیان کرنے کے لیے ہیں، جو
ہے، یہ لوگ اپنے ہی ہیں، انھیں کبھی یقین نہیں ہوتا کہ وہ کیا گہرے ہے ہیں۔



(13)

موت کا ایک منصوبہ ہے۔ موسیقار کی پیدائش کا سال بدنا اس منصوبے کی اولین چال تھی، جو اب ہم آپ کو بتاسکتے ہیں، پیش رو ہو گئی کچھا یہے جربوں کی، جو سل انسانی اور اس کے اولین، مہلک۔ تین دشمن کے ماہین تعلقات کی تاریخ میں کبھی استعمال نہیں کیے گئے۔ شرطخ کی بساط کے ماتنہ، موت نے اپنی ملکہ کو آگے بڑھایا، چند مزید چالیں، شہادت کی راہ ہم وار کریں گی، اور کھیل ختم۔ اس مرحلے پر کوئی سوال اٹھا سکتا ہے کہ موت سیدھا صورت حال کو پہنچانا کیوں نہیں دیتی، جب لوگ عرف اس لیے مررتے تھے کیوں کر انھیں، بغشی رنگ کا خط پہنچانے والے ڈاکیے کا انتظار کیے بنا، مرنا ہوتا تھا۔ اس سوال کا اپنا جواز ہے، لیکن جواب بھی بلا جواز نہیں۔ پہلے فہر پر، یہ ہے عزت، عزم اور پیشہ وارانہ وقار کا، کیوں کہ موت اگر گزرے وقت کی سادگی کی طرف لوئی، تو یہ ہوتا سب کی نگاہوں میں شکست تسلیم کرنے کے متراو۔ چوں کہ موجودہ طریق میں بغشی رنگ کے خط شامل ہیں، اس لیے یہی وہ ذریعہ ہو گا جس سے سیلو نواز مرے گا۔ ہمیں صرف اتنا کہا ہو گا کہ خود کو موت کی جگہ رکھیں تاکہ اس کا پس مظہر سمجھ سکیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے چار مواقع پر دیکھے ہیں، اصل مسئلہ اس خط کو، جواب مصلح ہو چکا ہے، اس کے مکتوب الیہ تک پہنچانے کا ہے، اور اگر مطلوبہ ہدف حاصل کرنا ہے، تو اپر بتائے گئے غیر معمولی طریق اپنا ہوں گے۔ البتہ ہمیں مستقبل کے اندازے نہیں لگانے چاہیں، چلیں، دیکھیں، موت اس وقت کیا کر رہی ہے۔ اس وقت، موجودہ محاورے کے مطابق، موت اس سے ہٹ کر کچھیں کر رہی جو وہ کرتی ہے، اطمینان سے پیشی ہے۔ اگر چہ، چھی بات تو یہ ہے، کہنا یہ چاہیے کہ موت کبھی اطمینان سے نہیں پیشیت، موت تو بس، ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ اسے لوگوں کو مارنے کے لیے ان کے پیچھے بھانگنے کی ضرورت نہیں، وہ ہمیشہ، جہاں وہ ہوں، وہیں ہوتی ہے۔ اب، لوگوں کو مطلع کیے جانے کے اس نئے طریق کی بدلت، اب بھلے، اپنے زمین دوز کرے میں آرام سے پیشھے اور ڈاک کے نظام کو اپنا کام کرنے دے، لیکن وہ نظر تا تو اما مستعد اور فعال ہے۔ جیسا کہ پرانی کہاوت ہے، تم جنگلی مرغ کو پھرے

میں بند نہیں کر سکتے، علامتی اعتبار سے، موت جنگلی مرغ ہے، جونہ تو اتنی بے قوف ہے اور نہ ہی اتنی
 نجیف ہے کہ اس کی بہترین صلاحیت، اس کی آن مول فطرت کو کچلا جاسکے، چنانچہ وہ اپنی تمام
 توانائیوں سے دیوار کے پار گئے بنا دکھائی دینے کی سرحد پر موجود ہنے کے تکلیف دہ عمل، جیسا کہ اس
 نے گزشتہ شب، ان گھنٹوں کے دوران میں، اور کس قیمت پر، جو اس نے موسيقار کے اپارٹمنٹ میں
 گزارے، کیا، کوئی نہیں دھرائے گی۔ چوں کہ، جیسا کہ ہم ایک ہزار ایک مرتبہ کہ چکے ہیں، وہ ہر جگہ ہے،
 وہ یہاں بھی ہے۔ کتاباخیجے میں، دھوپ میں اپنے مالک کا انتظار کرتے ہوئے اونگھرہا ہے۔ وہ نہیں جانتا
 کہ اس کا مالک کہاں گیا ہے یا کیا کرنے لگا ہے، اور اس کی بوپر چیچھا، جس کی اس نے کسی زمانے میں
 کوشش کی تھی، کرنے کا خیال، الیسوچ ہے جس کے بارے میں سوچنا اس نے چھوڑ دیا ہے، کیوں کہ
 دارالحکومت میں ان گنت، چکرا دینے والی خوش بومیں اور بدبو میں ہیں۔ ہم سوچتے بھی نہیں کہ کتنے
 ہمارے بارے میں الیسوچیں بھی جانتے ہیں جن کا ہمیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ البتہ، موت، جانتی
 ہے کہ سیلونوواز ایک تھیز کے طبق پر، کندکرن کے وائیں ہاتھ، اس جگہ جہاں وہ ساز ہوتا ہے، جو وہ بجا تا ہے،
 بیٹھا ہے، وہ اسے ماہر رائیں ہاتھ سے کمانچے کو چلاتے، جب کاتھے ہی ماہر رائیں ہاتھ کتنا روں پر اور پر
 یچھے حرکت کرتے، دیکھتی ہے، بالکل اسی طرح، جس طرح خود اس نے ٹہنم تاریکی میں کیا، حال آس کر
 اس نے موسيقی، اس کی میادیات، لے ہال بھی، کبھی نہیں سمجھی۔ کندکرن نے ریہر سل روکی، چھڑی سے
 میوزک شیئنڈ، تہرہ کرنے اور حکم دینے کے لیے، چھپلایا، وہ چاہتا ہے کہ اس ٹکڑے میں سیلونوواز، صرف
 سیلونووازا پاپا ساز اس طرح بجا کیں، کہ، بہ ظاہر، دکھائی دے کر وہ کوئی آواز پیدا نہیں کر رہے، الیسوچی
 کی ایک قسم جو بہ ظاہر موسيقار آسانی سے بجا لیتے ہیں، فن تو ہوتا ہی یہ ہے کہ، عام آدی کو دکھائی دینے
 والا، ناممکن، ناممکن نہیں رہتا۔ موت، کہنے کی ضرورت نہیں، سارے تھیز میں، اوپر، چھت کی علامتی
 تصاویر اور بڑے غیرروشن فالوس تک، ہر جگہ موجود ہے، لیکن جو منظر اس وقت اس کی ترجیح ہے، وہ طبع
 کے اوپر، بہت قریب، اور اس زاویے والے باس سے دکھائی دینے والا وہ منظر ہے، جو، نچلے سرروں
 والے والئے، والئن کے قسم کا نچلے سرروں والے ساز، اور دہرے کھرج کے مساوی، گہرے کھرج والے
 سیلوز، جن کی آواز سب سے گہری ہوتی ہے، پر مشتمل ہیں۔ وہاں، موت، ارغوانی پوچش والی ٹنگ کری پر
 بیٹھی ہے، اور پہلے سیلونوواز کنور سے دیکھ رہی ہے، جسے اس وقت دیکھا تھا، جب وہ شب خوابی کا
 دھاری دھارا لباس پہننے سو رہا تھا، اور جس کا ایک کتاب ہے، جو اس وقت اپنے مالک کی واپسی کا انتظار کرتے

ہوئے، با غیبی میں، دھوپ میں اونگھ رہا ہے۔ یہ آدمی، ایک موسیقار، صرف ایک موسیقار، ایک سوکے لگ بھگ مردوزن معمول موسیقاروں میں سے ایک، جو اپنے عامل، کندکنز کے گردشیم والے میں پیشے ہیں، اور جن میں ہر ایک، آنے والے کسی ہفتے، مینے یا سال کے کسی دن، بخششی رنگ کا ایک خط وصول کرے گا اور اپنی جگہ خالی کرے گا، یہاں تک کہ کوئی دوسرا والکن نواز، نفیری نواز یا شہنائی نواز، ممکن ہے، چھڑی سے سُر برآمد کرنے کا کرتب دکھانے والے کسی دوسرا عامل کا معمول بنخ ہوئے، وہ جگہ پر کرنے آجائے، زندگی، ایک ایسا آرکٹرا ہے جو ہمیشہ سروں میں یا بے سرا بھتار ہتا ہے، ایک ایسا نامی نینک ہے جو ہمیشہ ڈوپتا اور بھتر ہتا ہے، اور پھر موت کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کے پاس کرنے کو کچھ نہ ہوتا، اگر ڈوپتا ہوا جہاز ابھرنے کی کوشش نہ کرنا، اس کے سلسلہ آب چینے سے پیدا ہونے والا نغمہ، ایکھیزیر یعنی دیوی کی یاد دلاتے ہوئے، وہ جو سندروں پر حاوی ہے، کیوں کہ یہی معانی ہیں اس نام کے جوا سے اس کی پیدائش پر دیا گیا، اس کے وجود پر بتتے پانی کی سرسرابھت کے مانند، جو چنیقی نغمہ، آب، دیپتا ہوں نے گایا۔ موت سوچ رہی ہے کہ ایکھیزیر یعنی، جو نیز ہس اور ڈورس کی بیٹی تھی، اب کہاں ہے، وہ ایکھیزیر یعنی، اب کہاں ہے، جو حقیقت میں شاید کبھی تھی ہی نہیں، اس کے باوجود وہ انسانی ذہن میں موجود رہی، تاکہ دنیا کو معنویت عطا کرنے، حقیقت کو سمجھنے کی راہ تلاش کرنے، کا ایک طریق، اسے سمجھائے۔ لیکن وہاں سے نہیں سمجھتے، موت نے سوچا، نہیں سمجھیں گے، بھلے جتنی کوشش کریں، کیوں کہ ان کی زندگی میں ہر شے بے یقین، وقت، عارضی ہے، دیپتا، انسان، ماضی، سب کچھ گزر گیا، جو ہے ہمیشہ نہیں رہے گا، اور میں، موت، بھی، جب مارنے کو کوئی نہیں پہنچے گا، روایتی طریق پر یا مارسلے کے ذریعے، ختم ہو جاؤں گی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ پہلی مرتبہ نہیں جب یہ سوچ اس کے وجود کے اس حصے جو سوچتا ہے میں آئی، لیکن یہ پہلی مرتبہ تھی جب اس سوچ سے اسے، کسی اپے کے مانند، جو کام مکمل ہونے پر تازہ دم ہونے کے لیے آہستگی سے پیچھے کی جانب جھکتا ہے، گھری طمانیت کا احساس ہوا۔ اچاک آرکٹرا نے خاموشی کو توڑا، ایک سیلوکی آواز تھی جو سنائی دے رہی تھی، یہ وہ ہے جسے ایکل کہا جاتا ہے، سادہ ایکل جو زیادہ سے زیادہ دوست چلے گا، یہ اپے ہی ہے جسے کسی عامل کی طلب کردہ روحوں میں سے، شاید ان تمام روحوں کی نمائندگی میں، جو اس وقت خاموش ہیں، ایک بول رہی ہو، کندکنز تک حرکت نہیں کرنا، وہ اس موسیقار کو دیکھ رہا ہے، جس نجہ بان سب سین باخ کے ذی میجر کے غنائیے ایک ہزار بارہ کی دھن نمبر چھ، ایک ایسی دھن، جو وہ کبھی اس تھیز میں نہیں بجاۓ گا، ایک کری پر کھلی چھوڑی تھی، کیوں کہ وہ اس آرکٹرا کا ایک

معمولی سیلو نواز، بھلے اپنے شعبے کا لیڈر ہے، کوئی معروف فن کار نہیں، جو اپنے فن کا مظاہرہ کرتے، انٹرو یو دیتے، ستائش، تالیاں اور میڈل ہسول کرتے ہوئے دنیا کی سیر کرتے ہیں، وہ خوش قسمت ہے کہ کبھی کبھی، کسی کمپوزر کی عنایت سے، جس نے آرکشا را کے عمومی سازوں کو، جن میں عمومی دل چھپنی کا کوئی سامان ہو، یاد رکھا، کسی بار میں ایکل بجائے کامو قمل جاتا ہے۔ جب رہبر سل ختم ہوگی، وہاپنے سیلو کو اس کے غلاف میں بند کرے گا اور گھر کے لیے ٹیکسی، بڑی ڈگی والی، کرے گا، اور شاید آج رات، رات کے کھانے کے بعد، باخ کی دھن والی شیٹ شینڈ پر رکھے، ایک گھبرا سانس لے اور تاروں پر کمانچہ چلائے، تاکہ اس سے اٹھنے والی پہلی لہرا اس کی دنیا وی محرومیوں پر مرہم رکھے، تاکہ دوسرا لہر، اگر ممکن ہو، اسے اس اہل بنائے کر انھیں بھلا دے، ایکل ختم ہوتا ہے، آرکشا را کے دوسرے ساز سیلو کی گونج پر حاوی ہو جاتے ہیں، اور عامل نے اپنی جادوئی چھڑی کو حرکت دیتے ہوئے، دوبارہ ارواح صوت کے ٹگران اور راہنمایا کا اپنا کردار ادا کرنا شروع کیا۔ موت اپنے سیلو نواز کی اعلیٰ کارکردگی پر فخر محسوس کر رہی ہے، جیسے وہ اس کے خاندان کی ایک رکن، اس کی ماں، اس کی بہن، اس کی مگتیت ہو۔ البتہ، یہو نہیں، کیوں کہ اس آدمی نے کبھی شادی نہیں کی۔

اگلے تین دن، اس وقت کے علاوہ جس میں وہاپنے زمین دوز کرے کی جانب بھاگتی، جلدی جلدی خط لکھتی اور انھیں روانہ کرتی، موت موسیقار کے سائے سے سوچتی، وہ ہو تھی جس میں وہ سانس لیتا تھا۔ کیوں کہ سایوں میں ایک بڑی خامی پائی جاتی ہے، روشنی کی عدم موجودگی میں، وہ اپنا مقام گنوادیتے ہیں، وہ غائب ہو جاتے ہیں۔ موت نے اسے گھر لے جانے والی ٹیکسی میں اس کے ہمراہ سفر کیا، جب وہاپنے اپا رٹھٹ میں گیا وہ اس کے ساتھ گئی، اس نے اپنے مالک کی آمد پر کتنے کے دیوانہ وارمنڈ لانے کو شفقت سے دیکھا، اور پھر کسی اپنے فرد کے مانند جسے وہاں کچھ وقت گزارنے کے لیے مدعو کیا گیا ہو، وہ ماحول میں رہ بس گئی۔ یہ کسی اپنے کے لیے، جسے حرکت کرنے کی حاجت نہ ہو، کوئی مشکل نہیں، اسے فرق نہیں پڑتا کہ وہ فرش پر بیٹھی ہے یا کپڑوں کی الماری کے اوپر بیٹھی ہے۔ آرکشا کی ریہر سل دری سے ختم ہوئی تھی، جلد ہی اندر ہرا ہو جائے گا۔ سیلو نواز نے کتنے کو کھانا دیا، پھر ٹین کے دو ڈبوں سے اپنا کھانا تیار کیا، گرم کرنے والا کھانا گرم کیا، باورچی خانے کی میز پر میز پوش بچھایا، چھری، کانٹا اور رومال رکھا، ایک گلاس میں تھوڑی سے واشن ڈالی اور، آہستہ سے، جیسے کچھ سوچ رہا ہو، پہلا لقمه منہ میں ڈالا۔ کتنا اس کے پاس بیٹھ گیا، پلیٹ میں اس کے مالک کا بچا کھچا، اور اپنے ہاتھ سے دیا گیا کھانا اس کے لیے

شیرینی کا کام کرے گا۔ موت سیلو نواز کو دیکھتی ہے۔ اصل میں وہ خوب صورت اور بد صورت افراد کے درمیان تمیز نہیں کر سکتی، کیوں کہ، وہ رف اپنی کھوپڑی سے آشنا ہے، اس میں، چہرے، جو ہماری دکان کی کھڑکی کا کام کرتا ہے، کے اندر تپھپی کھوپڑی کا تصور کرنے کا شدید رجحان پایا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر، اگرچہ کہا جائے، موت کی نگاہوں میں، ہم سب ایک ہی جیسے بد صورت ہیں، حتیٰ کہ ان دونوں بھی، جب ہم ملکہ حسن یا اس جیسے حسین مردوں۔ وہ سیلو نواز کی طاقت و رانگلیوں کو سراہتی ہے، اس کا اندازہ ہے کہ اس کے باہمیں ہاتھ کی اٹگیاں بترنے سخت، شاید کسی حد تک بے حس بھی، ہوئی ہوں گی، زندگی اس، پیش نظر بائیں ہاتھ کے، معاملے اور دیگر معاملات میں نا انصافی کر سکتی ہے، کیوں کہ، اگرچہ یہ سیلو کا مشقت طلب کام کرتا ہے، لیکن ماڑیوں سے دائیں ہاتھ کے مقابلے میں کہیں کم ستائش وصول کرتا ہے۔

شام کا کھانا کھانے کے بعد، سیلو نواز نے برتن دھونے، میز پوش اور رومال احتیاط سے نہ کیے، انھیں برخنوں کی الماری کی ایک دراز میں رکھا اور، باور پی خانہ چھوڑنے سے پہلے ادھراً ڈھر دیکھا کر، کہیں کوئی چیز ادھر ادھر تو نہیں ہے۔ کہاں کے پیچھے موسیقی کے کرے میں آیا، جہاں موت ان کی منتظر تھی۔ ہماری اس وقت کی سوچ کے بر عکس، جب ہم تمیز میں تھے، سیلو نواز نے باخ کی دھن نہیں بجائی۔ ایک دن اپنے ساتھیوں سے، موسیقارانہ مصوری کے امکانات، روایتی تصاویر نہیں، بلکہ حقیقی، جیسے ما سوکسکی (musisorgsky) کے بناے گئے، سموئیل گولدن برگ اور شموئیل کے پورٹریٹ، کے بارے میں، بلکہ پھلکی گفتگو کرتے ہوئے اس نے کہا، فرض کرتے ہوئے کہ موسیقی میں ایسا واقعی ہو سکتا ہے، وہ اس کا پورٹریٹ کسی سیلو کپوزیشن میں نہیں، بلکہ، شوپن کے جی فلیٹ مجرم کی دھن پھیپیں، نمبر نو کی لہراتی موسیقی میں، پائیں گے۔ جب پوچھا گیا، کیوں، اس نے جواب دیا کہ بس وہا پن آپ کو کسی دوسرے میوزک میں تصویر نہیں کر سکتا اور اس کے نزدیک یہی سب سے بڑا جواز ہے۔ مزید یہ کہ اٹھاون سینڈ کے دوران میں شوپن نے کسی ایسی شخصیت کے بارے میں سب کچھ کہ دیا، جو کہنے والا تھا، جس سے وہ شاید کبھی نہیں ملا تھا۔ کچھ دنوں تک آرکسٹرا کے شغلی مبران، دوستانہ چھیڑتے ہوئے، اسے اٹھاون سینڈ پکارتے رہے، لیکن یہ عرفیت اتنی لمبی تھی کہ مستقل نہ ہو سکی، اس کے علاوہ یہا ممکن ہے کہ کسی ایسے فرد سے مکالمہ جاری رکھا جائے، جس نے ٹھان لی ہو کر کیے گئے ہر سوال کا جواب دینے میں اٹھاون سینڈ لے گا۔ آخر میں، سیلو نواز نے یہ دوستانہ مقابلہ جیت لیا۔ جیسے اس نے اپنے مکان میں کسی تیرے فس کی موجودگی محسوس کی، جس سے نامعلوم و جوہات کی ہتاپ، اس نے اپنے بارے میں بات کرنا چاہی، اور چاہتے ہوئے کہ،

طویل تقریر، جو سادہ ترین زندگی کو بھی اصل بات بیان کرنے کے لیے درکار ہوگی، سے گریز کرے۔ سیلو نواز پیانو پر بیٹھا اور مختصر و قفقے کے بعد، تاکہ ماظرین متوجہ ہوں، اس نے موسيقی کی ایک دھن چھپڑی۔ میوزک شینڈ کے پاس نیم خوابیدہ کتنے نے بے ظاہر آوازوں کے اس طوفان کو، جو اس کے سر پر نگ رہا تھا، شاید اس وجہ سے کہ وہ اسے پہلے بھی سن چکا تھا، شاید اس سبب سے کہ اس نے اس کے علم میں، جو وہ اپنے ماں کے بارے میں رکھتا تھا، کوئی اضافہ نہیں کیا، کوئی اہمیت نہیں دی۔ البتہ، موت، جو اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں بارہا موسيقی، بالخصوص اسی موسيقار شوپن کی ماتحتی دھن اور باتھوں کے تیرے غنا نیئے میں سے، دھیرے دھیرے (assai adagio)۔ سن پچھلی تھی، کوئی پہلی طویل زندگی میں پہلی مرتبہ، جو کہا گیا اور جس طرح کہا گیا کے کامل امتحان کا دراک ہوا۔ اسے اس میں، آیا یہ سیلو نواز کا پورٹریٹ ہے یا نہیں، کوئی دل چھپنی نہیں تھی، گمان غالب ہے کہ سیلو نواز نے اپنے ذہن میں مشاہدتوں میں کسی فرضی، بُنی تھیں، لیکن جس بات نے موت کو متاثر کیا، وہ، اس کا، موسيقی کے ان اخداون سینکڑوں میں کسی انسانی زندگی، بھلے کو لھو کے بدل جیسی ہو یا غیر معمولی، کوئر اور تال میں ڈھلتے ہوئے، اس کے الماں اک اختصار کے باعث، اس کی خوفناک شدت کے باعث اور اس کے ہوا میں متعلق حذف شدہ الفاظ، کوئی بات جسے کہنا ابھی باقی ہو، کے مانند آخری راگ کے باعث، سننے کا ناٹھ تھا۔ سیلو نواز ایک ناقابل تلاوی خطا، کبر، کامر تکب ہوا، جب اس نے سوچا کہ وہ اپنا، اور صرف اپنا چہرہ ایک اپنے پورٹریٹ میں دیکھ سکتا ہے جس میں ہر ایک نظر آ سکتا ہے، ایک ایسا گمان جس کے بارے میں اگر ہم، سُلٹ آب پر نہ رہتے ہوئے، غور کریں، اس کے بالکل بر عکس، بجز، بھی اخذ کر سکتے ہیں، چوں کہ پورٹریٹ ہر ایک کا ہے، اس لیے لازماً میں بھی اس میں موجود ہوں، بھی برآمد کر سکتے ہیں۔ موت متعدد ہے، وہ کبر اور بجز کے مابین فیصلہ نہیں کر سکتی، اور جموں کو توڑنے کے لیے، قطعی فیصلہ کرنے کے لیے، اب وہ سیلو نواز کو دیکھ رہی ہے، اس کے چہرے پر آنے والے تاثرات کو، جو اس پر منکشf کریں، جو وہ جانا چاہتی ہے، یا شاید اس کے ہاتھوں کو، کیوں کہ ہاتھ دکھلی کتابوں کے مانند ہوتے ہیں، حقیقی یا مفروضہ جو بات جو دست شناسی نے اس کے دل کی لکیر اور زندگی کی لکیر، جی ہاں، زندگی، خواتین، حضرات، آپ نے صحیح سنا، زندگی کی لکیر کے ذریعے بیان کیے ہیں، کیوں کہ وہ بولتے ہیں، جب وہ ہکلتے اور ہند ہوتے ہیں، جب وہ چھپاتے یا ضرب لگاتے ہیں، جب وہ آنسو پوچھتے یا مسکراہت چھپاتے ہیں، جب وہ کندھے کا سہارا لیتے یا رخصت کرتے ہوئے اہراتے ہیں، جب وہ کام کرتے ہیں، جب وہ ساکن ہوتے ہیں، جب وہ سوتے

ہیں اور جب وہ جا گتے ہیں، اور پھر موت اپنے مشاہدات ختم کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچی، یہ درست نہیں کہ کبر کا متصاد عجز ہے، بھلے دنیا کی تمام لغات آنکھیں بند کر کے قسم کھائیں کہ یہ ہے، بے چاری لغات، جو خود کا وہ میں صرف وہی الفاظ کا تاتا تی ہیں جو موجود ہیں، جب کہتا حال بہت سے اپنے الفاظ ہیں جو موجود نہیں، پطور مثال، یلفظ جو کبر کے بالکل بر عکس ہے، لیکن عجز سے جھکا ہوا نہیں ہے، وہ لفظ جو ہمیں سیلونوواز کے چہرے اور ہاتھوں پر لکھا ہوا صاف دکھائی دے رہے ہے، لیکن جو ہمیں نہیں بتا سکتا کہ اسے کیا کہتے ہیں۔

اگلے روز، ایسا ہوا کہ اتوار تھا۔ جب موسم خوش گوار ہو، جیسا کہ آج ہے، سیلونوواز کا معمول ہے کہ صحیح، اپنے کئے اور ایک دو کتابوں کے ساتھ، شہر کے ایک پارک میں گزارنا۔ کہا، اس وقت بھی جب جلت اسے اسکاتی کہ اپنے ہم جنس کتوں کے پیشہ کی بوسونگے، درختوں درختوں مارا مارا نہیں پھرنا۔ وہ وقت فتاپی ناگ اخانا، لیکن اخراجی تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر کچھ نہ کرتا۔ دوسرے عمل، جسے ہم سمجھ سکتے ہیں، تقاضے کی تجھیل، وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ گھر کے باعثیجے میں، جہاں وہ رہتا ہے، انجمام دینا ہے، چنانچہ سیلونوواز کو اس کا فضل اخانا کر، اسی مقصد سے بنائے گئے چھوٹے کھرپے کی مدد سے، پلاسٹک بیگ میں ڈالنے کے لیے اس کے پیچھے نہیں پھرنا پڑتا، یہ کتوں کی اچھی تربیت کی مثال کے بجائے شاید اس امر کا شاہد تھا کہ سیلونوواز نے پنظریہ کتے سے لیا تھا، جس کا خیال تھا کہ کوئی موسیقار، کوئی سیلونوواز، کوئی فن کار جو کوشش کر رہا ہے کہ باخ کے ذی میجر کی ڈھن نہر چھ غنائیہ ایک ہزار بارہ کو بہترین طریق میں بجائے، اس لیے پیدا نہیں ہوا کہ اپنے یا کسی دوسرے کے کتے کا بھاپ چھوڑتا فضلہ اخانا پھرے۔ سیدھے سچا ویر درست نہیں ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے ماں سے گفتگو کے دوران میں کہا، باخ کو کبھی یہ نہ کرنا پڑا۔ موسیقار کا جواب تھا کہ اس دوران میں حالات بہت بدلتے ہیں، تاہم، اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ باخ کو کبھی ایسا نہ کرنا پڑا۔ موسیقار بہ جیشیت مجموعی ادب کا شوقیں ہے، اس کی لاہری ری کے عمومی شیف پر نظر ڈالنے سے اس کی فلکیات، طبعی علوم اور فطرت سے متعلق موضوعات میں اس کی دل چھپتی مٹکشیف ہو گی، آج وہ اپنے ساتھ حشرات پر ایک کتابچہ لایا ہے۔ اسے اس کی مبادریات کا علم نہیں، چنانچہ وہ اس سے بہت زیادہ جان کاری کی توقع نہیں کر رہا تھا، تاہم وہ جان کر مخلوق ہو رہا ہے کہ دنیا میں حشرات کی لگ بھگ دس لاکھ انواع پائی جاتی ہیں، جو دو اقسام، ثیری گولس (terygotes) جن کے پر ہوتے ہیں اور لاہری گولس (apterygotes) جن کے پر نہیں ہوتے، میں بھی ہوئی ہیں، اور یہ کہ

۲ گے چل کر انھیں آرٹھوبٹر (orthopterus) جیسے گھاس کا مڈا، یا بلاؤ ڈیا (blattodea) جیسے کاروچ، مان ڈیا (mantodea) جیسے دعا گندما، نیوروپٹر (neuroptera) جیسے کیری سوپا، اوڈونات (odonatan) جیسے ڈریگن فلاںی، افسر پٹر (ephemeroptera) جیسے میغلائی، ڑائی شوپٹر (trichptera)، جیسے کاڈس فلاںی، آئی پٹر (isopteran)، جیسے دیمک، آفٹر (aphaniptera)، جیسے پو، انوپورا (anophura) جیسے جوں، میلوپھرگا (mallophaga) جیسے پرندوں کی جوں، ہوموپٹر (homoptera) جیسے کھل، ہوموپٹر (hetroptera) جیسے کھل، ہوموپٹر (coleopetra) جیسے بخورا، اور تھائیسونورا (thysanura) جیسے روپہلی مچھلی کیڑا کے زمرے میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ کتاب میں دی گئی تصویر میں دیکھ سکتے ہیں، کاہر مرگ پروانہ، شب بے دار پروانہ، جس کا لاطینی نام "Atropos acherontia" ہے، اپنی پشت پر انسانی کھوپڑی سے مشابہ قابل اٹھائے ہوتا ہے، اس کے پروں کا پھیلا دبارة سینٹی میٹر تک اور رنگ سیاہ ہوتا ہے، اس کے نعل پر زرد و سیاہ ہوتے ہیں۔ اور اسے ہم اٹروپس (atrops)، ڈور کا کٹنا، جو ہے، موت، کہتے ہیں۔ موسیقاریہ نہیں جانتا، وہ تو کبھی اس کا تصور تک نہیں کر سکتا، لیکن، اس کے کندھے کے اوپر، مسحور موت، پروانے کی نگین تصویر کو یہ یک وقت سحر زدہ اور بوکھلاتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ یاد رہے کہ نہیں، بلکہ ایک اور دیوی، حشرات کے وجود سے عدم کو راستے، حیان کو ختم کر سکتے ہیں، کی مگر ان ہے، اگر چاکر معمالات میں ہر دو کے لیے ضوابط یک ساں ہو سکتے ہیں، تاہم، استثنائی صورتیں بھی بہت سی ہیں، اتنا کہنا کافی ہے کہ حشرات ان عمومی انسانی امراض، بے طور مثال، نمونیہ، تپ دق، سرطان، منتقل ہونے والا توست مدافعت کا زوال جسے بالعموم جانا جاتا ہے، ایڈز کے نام سے، امراض قلب یا کار کے حادثات، سے نہیں مرتے۔ اتنا تو کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔ جسے سمجھنا دشوار ہے، اور وہ بات، جو موت کو، جب وہ سیلونواز کے کندھے کے اوپر سے جھاک رہی ہے، الجھارہی ہے، یہ ہے کہ، انسانی کھوپڑی، کتنی خوب صورتی سے، کون جانے، تخلیق کے کس مرحلے پر، ایک پنٹے کی بالوں والی پشت پر، نمودار ہو گی۔ تھینا، نخجے بخوروں اور تیلوں کے بارے میں جانا جاتا ہے کہ انسانی جسم پر ظاہر ہوتے ہیں، تاہم، یہ پیدائشی طور پر انسان کے ساتھ نہیں ہوتے، انھیں کبھی بھی از من قدیم کی صنائی سے زیادہ نہیں، بس معمولی گودا گیا، سمجھا گیا۔ شاید کسی زمانے میں، موت نے سوچا، جب تمام زندہ وجود ایک ہی نوع کے تھے، لیکن پھر، خصوصیات کے ارتقا کے ساتھ، انہوں نے خود کو پانچ گروہوں میں مفہوم پایا، جن کے

نام، منیرا، پرانا، فلکس، پلانٹ اور انیمل ہیں، جن میں، یہ جو گروہ ہیں، کلی علاحدگی اور جزوی علاحدگی ہونے میں قرنوں لگے، اگرچہ یہ کچھ عجیب لگتا ہے، اس تمام غیر یقینی دور میں، اس حیاتیاتی افراطی کے دوران میں، بعض جانداروں کی خصوصیات کچھ دوسروں میں بھی در آئیں۔ بطور مثال، یہ واضح ہوگا، اس پلنٹ کی پشت پر ایک جیان کن سفید کھوپڑی کے پائے جانے سے، جس کا نام "acherontia Atropos" ہے، جیزت انگیز طور پر، موت کا ایک اور نام، بلکہ عالم ارواح میں بننے والے ایک دریا کا بھی نام ہے، یہ ادیاتی پودے مردم گیا، جس کی جذیجت انگیز طور پر حشم انسانی سے مشابہ ہوتی ہے، سے بھی واضح ہوگا۔ یہ جانتا مشکل ہے کہ کیا سمجھا جائے، جب قدرت کے ان کرائموں، ان جیزت انگیز کارماں کا سامنا ہو۔ ہم، خیالات، جموت، جو سلونو از کے کندھے کے اوپر سے جھاکنا چاری رکھے ہوئے تھی، پر حاوی ہو رہے تھے، اس سے پبلے ہی ایک اور اختریار کرچکے تھے۔ اب وہ پچھتاری ہے کیوں کہ وہ سوچ رہی ہے کہ کیسا رہتا اگر وہ بطور پیغام بر، ان فضول بخشی رنگ خطوط، جو اسے اس وقت، ایک زبردست آئندیا لگتا تھا، کی جگہ، کاسہ، مرگ پر وانوں سے استفادہ کرتی۔ ایسا بھی نہ ہوتا کہ ان پر وانوں میں سے کسی کو واپس لوٹنا پڑتا، وہ سینہ تاں کر اپنا فریضہ دا کرتا ہے، وہ اسی لیے پیدا ہوا ہے۔ علاوہ ازاں، منظر اور اس کا ہزار بائک مختلف ہوتا، بجائے اس کے کوئی معمولی ڈاکیا ہمیں خطا تھا، ہم مشاہدہ کرتے، بارہ سینٹی میٹر کا ایک پر وانہ، انہیں کاراہی، اپنے سر پر منڈلاتا، اپنے کالے اور پیله پروں کی جھلک دکھلاتا، اور اچاک، زمین پر لہرانے اور ہمارے گرد ایک چکر، جس سے ہم کبھی نہ نکل سکیں گے، لگانے کے بعد، وہ عمودی اڑان بھرتا اور اپنی کھوپڑی ہماری کھوپڑی کے مقابل کر دیتا۔ ہم، لا جال، پر جوش انداز میں اس کے جسمانی کرتب کی وادیتے۔ کوئی بھی جان سکتا ہے کہ ہم انسانوں کی نگران موت کو ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ جیسا کہ ہمیں پر خوبی علم ہے، پرانے اس کے دائرہ اختریار میں نہیں آتے، نہ وہ، اور نہ یہ ان گنت حیوانی گروہوں میں سے کوئی اور آتا ہے۔ اسے اپنے حیاتیاتی شعبے کے رفقاء کا رہے ایک معافہ، ایک اس مخلوق کی ذمہ داری سے متعلق، کرنا ہوگا، اور چند acherontia Atropos عاریٹا مانگنے ہوں گے، اگرچہ، ناسف سے، ان کی متعلقہ حدود میں اور ان سے متعلقہ زبرمراسلت آبادی کے دائرہ عمل کوڑہن میں رکھتے ہوئے، یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ قبل ازیں بیان کیے گئے رفقاء کا رشکبرانہ اور دوٹوک انداز میں جواب دیں گے، نہیں، کیوں کہ، باہمی تعاون کا فقدان، موت کے سلطنت میں بھی صرف نہ نہیں ہے۔ ذرا سوچیں، حشرات کی دس لاکھ انواع، جن کا ذکر

حضرات کی بنیادی کتاب میں کیا گیا ہے، کا صرف تصور کریں، اگر آپ کر سکتے ہیں، ہر نوع کی تعداد کا، اور کیا آپ نہیں سمجھتے کہ جتنے آسمان پر ستارے ہیں، کہہ، ارض پر۔ یقیناً اس سے کہیں زیادہ تعداد میں یہ نئے منے جان دار موجود ہوں گے، اگر آپ ترجیح دیتے ہیں کہ ایک شاعرانہ نام دیں، اس کا نکات کی بیجان انگیز حقیقت کو، جس میں ہم خاک کا رزق بنتی گھاس کی پتی سے بدھ کر کچھ نہیں ہیں۔ نسل انسانی، جو اس وقت محض سات ارب مردوں پر مشتمل ہے، جو سات بڑا عظموں پر غیر مساوی انداز میں بکھرے ہوئے ہیں، کی اضافج موت، ایک نافی، ایک ماتحت موت ہے، وہ مماتیات کے سلسلہ مراتب میں اپنے مقام، اپنی حیثیت سے پر خوبی آگاہ ہے، جیسا کہ اس نے صاف گوئی سے اس خط میں تسلیم کیا، جو اس نے اس اخبار کو لکھا، جس نے اس کا نام اسم معرفہ میں شائع کیا تھا۔ اسی دوران، یہ دیکھتے ہوئے کہ خوابوں کا دروازہ کھولنا کتنا آسان ہے، اور کہ خواب اتنی آزادی سے ہر ایک کو دست یاب ہیں کہ ان کے لیے کوئی نیکس بھی ادا نہیں کر سکتا، موت، جس نے اب سیلو نواز کے کندھے کے اوپر سے جھانکنا بند کر دیا تھا، یہ تصور کر کے مخطوط ہو رہی تھی کہ، اپنے ڈیک پر قطار میں کھڑے پنگوں کی بیالیں کی قیادت کرنا، ان کی حاضری لگانا اور حکامات دینا، وہاں جاؤ، فلاں فلاں آدمی کو تلاش کرو، انھیں اپنی پشت پر لدی موت کی کھوپڑی دکھاؤ اور واپس آجائے، کیسا لگے گا۔ موسیقار سمجھے کہ اس کا اس کی atropsacherontial کتاب کے کھلے ورق سے اڑا ہے، یہ اس کی آخری سوچ اور آخری نظر ہو گا، جو وہ اپنی آنکھ کے قرنیچہ پر پائے گا، نہ کہ سیاہ لبادے میں ملبوس، اس کی موت کا اعلان کرتی ہوئی کسی فرپ عورت کا، جیسا کہ وہ مارسل پر اؤست کے الفاظ میں کہتے ہیں، یا سفید چادر میں لپنی ہوئی کوئی بدرود، جیسا کہ زیر ک افراد اپنے بستر مرگ پر دیکھنے کا دعا کرتے ہیں۔ ایک بڑے کالے پنگے کے لیٹھی پروں کی سرسراء ہے، ایک بڑا کالا پنگا جس کی پشت پر ایک کھوپڑی جیسا سفید نقش ہے۔

سیلو نواز نے گھری پر نگاہ ڈالی اور دیکھا کہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہوئے کافی وقت ہو ہے، کتا، جو تقریباً دس منٹ سے بھی سوچ رہا تھا، اپنے مالک کے پاس بیٹھا ہوا، اپنا سر مالک کے گھنے پر نکالے، صبر سے اس کے دنیا میں واپس آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ پاس ہی ایک چھونا ریستوران تھا، جہاں سیندوچ اور اسی طرح کی کھانے کی دوسری اشیا ملتی تھیں۔ ان صبحوں جب وہ پارک جاتا، سیلو نواز وہاں سے باقاعدہ ٹریواری کرتا، اس کا آرڈر بیشہ یک سار ہوتا۔ اپنے لیے دو ٹینوا سیندوچ اور وائن کا ایک گلاس، جب کہ کہتے کے لیے بیف سیندوچ۔ اگر موسم خوش گوار، جیسا کہ آج ہے، ہوتا، وہ کسی درخت

کے سائے میں گھاس پر بیٹھتے، اور جب وہ کھانا کھا رہے ہوتے، وہ بتیں کرتے۔ کتابہ بیشہ لندن پر حصہ آخر کے لیے بچالیتا، وہ مریڈ کے سلاسز سے آغاز کرتا، اور اس کے بعد بڑے طمینان سے، آرام سے چلاتے ہوئے، عروق کا مزہ لیتے ہوئے، گوشت کے ذائقے سے لطف انداز ہوتا۔ سیلو نواز، بے وہیانی سے، سوچے ہنا کہ وہ کیا کھا رہا ہے، کھانے لگا، وہ باخ کی دھن ڈی میجر، خاص طور پر تمہیدی تکڑے، اور کم بخت وہ دشوار حصہ، جو کبھی کبھی اسے، مذبذب، غیر مقینیت، وہ بدر تین کیفیت جو کسی موسیقار کی زندگی میں پیش آ سکتی ہے، کاشناہ بنا کر، رکنے پر مجبور کر دیتا، میں الجھا ہوا تھا۔ جب وہ کھانا کھا پکے، وہ قریب قریب لیٹ گئے، سیلو نواز اونگھنے لگا، اور ایک منٹ بعد کتا سوچا تھا۔ جب وہ اٹھے اور گھر گئے، موت ان کے ہم را گئی۔ جب کتابخ کی طرف اپنی آنکھیں خالی کرنے دوزا، سیلو نواز نے شینڈ پر باخ کی دھن لگائی، مشکل تکڑا، حقیقت میں مدھم شیطانی دھن، تلاش کی، اور ایک مرتبہ پھر اس کلھور لمحے کی پچکچا ہٹ کا تجربے سے گزار موت کو اس پر نا سف ہوا، بے چارہ، اور اس کا بدر تین پہلو یہ ہے کہ اس کے پاس اسے درست کرنے، جو کبھی کسی نے کیا، کا وقت نہیں۔ سقینا، نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ بھی جو قریب پہنچ جاتے ہیں، بھی بیشہ منزل سے دور ہوتے ہیں۔ تب، پہلی مرتبہ، موت نے نوٹ کیا کہ پورے اپارٹمنٹ میں کسی جگہ کسی عورت کی ایک بھی تصویر نہیں تھی، سوائے ایک بزرگ خاتون کی تصویر، ایک آدمی کے ساتھ جو لازماً اس کا باپ تھا، جو صاف صاف سیلو نواز کی ماں تھی۔

☆☆☆☆

(14)

مجھے ایک اہم معاملے میں تم سے مدد کی درخواست کرنی ہے، موت نے کہا۔ حسپ معمول آنکڑے نے کوئی جواب نہ دیا، اس بات کی علامت کہ اس نے سن لیا ہے پہلی محسوس ہونے والی تحریر ہے، جسمانی اضطراب کی عمومی علامت، تھی، کیوں کہ، مدد کی درخواست اور اہم معاملے میں مدد کے الفاظ اس سے قبل کبھی موت کے منہ سے ادا نہیں ہوئے تھے۔ میں ایک بفتے کے لیے باہر جا رہی ہوں، موت کہ رہی تھی، اس دوران میں چاہتی ہوں کہ اس دوران خطوط کی روائی کا فریضہ میری جگہ تم ادا کرو، ظاہر ہے میں تمھیں لکھنے کا نہیں کہ رہی، تم صرف انھیں بھیجو گے، تمھیں صرف اتنا کہنا ہو گا کہ اپنے دل میں حکم، ایک احساس، دوا و راتی دھار میں تحریر ہے، ایک جذب، کوئی ایسی بات جو ظاہر کرے کہ تم زندہ ہو، پیدا کرو، یہ اس امر کو پیشی بنا نے کے لیے کافی ہو گا کہ خطوط اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے ہیں۔ آنکڑا خاموش رہا لیکن اس خاموشی میں سوال پوچیدہ تھا۔ بات صرف یہ ہے کہ میں ڈاک نہ لانے کے لیے بار بار، جانہیں سکتی، موت نے کہا، مجھے اس سیلو نواز کا مسئلہ حل کرنے، یہ کم بخت خدا سے دینے کا کوئی طریقہ ڈھونڈنے، پر پوری توجہ دینی ہو گی۔ آنکڑا خاموشی سے سن رہا تھا۔ موت نے اپنی بات جاری رکھی، میں نے جو منصوبہ بنایا ہے، یہ ہے، میں، معاملے کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر، بفتے بھر، جب میں باہر ہوں گی، کے تمام خطوط لکھوں گی، اور جیسا کہ میں نے کہا ہے، تمھیں صرف انھیں بھیجنा ہو گا، تمھیں اس جگہ سے، دیوار سے نیک لگائے ہوئے، بلنا بھی نہیں پڑے گا، اور تم جانتے ہو، میں اس معاملے میں شرافت سے کام لیتے ہوئے، تم سے پہلی بھیت ایک دوست مدد کی درخواست کر رہی ہوں، جب کہ میں اخلاق کو ایک طرف رکھتے ہوئے صاف صاف حکم بھی دے سکتی ہوں، کیوں کہ اس حقیقت کا کہ چند برسوں سے میں نے تم سے زیادہ کام نہیں لیا، یہ مطلب نہیں کہ تم میرے ماتحت نہیں رہے۔ آنکڑے کی خاموشی نے اس امر کی تصدیق کی کہ یہ حق تھا۔ تو، ہمارا اس پر اتفاق ہے، موت نے گفتگو سیمیٹی، میں دن کا باقی وقت خط لکھنے میں گزاروں گی، یہ ہوں گے، میرے حساب سے تقریباً دو ہزار پچاس، ذرا سوچو، اس

کا مطلب ہے مجھے اپنے انگلیوں کی ہڈیوں تک زور لگانا پڑے گا، میں انھیں تمہارے لیے ڈیک پر،
 الگ الگ ڈھیر یوں میں، بائیس سے دائیس، یہاں سے یہاں تک، سمجھے، رکھ جاؤں گی، بھول نہ جانا،
 اگر لوگوں کو متینہ کرنے والے خطوط غلط وقت پر، پہلے یا بعد میں، ملنے لگے تو میں ایک اور مصیبت میں
 پھنس جاؤں گی۔ کہتے ہیں، خاموشی، رضامندی کا اظہار ہوتا ہے۔ آنکھرا خاموش رہا، اس طرح اس نے
 اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اپنے لبادے میں پٹی، قصاب پیچھا لٹکائے، تا دیکھنے میں رکاوٹ نہ ڈالے،
 کام کرنے بیٹھ گئی۔ وہ لکھتی چلی گئی، گھننوں گزر گئے، اور وہاب بھی لکھ رہی تھی، خط ہی خط تھے، لفافے ہی
 لفافے تھے، اور اس کے بعد اسے خطاۓ کرنے اور لفافوں میں بند کرنے تھے، کوئی سوال کر سکتا ہے کہ وہ
 یہ سب، جب کہ اس کی نہ تو زبان ہے اور نہ ہی لعاب وہن کا کوئی اور مأخذ، کیوں کر کرے گی، میرے
 دوستو، یہ پرانے وقتوں کی بات ہے جب ہنا یا اور جوڑا جاتا تھا، جب ہم ترقی کے ابتدائی دور میں تھے،
 جب جدید دور کی صح طلوع ہو رہی تھی، آج کل لفافے، صرف کاغذ کی پتی کھر چیزیں، خود پر خود سیل ہو
 جاتے ہیں، آپ کہ سکتے ہیں کہ زبان کا، جن کاموں میں یہ استعمال ہوتی تھی، یہ استعمال ماضی کی بات
 ہے۔ موت نے واقعی انگلیوں کی ہڈیوں تک زور لگایا، کیوں کہ، وہ تو سرتا پاہدیاں ہی ہڈیاں ہے۔ یہ
 کہا وقوں کی، جو زبان کا جزو وہن چکی ہیں، خصوصیت ہے جن کا ہم اپنے اصل معنوں سے ہٹ جانے کے
 بعد بھی استعمال چاری رکھتے ہیں، پر طور مثال، فراموش کرتے ہوئے کہ موت، ایک ڈھانچے، ہڈیوں،
 آپ کو صرف ایکس رے دیکھنا ہو گا، کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ برخاشگی کے معمول کے اشارے نے اس
 روز دوسرا یا اس کے لگ بھگ لفافے مادرائے مقام روائے کیے، جس کا مطلب ہے، آنکھڑا لگنے والے دن
 سے با ضابطہ رواگی کی ذمہ داریاں، جو اسے تفویض کی گئی ہیں، سنبھالے گا۔ کوئی لفاظ، یہاں تک کہ خدا
 حافظ یا پھر ملیں گے، کہہ بنا، موت اپنی سے اٹھی، کمرے کے واحد دروازے تک گئی، وہ چھوٹا نگہ
 دروازہ جس کا ہم نے اکثر ذکر کیا، اگرچہ میں اس کا کچھ بھی اندازہ نہیں کر سکتا ہے، اس میں
 سے گزری، اور اپنے پیچھے اسے بند کر دیا۔ اس کی سمنی نے آنکھڑے کو دھارے دستے تک لرزادیا۔
 آنکھڑے کی یادداشت میں یہ دروازہ کبھی استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

کئی گھنٹے گزر گئے، وہ گھنٹے جو سورج کو، اس سرد تاریک کرے میں نہیں، جہاں زرد بلب جو
 شاید ان کے لیے جو تاریکی سیدرتے ہیں، لگائے گئے تھے، ہر وقت جلتے رہتے تھے، نمودار ہونے کے
 لیے درکار تھے۔ ابھی کافی وقت تھا کہ آنکھڑا وہ حکم دیتا جس نے خطوط کی دوسری ڈھیری کو کمرے سے

غائب کرنا تھا، چنانچہ وہ تھوڑی دیر اور سو سکتا تھا۔ بے خوابی کے غریب مریض، جب تمام رات آنکھ بھی نہیں جھپٹ سکتے، سمجھتے ہیں، وہ نیند کو، تھوڑی اور، بس تھوڑی سی اور، سر کر بے قوف ہا سکتے ہیں، جب کافیں اب تک آرام کا ایک منٹ نہیں ملا۔ تھائی کے ان تمام گھنٹوں کے دوران میں اس اہم سوال کا جواب تلاش کرنا رہا کہ موت بند دروازے سے باہر کیسے نکلی، وہ دروازہ جسے ازل سے، یقینی طور پر اس وقت سے، جب سے آنکھ را بیہاں ہے، روکیا گیا تھا۔ آخر میں، اس نے جواب تلاش کرنے کی کوشش ترک کر دی، جلدیا پر دیر، اسے علم ہو جائے گا کہ دروازے کے پیچھے کیا ہو رہا ہے، کیوں کہ، یہ تقریباً ممکن ہے کہ موت اور آنکھے کے درمیان کوئی بات تبھی رہے، بالکل اسی طرح، جس طرح درافتی اور اسے چلانے والے کے درمیان کوئی بات تبھی نہیں ہوتی۔ آنکھے کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ صرف آدھا گھنٹاً اگر را ہو گا کہ دروازہ کھلا اور ایک عورت اندر داخل ہوئی۔ آنکھے نے سنا تھا، یہ بات ممکن ہے کہ موت خود کو انسانی وجود، ترجیحًا زنا نہ میں، اس کی عمومی جنس ہونے کے ناطے، داخل سکتی ہے، لیکن اسے ہمیشہ صرف ایک کہانی، ایک اسطورہ، ایک روایت گروانا گیا، جیسے پڑھو مثل، فلکس کا اپنی ہی راکھے جی اٹھنا، سبت کے دن کام کرنے کی پاداش میں چاند میں اپنی پشت پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والا آدمی، منچا توں کا گھوڑے سمیت خود کو دلدل میں دھننے سے بچانے کے لیے اپنے بال کھینچنا، ٹرانسلووائی کا ڈریکولا، جو بھلے کتنی مرتب قتل ہو، مرنیں سکتا، الہ اس کے کوئی بکی اس کے دل سے آرپا رہو، اور کچھ لوگوں کو تو اس میں بھی شک ہے کہ وہ پھر بھی مرے گا، قدیم آرلینڈ کے معروف پتھر کا، اصلی بادشاہ کے چھونے پر روانا، اپیارس کے چشمے کا روشن شمعوں کو بجھانا اور بجھی شمعوں کو روشن کرنا، عورتیں جھنٹوں نے بہتر فصل کے لیے کھیتوں میں خون جیس چھڑکا، کتنے جتنی چیزوں، چیزوں جتنے کتے، تیرے دن جی اٹھنا، کیوں کہ دوسرے دن جی نہ سکا، وغیرہ وغیرہ۔ تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو، آنکھے نے کہا، اور یہ سچ تھا، موت واقعی بہت خوب صورت جوان، ماہر بشریات کے حساب سے تقریباً چھتیں یا سیستیں برس کی دکھائی دے رہی تھی، تم بولے، موت جیرت سے بولی، میرے زدیک اس کا ایک اہم سبب ہے، روزمرہ زندگی میں تو یہ ہوتا نہیں کہ ہم موت کو اس مخلوق کے روپ میں دیکھیں جس کی وہ دلثیں ہے، تو یہ اس سبب سے نہیں تھا کہ میں تمھیں خوب صورت گئی، ارے، یہ بھی، یہ بھی تھا، لیکن اگر تم موسیو مارسل پراؤست کے سامنے ظاہر ہونے والی سیاہ پوش فرش عورت کا بھیس بھی بدلتیں تو بھی میں بھی کہتا، اچھا، میں نہ تو موٹی ہوں اور نہ ہی سیاہ پوش، اور تمھیں کیا پتا کہ مارسل پراؤست کون تھا، ظاہر ہے، ہم آنکھوں

کو، وہ گردنیں اٹا رنے والے ہوں یا گھاس کا شنے والے، کبھی پڑھنا سکھایا نہیں جاتا، لیکن ہمارے
یادداشت، میری لہو کی اور ان کی رس کی، بہت اچھی ہے، اور میں نے بارہا پراؤست کا ذکر سنائے، وہ
ایک زبردست لکھاری، تاریخ کے عظیم مصنفوں میں سے ایک تھا، اس کی فائل پرانے آثار میں کہیں
 موجود ہو گئی، ہاں، لیکن میرے آثار میں نہیں، میں وہ موت نہیں جس نے اسے ختم کیا تو اس موسیو مارسل
 پراؤست کا تعلق یہاں سے نہیں تھا، نہیں، وہ ایک اور ملک کا تھا، جسے فرانس کہا جاتا ہے، موت نے
 جواب دیا، اس کے لفظوں میں افرادگی گھلی ہوئی تھی، دل چھوٹا نہ کرو، تم خود کو اس حقیقت کی ہی پر اپنی دے
 سکتی ہو کہ یہ تم نہیں تھیں جس نے پراؤست کو اس صن سے، جو آج تم سے جھلک رہا ہے، قتل کیا، آنکھے
 نے حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا، جیسا کہ تم جانتے ہو، میں نے تھیں ہمیشہ دوست سمجھا ہے، لیکن میری
 افرادگی کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ میں نے پراؤست کو قتل نہیں کیا، پھر کیا ہے، صحیح ہے، میں اگر نہیں
 سکتی کہ میں اگر سکتی ہوں آنکھے نے تعجب سے موت کو دیکھا اور مناسب سمجھا کہ موضوع بدلتے ہے، یہ
 کپڑے، جو تم پہننے ہوئے ہو، کہاں سے لیے، اس نے پوچھا، اس دروازے کے پیچھے انتخاب کرنے کے
 لیے یہ، کسی گودام کے مانند ہے، کسی بڑے تھیز کے وسیع وارڈ روپ کے مانند ہے، جہاں لاریب سیکڑوں
 وارڈ روپ ہیں، سیکڑوں پتے ہیں، ہزاروں بیکٹری ہیں، بہت سے مقامات ہیں، مجھے وہاں لے چلو،
 آنکھے نے منت کی، بات کیا ہے، تھیں فیشن یا ڈری، اُن کی کوئی شدید نہیں، اچھا، تم پر ایک نظر ڈال کر
 مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے، کپڑے جو تم پہننے ہوئے ہو، اکٹھے نہیں پہننے جانتے، چوں
 کہ تم کبھی اس کمرے سے نہیں نکلا اس لیے تھیں اندازہ نہیں کہ ان دونوں لوگوں کا پہننا واکیا ہے، مجھے یاد
 ہے کہ جس زمانے میں، میں فعال زندگی گزارتا تھا اس زمانے میں اسی طرح کا بلا وز پہننا جاتا تھا، فیشن
 دارے میں اولتے بدلتے ہیں، وہ متروک اور مروج ہوتے ہیں، وہ مروج اور متروک ہوتے ہیں، اگر
 میں تھیں بتاتی کہ میں باہر گیوں میں کیا دیکھتی ہوں، مجھے بتانے کی ضرورت نہیں، مجھے تم پر اختیار ہے، تم
 نہیں سمجھتے کہ یہ بلا وز، بلا وز اور جقوں کے رنگ پر چھتا ہے، ہاں، آنکھے نے اتفاق کیا، اور اس نوپی
 کے ساتھ جو میں نے اوڑھی ہے، ہاں، اس پر بھی، اور اس فر کے کوٹ کے ساتھ، ہاں، اور اس شولڈر بیگ
 کے ساتھ، ہاں، تم صحیح ہو، اور کافیوں کی ان کے ساتھ، صحیح ہے، میں بار ماٹتا ہوں، چلو، مان لو کر میں
 غالب ہوں، اس کا انعام را پہنچا ہے کہ وہ آدمی کس قسم کا ہے جسے تم بہکانا چاہتی ہو، لیکن تم سمجھتے ہو کہ میں
 خوب صورت دیکھتی ہوں، یہ میں نے آغاز میں کہا تھا، اس صورت میں، خدا حافظ، میں اتوار نک، یا زیادہ

سے زیادہ پھر تک واپس آ جاؤں گی، روزانہ کرانہ بھولنا، یہ کسی اپنے فرد کے لیے، جو ان پا سارا وقت دیوار سے بیک لگائے بیٹھا رہتا ہو، مشکل کام نہیں ہے، تم نے خطا لے لیا، آنکھے نے، طفر پر نہ بھڑ کنے کا فیصلہ کرتے ہوئے، سوال کیا، ہاں یہ اس میں ہے، موت نے، بیک کو اپنی پتلی، نشیں، بھی سنوری انگلیوں سے، جنہیں ہر شخص خوشی سے بوسے دینے پر آمادہ ہو گا، تھی تھاتے ہوئے کہا۔

موت دن کی روشنی میں، شہر کے نواح میں، ایک نگہنگی میں، جس کی دونوں جانب دیواریں تھیں، نمودار ہوئی۔ وہاں ایسا کوئی دروازہ یا گیٹ نہیں جس سے نکل کر وہ آئی ہو، نہی کوئی ایمانشان ہے جس سے ہم اس راستے کا اندازہ لگا سکیں، جس سے گزرتے ہوئے وہ اپنے زبر زمین خندے کرے سے یہاں تک پہنچی تھی۔ سورج نے اس کے حلقہ ہائے چشم کو تکلیف نہ پہنچائی، یہی سبب ہے کہ آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران میں ملنے والی کھوپڑیاں اپنی پلکیں جھپکانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں، جب روشنی ان کے چہرے سے نکلتی ہے، اور پر جوش ملیر بشریات اعلان کرتا ہے کہ ملدوالے ڈھانچے کی ہر علامت اس کا ججری دور سے تعلق ظاہر کرتی ہے، اگرچہ بعد میں کی گئی جانش سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ اس کا تعلق عمومی نسل انسانی سے ہے۔ تاہم، موت نے، جو اس وقت ایک عورت بنی ہوئی تھی، اپنے بیک سے ایک گھرے رنگ کا چشمہ نکال کر لگایا، تاکہ اپنی موجودہ انسانی آنکھوں کے آشوب چشم میں بتلا ہونے کی اذیت سے نج سکے، جس میں کسی اپنے فرد کے بتلا ہونے کا زیادہ امکان ہے جو ابھی گرمیوں کی صبح کی تیز دھوپ کا عادی نہیں۔ موت چلتی ہوئی ادھر گئی، جدھر دیواروں کا اختتام ہوتا ہے اور عمارتیں شروع ہوتی ہیں۔ اس مقام سے آگے، اس نے خود کو جانے پہنچانے والاتے میں پایا، ان گروں میں، اور ان سے آگے شہر کی حدود میں جتنے گر تھے، ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جہاں وہ کم از کم ایک مرتبہ نہ آئی ہو، اور دو ہفتے بعد اسے وہاں اس زیر قبیر عمارت میں، اس منتشر سوچوں والے معمار کی خاطر، جسے مچان سے گرنے کے لیے یہ دیکھنا بھول جانا تھا کہ وہ کہاں پاؤں رکھ رہا ہے، جانا تھا۔ ان حادثات پر ہم اکثر کہتے ہیں، یہی زندگی ہے، جب کہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوتا، یہی موت ہے۔ ہم یہاں گھرے رنگ کے چشمے والی اس عورت کو نہیں دیں گے جو اس وقت جیکسی میں سوار ہو رہی تھی، شاید ہم اسے زندگی کا ایک روپ سمجھتے اور آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے دوڑ پڑتے، ہم دوسری جیکسی، اگر وہاں کوئی ہوتی، کے ڈرائیور سے کہتے، اس جیکسی کے پیچھے، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، کیوں کہ اسے لے جانے والی جیکسی پہلے ہی انکڑ سے مزچکی ہوتی اور وہاں کوئی ایسی جیکسی نہ ہوتی جس کے بارے میں ہم، اس جیکسی کے پیچھے،

سکتے۔ تجھی ہم لاعلقوی سے کندھے اچکاتے ہوئے، یہی زندگی ہے، کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اسے اسی طرح ہونے دیں، اور کسی مرہم کا کام کرنے دیں، کہ مچان پر سے ہمارے گرنے کا ابھی وقت نہیں آیا، کیوں کہ، وہ خط جو موت اپنے بیگ میں لے کر جا رہی ہے اس پر کسی دوسرے مکتوب الیہ کا کام اور پتا لکھا ہے۔ وہ، جس کی آپ تو قع کر رہے ہوں گے، اس کے بعد، موت نے بھی ذرا بیور کو سیلو نواز کا پتا نہیں بتایا بلکہ اس تھیز کا پتا بتایا جہاں وہ کام کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی دوگز شستہ کامیوں کے بعد اس نے احتیاط سے اپنا کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا، لیکن یہ محض اتفاق نہیں تھا کہ اس نے عورت کا روپ دھارنے کا فیصلہ کیا، یقیناً، ممکن ہے کہ قواعد و خوااب کا کوئی ذہن، جیسا کہ ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں، سوچ کر، چوں کہ موت اور عورت دونوں موہن ہیں، اس لیے یہ اس کی فطری جنس ہے۔ یہ ورنی دنیا کے تجربات، بالخصوص احساسات، میلانات اور تغیبات سے واسطہ نہ رکھنے کے باوجودو، آنکڑے نے سر کھجاتے ہوئے، گفتگو کے دوران میں ایک مرحلے پر، موت سے کہا تھا، وہ آدمی کس قسم کا ہے جسے وہ بہکانا چاہتی ہے۔ وہ لفظ، بہکانا، کلیدی تھا۔ موت سیدھی سیلو نواز کے گھر جا سکتی تھی، گھنٹی بجائی، جب وہ دروازہ کھولتا، وہ اس کی جانب، گھرے رنگ کا چشمہ اتارتے ہوئے، اپنی دل فریب مسکراہٹ اچھاتی، اور اپنا تعارف کرتی، پہ طور مثال، ایک گھسی پی، لیکن بالعموم کامیاب ہونے والی، چال چلتے ہوئے، انسانیکو پیدا یا بیخنے والی کے، تب وہ یا تو اسے اندر بلائے گا، چائے پیتے ہوئے تسلی سے اس موضوع پر بات کرتے ہیں، ورنہ فی الفور کہے گا کہ اسے کوئی دل چھپی نہیں، اسی دوران میں اپنے انکار پر مہذبانہ مذہرات کرتے ہوئے، وہ دروازہ بند کرتے ہوئے کھیانی مسکراہٹ سے کہے گا، میں نہیں لینے کا، بھلے موسیقی کا انسانیکو پیدا یا ہو۔ کوئی بھی صورت ہوتی، اسے خط تھماں بہت آسان، ہم یہ بھی کہ سکتے ہیں، انجمنی آسان ہوتا، اور یہ وہ بات ہے جو موت پسند نہیں کرتی۔ آدمی اسے نہیں جانتا لیکن وہ اسے جانتی تھی، اس نے اس کے ساتھ ایک ہی کمرے میں پوری رات گزاری تھی، اس نے اسے موسیقی بجاتے تھا، بھلے آپ اسے تعلیم کریں یا نہ کریں، یہ باتیں تعلق پیدا کرتی ہیں، اس پیدا کرتی ہیں، رشته کی شروعات کرتی ہیں، اور انکھوں سے اسے مطلع کرنا، اپنا سیلو فروخت کرلو، اپنے کئے کا کوئی اور مالک تلاش کرلو تمہارے پاس ایک ہفتہ ہے تم مرنے جا رہے ہو، اس خوب صورت عورت، جو وہ بن چکی ہے، کاظمالانہ فعل ہوتا نہیں، اس کا منصوبہ کچھا ور تھا۔

تھیز کے داخلی دروازے پر آؤ ز اس پوسٹ نے معز ز عوام کو مطلع کیا کہ رواں ہفتے نیشنل سٹھنی

آرکٹر کے دو نسروں، پہلا جعرات کو، جو پرسوں ہے، اور دوسرا سپر کو، ہوں گے۔ یہ بالکل فطری ہے کہ کسی قاری کا تجسس، جو اس کہانی کو انہائی عقلیت، معتقدیت اور باریک بینی سے پڑھ رہا ہے، نظر آنے والے تشاویں، ادھورے پن، خلا اور منطقی اغلاط کی موجودگی پر، یہ جانا چاہے گا کہ کیوں کرموت ان کنسرٹس کی نکلوں کی قیمت ادا کرے گی، جب کہ اسے اپنے زیرزمین خیہ کرے سے ہر آمد ہوئے صرف دو گھنٹے ہوئے ہیں، جہاں ہمیں یقین ہے کہ کوئی اے۔ می۔ ایم یا ایسا بند نہیں ہے، جس کے دروازے کھلے ہوں۔ اور اب جب کہ بات چل نکلی ہے تو وہی تجسس یہ بھی جانا چاہے گا، کیا اب جیسی ڈرائیور ان عورتوں، جنہوں نے گھرے رنگ کا چشمہ لگایا ہو، دل فریب مسکراہٹ ہوا اور پرکشش جسم ہو، سے کرایہ وصول نہیں کرتے۔ پیشتر اس کے کہ یہ مخفی سوچیں جڑ پکڑنے لگیں، ہم فوراً کہیں گے کہ موت نے میڑ کے مطابق کرایہ ہی اوانہیں کیا بلکہ ڈرائیور کو چپ بھی دی۔ اگر، رقم کہاں سے آئی، کا سوال اب بھی قاری کے ذہن میں انکا ہوا ہے، اتنا کہنا کافی ہو گا، یہ وہیں سے آئی جہاں سے گھرے رنگ کا چشمہ آیا، شولڈر بیگ سے، کیوں کہ، جہاں تک ہم جانتے ہیں، اصولی طور پر، جہاں سے ایک شے نکالی جا چکی ہو وہاں سے دوسری شے بھی نکالی جاسکتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ کرنی، جس میں اس نے جیسی کا کرایہ ادا کیا، جس میں اس نے کنسرٹ کے دو نکت خرپنے تھے، جس میں اس نے ہوٹل میں الگ چند قیام کرنے کی ادا یگی کرنی تھی، اب متزوک ہو چکی ہو۔ ایسا پہلے بھی ہوا ہے کہ ہم سونے گئے تو ایک کرنی تھی اور جا گئے تو دوسری کا چلن تھا۔ چنان چہ، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کرنی معیاری اور مرتبہ قوانین پر پوری اترتی ہو، جب کہ جانتے ہوئے، جیسا کہ ہمیں موت کی پراسرار صلاحیتوں کا علم ہے، جیسی ڈرائیور نے یہ نہ جانتے ہوئے کہ اسے چکر دیا جا رہا ہے، گھرے رنگ کے چشمے والی عورت سے، باڈشاہ سلامت کی جانی پہچانی شبیہ کے بجائے کسی صدر مملکت کی تصویر والے، وہ نوٹ وصول کر لیے جن کا تعلق اس دنیا سے، یا کم از کم اس زمانے سے، نہیں تھا۔ تھیز کا بلکہ اپنے کھلا ہی تھا کہ موت وہاں پہنچی، مسکرائی، صحیح بیگر کہا اور بہترین باکس میں دوشتیں، ایک جعرات کی، دوسری سپر کی، ریز روکنے کا کہا، اس نے اٹینڈنٹ سے کہا کہ اسے دونوں کنسرٹس میں ایک ہی نشست، خصوصی طور پر، باکس کی دائیں جانب اور سطح سے قریب ترین والی، چاہیے۔ موت نے اپنا ہاتھ جلدی سے بیگ میں ڈالا، اپنا پرس نکالا اور کرنی، جو اس کی دانست میں بھی تھی، اٹینڈنٹ کے حوالے کی۔ اس نے بقا یا رقم اسے واپس کی۔ یہ بیجی، وہ بولی، میرا خیال ہے آپ کنسرٹ انہوں نے کرتی ہیں، آپ پہلی مرتبہ آئی ہیں، شاید، کم از کم میں نے آپ کو پہلے نہیں دیکھا، اور

لوگوں کے بارے میں میری یاد را شد بہت اچھی ہے، اصل میں، میں لوگوں کے چہرے نہیں بھوتی، اگرچہ یہ درست ہے کہ جسمے، بالخصوص تاریک چشمے، جس طرح کا آپ لگائے ہوئے ہیں، انسان کا علیہ بدلتے ہیں۔ موت نے اپنا چشمہ تارا، اب آپ کا کیا خیال ہے، اس نے سوال کیا، نہیں، مجھے یقین ہے کہ میں نے آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا، شاید اس لیے کہ یہاں کھڑی عورت، جو اس وقت میں ہوں، نے کبھی کسی کنسرٹ کا لکٹ نہیں خریدا، کیوں، چند ہی دن قبل، مجھے پہلی مرتبہ ایک رہر سل دیکھنے کا موقع ملا جب کہ کسی نے مجھے دیکھا تک نہیں، سوری، میں کبھی نہیں، مجھے بتا کیں، وہ دن، تاکہ میں آپ کو اس دن کے بارے میں بتاؤں، کب، اوہ، ایک دن، وہ دن جو ہمیشہ آتا ہے، اب آپ مجھے ڈراری ہیں۔

موت اپنے دل فریب انداز میں مسکراتی اور کہا، حق تباہیں، کیا میں ڈراونی دھکتی ہوں، نہیں، میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے، تب، وہ کریں جو میں کرتی ہوں، مسکرا کیں اور اچھا اچھا سوچیں، کنسرٹ یعنی انہی مہینے اور چلے گا، یہ ایک اچھی خبر ہے، تب، امید ہے اگلے بیفٹے ہماری ملاقات ہو گی، بات یہ ہے، میں ہر وقت، تھیز کے فرنچیز کے مانند، سینیں موجود ہوتی ہوں، فکر نہ کیجیے، اگر آپ نہ بھی ہو کیں تو میں آپ کو تلاش کراؤں گی، تھیک ہے، میں آپ کا انتظار کروں گی، میں پہنچ جاؤں گی۔ موت نے توقف کیا، پھر بولی، ہر سہیلِ تذکرہ، کیا آپ نے یا آپ کے گھر کے کسی فرد نے بخشی رنگ کا خط وصول کیا ہے، موت کا خط، ہاں، نہیں، شکر ہے، البتہ میرے ہم سائے کا ہفتہ کل ختم ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اس کی حالت انہماں خراب ہے، ہم کیا کر سکتے ہیں، سبھی زندگی ہے، ہاں، حق کہا، عورت نے آہ بھری، سبھی زندگی ہے۔ خوش قسمتی سے، اس وقت، کچھ اور لوگ لکٹ خریدنے آگئے، ورنہ، نہ جانے گفتگو کیا رخ اختیار کرتی۔

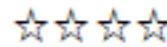
اب کوئی ایسا ہوں تلاش کرنے کا مرحلہ تھا جو مو سیقار کے گھر سے زیادہ فاصلے پر نہ ہو، موت پہلی ستر بیک گئی، ایک ٹریول اچھی میں گئی، دریافت کیا، کیا وہ شہر کا نقش دیکھ سکتی ہے، جس پر پہلے اس نے تھیز دیکھا، جہاں سے اس کی انگلی نے سیلونواز کی رہائش گاہ تک کا سفر کیا۔ یہ راستے سے تھوڑا بہت کر تھا، لیکن قریب ہی ہوں موجود تھے۔ اسٹاف نے ان میں سے ایک پر آسائش نہیں، البتہ، آرام دہ ہوں، تجویز کیا۔ اس نے پیش کش کی، وہ ٹیلی فون پر ریز رویشن کر دیتا ہے، جب موت نے اس نے پوچھا کہ وہ اس خدمت کے بعد اس پر کتنی قسم و اجنب لادا ہے، اس نے مسکراتے ہوئے، جواب دیا، اسے میرے کھاتے میں ڈال دیں۔ اس سے بڑھ کر عامیانہ کیا ہو سکتا ہے، لوگ سوچے ہیں کچھ بھی اسے دیتے ہیں، لوگ اسے سیدھے الفاظ ادا کرتے ہیں، جب کہ، انھیں احساس تک نہیں ہوتا کہ آگا پچھا دیکھے

لیں، مردانہ احساسِ قافر کے ساتھ، اسے میرے کھاتے میں ڈال دیں، بلاشبہ، مستقبل قریب کی کسی پر لطف ملاقات کا، تصور کرتے ہوئے، اس نے کہا۔ اس نے موت کی سردگاہوں کے ساتھ، جواب، سوچ سمجھ کے، جانتے ہو، کس سے بات کر رہے ہو، کاظمہ مولیٰ یا، لیکن وہ صرف مجہم انداز میں مسکراتی، اس کا شکر یادا کیا اور کوئی فون نہیں یا وزینگ کارڈ دیے بنا رخصت ہو گئی۔ ہوا میں سکھی ہوئی مہک، گلبہ اور گھلی واڈی کی ملی جلی، باقی تھی، جی ہاں، یہ خوش یو کچھ ایسی ہے، کچھ گلبہ اور کچھ گھلی واڈی جیسی، اختیاط سے شہر کا نقشہ کرتے ہوئے اسٹرنٹ بڑھایا۔ باہر گلی میں، موت ایک ٹیکسی روکتے ہوئے ڈرائیور کو ہوٹل کا پتا بتا رہی تھی۔ وہ ہرگز خود کو مطمئن محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس نے بینگ آفس کی ہمراہان خاتون کو ڈرایا تھا، اس نے اسے پریشان کر کے لطف اٹھایا، جب کہ یہ فعل ناقابلِ معافی ہے۔ لوگ موت کے ایک مسکراہٹ کے ساتھ اٹھیں، یہلو، یہ میں ہوں، میرا تازہ ترین روپ، جانا پہچانا روپ جو آپ پسند کریں گے، اور جیسے یہ کافی نہیں تھا، وہ تو، لاطینی زبان کے معروف منہج سمجھے پے قول، بندے، تو مٹی کے لیے ہے، تو مٹی میں مل جا (revertris spulver em etes pulvis quia homo)، کے مترادف، ایک انجمنی مہذب، تعاون کرنے والے انسان کو، دیدہ دلیرانہ گستاخانہ رویے کے ساتھ، جو نام نہاد اعلیٰ طبقات میں، ان کے بارے میں جوان سے کم تھوں، پایا جاتا ہے، یہ پوچھتے ہوئے، جانتے ہو، کس سے بات کر رہے ہو، بینگوں پر رکھنے والی تھی۔ نہیں، موت اپنے رویے سے خوش نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنے پھبر والے حلیے میں ہرگز یہ رویہ نہ اپناتی۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے انسانی روپ دھارا ہے، اس نے سوچا، شاید یہ رویے متعددی ہوتے ہیں۔ اس نے شیشے سے باہر جھانکا اور اس گلی کو، جو سیلونواز والی گلی تھی، جس کے ایک گراڈ فلور اپارٹمنٹ میں وہ رہتا تھا، پہچان لیا۔ موت نے اپنی کھوپڑی میں تنا، اچاک ہونے والا اعصابی کچھا سامنہ کیا، اس سننا ہٹ کے مانند جو شکاری شکار کو تلاش کرتے ہوئے اس وقت محسوس کرتا ہے، جب وہ شکار کو اپنے سامنے پاتا ہے، یہ ایک نوع کا خوف بھی ہو سکتا ہے، شاید وہ خود سے ڈر محسوس کرنے گئی تھی۔ ٹیکسی رکی، یہ رہا، ہوٹل، ڈرائیور بولا۔ موت نے تھیز والی عورت سے ملنے والی ریز گاری ڈرائیور کو دیتے ہوئے، یہ جانے بغیر کہ بقا یا میر کی رقم سے زیادہ ہے، کہا، بقا یا تمہارے لیے ہے۔ اس کے پاس ایک عذر تھا، یہ پہلا موقع ہے، جب اس نے اس نوع کی پلک سروں استعمال کی۔

جب وہ استقبالیہ کا ڈنر پر پہنچی، اسے یاد آیا کہ ٹریننگ ایجنسی والے صاحب نے اس کا نام

نہیں پوچھا تھا، اس نے ہوٹل والوں کو صرف اتنا بتایا تھا، میں آپ کے پاس ایک گاہک بیج رہا ہوں، ہاں، ایک گاہک، ابھی، اور اب وہ وہاں تھی، وہ گاہک جو یہ تو نہیں کہ سختی تھی کہ اس کا نام موت، عمومی موت، ہے، اور نہ ہی یہ گہرے سختی تھی کہ وہ نہیں جانتی کہ اپنا نام کیا بتائے، ارے، اس کا بیگ، بیگ جو اس کے کندھے سے لٹکا ہوا تھا، وہ بیگ جس میں سے گہرے رنگ کا چشمہ اور کرنی نکالی گئی تھی، اسی بیگ سے کوئی نہ کوئی شاخی دستاویر بھی نکل آئے گی، شام بیگر، کیا میں آپ کی مدد کر سکتی ہوں، ریپشنٹ نے کہا، تقریباً پندرہ منٹ قبل ایک ڈریونگ ایجنٹ سے فون کیا گیا تھا کہ میرے لیے ریزرویشن کی جائے، جی، مادام، میں نے ہی وہ فون ہمول کیا تھا، صحیح ہے، میں آگئی ہوں، پلیز، کیا آپ یہ فارم پر کرنے کی رسمت کریں گی۔ موت جانتی تھی کہ اب اس کا نام کیا ہے، یہ اس شاخی کا رد پر لکھا تھا، جو اس وقت کا دفتر پر رکھا ہوا تھا، گہرے رنگ کے چشمے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ احتیاط سے تمام کوائف، نام، جائے پیدائش، قومیت، ازدواجی حیثیت، پیشہ، ریپشنٹ کے علم میں آئے بغیر، نقل کر سکتی تھی، یہ بھی، وہ بولی، آپ ہوٹل میں کب تک قیام کریں گی، اگلے چھتیک، کیا میں آپ کے کریڈٹ کارڈ کی کاپی کر سکتی ہوں، اوہ، میں اپنے ساتھ نہیں لائیں، لیکن، اگر آپ پسند کریں، میں اسی وقت، پیشگی، ادا یگی کر دیتی ہوں، نہیں، نہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں، ریپشنٹ نے کہا۔ اس نے فارم پر درج کوائف کی تصدیق کے لیے شاخی کا رد لیا، اس نے جیرت سے نظریں اٹھائیں، کارڈ پر تو کافی بڑی عمر کی عورت کی تصویر ہے۔ موت نے گہرے رنگ کا چشمہ اتارا اور مسکرائی، بوکھلائی ہوئی ریپشنٹ نے ایک مرتبہ پھر کارڈ کو دیکھا، اس کے سامنے مو جود خاتون اور تصویر ایک دوسری سے بالکل مشابہ تھیں، جیسے مز کے دو دانے ہوں۔ آپ کے ہم راہ کوئی سامان ہے، اس نے، ایک ہاتھ سے ماتھ کا پسینہ پوچھتے ہوئے، دریافت کیا، نہیں، میں یہاں کچھ ٹریڈاری کرنے آئی ہوں، موت نے جواب دیا۔

سارا دن وہ اپنے کمرے میں رہی، دوپہر اور شام دونوں وقت کا کھانا ہوٹل میں کھایا، جیسکے نیلی ویژن دیکھتی رہی۔ پھر بستر میں چلی گئی اور روشنی بجھا دی۔ وہ سوئی نہیں۔ موت بھی نہیں سوتی۔



(15)

نیا بس پہن کر، جو اس نے گزشتہ روز شہر کے مرکزی بازار کی ایک دکان سے خریدا تھا، موت کسرٹ میں گئی۔ وہ بس میں اکیلی تھی، اور بالکل اسی طرح، جس طرح اس نے ریہر سل کے دوران میں کیا تھا، سیلو نواز کو دیکھ رہی ہے۔ روشنیاں گل ہونے سے عین پہلے، جس وقت آرکسٹرا کنڈ یکٹری آمد کا منتظر تھا، اس نے اسے دیکھا۔ یہ حرکت کرنے والا وہ اکیلا موسیقار نہیں تھا۔ اول، کیوں کہ، وہ بس میں تھا تھی، جو اگرچہ ان ہوانہ نہیں، تاہم بالعموم ایسا نہیں ہوتا۔ دوم، کیوں کہ وہ خوب صورت تھی، شاید ناظرین میں سب سے خوب صورت نہیں، لیکن ایک مخصوص، ماقابل بیان، انداز میں خوب صورت جسے الفاظ کاروپ نہیں دیا جا سکتا، ظلم کے اس مصريع کے مانند جس کا اصل مشہوم، اگر کوئی ایسی چیز واقعی ظلم کے کسی مصريع میں پائی جاتی ہے، ہمیشہ شارح کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اور آخری، کیوں کہ اس بس کے اندر، ہر جانب سے خالی پن اور عدم میں گھرا ہوا، اس کا تھا وجہ، انتہائی، مکمل تھائی کا ناٹ پیدا کرنا محسوس ہوتا تھا، جیسے یہ سما پن ہی اس کا مقدار ہے۔ موت، جو جب سے اپنے زمین دوزخیہ ٹھنڈے کرے سے نکل کر باہر آئی تھی بارہا اور خطرناک انداز میں مسکرا پکھلی تھی، اس وقت نہیں مسکرا رہی۔ تماشا یوں میں سے مردوں نے معنی خیز تجسس اور عورتوں نے غیر معمولی اضطراب کے ساتھ، اسے دیکھا، لیکن وہ، ہوا کو چیرتے ہوئے، مجھے پر جھپٹنے، عقاب کے مانند، لگا ہیں صرف سیلو نواز پر جمانے ہوئے ہے۔ تاہم، ایک فرق کے ساتھ، اس دوسرے عقاب، جسے ہمیشہ اپنے شکار کو پکڑنے میں کامیابی ہوئی، کی لگا ہوں میں ترجم کی بلکل سی جھلک موجود ہے، عقاب، جیسا کہ ہمیں علم ہے، مارنے پر مجبور ہیں، یہ ان کی فطرت ہے، لیکن اس مقام پر موجود یہ عقاب، اس وقت، شاید اس امر کو ترجیح دے کر، مزاحمت سے مخذور مجھے کو سامنے پا کر، اپنے مضبوط پر پھیلانے اور واپس، بلند یوں میں چلتی سر دہوا کی جانب، تیرتے بالدوں کی جانب، آسمان کی وسعتوں کی جانب، لوٹ جائے۔ آرکسٹرا بالکل خاموش تھا۔ سیلو نواز اپنا ایکل بجا شروع کرتا ہے، جیسے، وہ صرف اسی کام کے لیے پیدا ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ بس میں موجود عورت

کے نئے پینڈ بیگ میں اس کے ہام نفیشی رنگ کا ایک خط ہے، وہ نہیں جانتا، اور وہ جان بھی نہیں سکتا، اس کے باوجود وہ اس طرح موسیقی بجاتا ہے جیسے دنیا کو الوداع کر رہا ہو، جیسے بالآخر وہ ان سب، سر بریدہ خوابوں، اکارت گئے سالوں، المختصر، ساری زندگی، کا حوال، جو ہمیشہ ان کہا رہا تھا، بیان کر رہا ہو۔ کنڈ یکٹرا چنبھے اور توجہ سے، ساتھی موسیقار تھیر کے ساتھ، حاضرین دم سادھے اسے دیکھ رہے تھے، ایک سنتا ہٹسی ان میں دوزری ہے، اور ترمیم کی وہ جملک جو عقاب کی نگاہوں میں موجود تھی، آنسوؤں کی جھلی میں ڈھل چکی ہے۔ ایکل مکمل ہوا، آرکسٹرا سیلووناواز کی دھن کو ایک عظیم، سبک خرام سندھ کے ماندہ، اس کا انجداب اور انتشار کرتے ہوئے، جیسے اسے ایسے مرحلے کی جانب لے جاتا ہو جہاں، اسے مہذ بانہ انداز میں ڈبوتے ہوئے، کسی ڈھول پر مڑھی کحال کی اس معدوم ہوتی خفیف تھرثارہ تھا، ناقابل ساعت سرراہت، کے ماندجس پر کوئی اڑتی ہوئی تھلی لمح بھر کے لیے اڑتی ہو، موسیقی کا تاباہ خاموشی سے ہوتا ہے، اس پر حاوی ہو گیا۔ موت کے ذہن میں کاسہ مرگ (Acherontia Atropos) کی منہوں پرواز کی یاد سرراہتی ہوتی در آئی، لیکن اس نے اپنے ہاتھ کی حرکت سے، جو پہ آسانی وہی حرکت ہو سکتی ہے جو اس کے خفیہ کمرے میں ڈیک سے خطوط کو غائب کرتی ہے، اسے پرے ہنا دیا، اسی طرح یہ سیلووناواز کے لیے ستائشی اشارہ بھی ہو سکتا ہے، جس کی نگاہیں تھیز کی ہاریک حدت میں راستہ تلاش کرتے ہوئے، اپنارخ اس کی جانب کر رہی تھیں۔ موت نے حرکت دہرائی اور یہ اپنے تھی جیسے اس کی نفیس انگلیاں لمح بھر کو سیلو کے کمانچے کو حرکت دینے والے ہاتھ پر اڑتی آئی ہوں۔ اگرچہ سیلووناواز کے دل نے پوری کوشش کی کہ وہ ایک سر بھول جائے، لیکن وہ نہیں بھولا۔ آندہ کبھی اس کی انگلیاں اسے نہیں چھوکیں گی، موت کو ادراک ہو گیا تھا کہ جب کوئی فن کار اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا ہو تو اس کی توجہ کو ہٹانا نہیں چاہیے۔ جب کنسرٹ ختم ہوا اور سامعین پر جوش انداز میں نالیاں بجاتے تھے، جس وقت ہال کی بیان طیں اور کنڈ یکٹر نے آرکسٹرا کو تھار میں کھڑا کیا، تب اس نے سیلووناواز کو اشارہ کیا کہ آگے گزردھے اور اپنے ہٹے کی ستائش ڈھول کرے، موت نے کھڑے ہوتے ہوئے، مسکراتے ہوئے، اپنے ہاتھوں کو اپنے ہینے پر رکھا، اور خاموشی سے دیکھنے لگی، دوسرے نالیاں بجاتے رہیں، دوسرے زبردست، زبردست کہتے رہیں، دوسرے بار بار کنڈ یکٹر کو پکارتے رہیں، وہ چپ چاپ بھتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ حاضرین نہ چاہتے ہوئے بھی رخصت ہوا شروع ہوئے، دوسری جانب آرکسٹرا کا سامان سمیتا جاتا تھا۔ جب سیلووناواز باکس کی طرف مڑا، وہ عورت وہاں نہیں تھی۔ اچھا ہتو، یہ زندگی ہے، وہ بڑا ہے۔

اس کا خیال غلط تھا، زندگی بیشا یے نہیں ہوتی، بس والی عورت سُنج کے دروازے پر اس کا
 انتظار کر رہی ہوگی، جب وہ جا رہے تھے تو چند موسیقاروں نے پلٹ کرائے دیکھا، لیکن، یہ جانے بنا کر
 کیے، انھیں احساس ہوا کہ، اس کے گرد ایک نظر نہ آنے والا حصار ہے، ہائی ووٹنگ کا جال جسے چھو کرو
 غریب پر والوں کے مانند جل کر رکھو جائیں گے۔ پھر سیلوانا نمودار ہوا، جب اس نے اسے دیکھا تو
 ٹھنڈک کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا، جیسے زدیک سے دیکھنے پر وہ دوسری عورتوں سے کچھ ہٹ کر، کسی
 دوسرے سیارے کی، کسی دوسری دنیا کی، چاند کے دوسرے رخ کی مخلوق، ہو۔ اس نے اپنا سر جھکایا کہ،
 بھاگ لے، اپنے رخصت ہوتے ساتھیوں سے ملنے کی کوشش کرے، لیکن، ایک کندھے پر لٹکتے سلوٹے
 فرار کو دشوار بنا دیا۔ وہ عورت اب اس کے رو پر تھی، بھاگیں نہیں، میں آپ کے ساز سے ملنے والے
 والے اور سرت پر آپ کا شکر یا ادا کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ آپ کی عنایت ہے، لیکن میں تو آرکسٹرا کا
 ایک معمولی موسیقار ہوں، کوئی معروف کنسرٹ آرٹ نہیں ہوں، جن کے مداح گھنٹوں انتظار کرتے
 ہیں، صرف اس لیے کہ ان سے ہاتھ ملا سکیں یا ان سے آنُوگراف کی استدعا کر سکیں، اگر یہ ممکن ہے، تو،
 میں آپ سے آنُوگراف کی درخواست کر سکتی ہوں، اگر آپ پسند کریں، میں اپنے ہم راہ اپنی آنُوگراف
 بک نہیں لائی، لیکن میرے پاس ایک لفافہ ہے جو مناسب رہے گا، نہیں، آپ مجھے غلط سمجھیں، میرا
 مطلب یہ تھا کہ، اگر چہ میں آپ کی عنایت سے سرت محسوس کر رہا ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ میں اس کا
 مستحق ہوں، دکھائی تو یہ دیتا ہے کہ تھیز کے تماشائی آپ سے متفق نہیں ہیں، صحیح ہے، ظاہر ہے، آج کا
 دن میرے لیے اچھا تھا، اور اسی اچھے دن کی رات میں بھی یہاں پہنچ گئی، دیکھیں، میں نہیں چاہتا کہ آپ
 مجھے ناٹکرا، یا بد تیز سمجھیں، لیکن اغلبًا کل تک آپ آج رات کے جذبات کو فراموش کر چکی ہوں گی، اور
 جس طرح اچاک آپ نمودار ہوئیں، اسی طرح آپ غالب بھی ہو جائیں گی، آپ مجھے نہیں جانتے،
 میں بیشا اپنے مقاصد سے جڑی رہتی ہوں، وہ کیا ہیں، اوہ، صرف ایک، کہ آپ سے ملوں، اور اب
 جب کہ آپ مجھے مل چکی ہیں، ہم ایک دوسرے کو خدا حافظ کہ سکتے ہیں، کیا آپ مجھے خوف زدہ ہیں،
 موت نے سوال کیا، نہیں، اس کے بجائے میں نے آپ کو پریشان کن پایا، تو کیا میری موجودگی سے
 پریشانی محسوس کرنا کوئی معمولی بات ہے، لازم نہیں کہ پریشان ہونے سے مراد خوف زدہ ہونا ہو، ہو سکتا
 ہے یہ صرف انتباہ ہو کہ ہوشیار ہو جاؤ، ہوشیاری، ہوئی کو صرف اتوامیں ڈال سکتی ہے، جلد یا پر دیر، وہ اس
 پر حاوی ہو جاتی ہے، مجھے امید ہے، میرے معاملے میں ایسا نہیں ہو گا، اچھا، مجھے یقین ہے، ایسا ہی ہو

گا۔ سیلوواز نے اپنا سیلوایک کندھے سے دوسرے کندھے پر منتقل کیا، کیا آپ تھک گئے ہیں، عورت نے پوچھا، یہ سیلوویں جوزنی ہے بلکہ اس کا غلاف ہے، خصوصاً یہ والا، جو پرانے فیش کا ہے، دیکھیں، میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں، لیکن مجھے سمجھنیں آئی، کیسے، آدمی رات ہو رہی ہے، سب لوگ جاچکے ہیں، اس وقت بھی یہاں کچھ لوگ موجود ہیں، وہ کندھے کا انتفار کر رہے ہیں، ہم بار میں گفتگو کر سکتے ہیں، مسکراتے ہوئے، سیلوواز نے کہا، کیا آپ میرا اس سیلو کو مرپر لادے، پر جووم بار میں جانے کا تصور کر سکتی ہیں، ہم، موسیقار نے، جس کے صیغہ پر جیران ہوتے ہوئے، سوال کیا، بالکل، کوئی زمانہ تھا جب میں والکس بجا لیا کرتی تھی، میری تصاویر بھی ہیں والکس بجا تی ہوتی کی، لگتا ہے آپ نے اپنے ہر لفظ سے مجھے جیران کرنے کی خانی ہے، یہ تو آپ پر ہے کہ آپ کے زدیک میں کتنی جیران کن ہو سکتی ہوں، خوب، لگتا ہے کہ یہ واضح ہے، اس معاملے میں آپ غلطی پر ہیں، میرا وہ مطلب نہیں جو آپ سوچ رہی تھیں، تو میں کیا سوچ رہی ہوں، کیا میں پوچھ سکتی تھیں، بستر اور اس بستر میں میری موجودگی کے بارے میں، معاف سمجھیے، نہیں، میرا یہ خیال غلط تھا، اگر میں مرد ہوتی اور میں نے یہ لفاظ سننے ہوتے تو، قہینا میں بھی بھی سمجھتی، ہر فرد کو ذہنیت کی قیمت چکانا پڑتی ہے، اتنی صاف گوئی کا شکر یہ۔ عورت چند قدم چلی پھر بولی تو پھر چلیں، کہاں، سیلوواز نے پوچھا، میں اس ہوٹ میں جہاں میں ٹھہری ہوں، اور آپ، میرا خیال ہے، اپنے پارٹمنٹ میں، کیا آپ سے دوبارہ ملاقات ہو گی، تو اب آپ مجھے پر پیشان کن نہیں سمجھتے، اوہ، ایسا کچھ نہیں تھا، جھوٹ نہ ہو لیں، تھیک ہے، میں نے آپ کو پر پیشان کن پایا تھا، لیکن اب ایسا کچھ نہیں ہے۔

موت کے چہرے پر مسکرا ہٹ نہدار ہوتی، جس میں سرت کا کوئی شانہ نہیں تھا، یہ وہ مرطہ ہے جس میں آپ کے پر پیشان ہونے کا جواز پایا جاتا ہے، وہ بولی، یہ ایک ایسا خطرہ ہے جو میں مول لینے کو تیار ہوں، یہی سبب ہے کہ میں اپنا سوال دھرا ہوں گا، وہ کیا تھا، کیا آپ سے دوبارہ ملاقات ہو گی، میں سنپر کو تھیز آؤں گی اور اسی بائس میں بیٹھوں گی، وہ پروگرام مختلف ہو گا، آپ جانتی ہیں، اس میں میرا ایکل نہیں ہے، ہاں، میں جانتی ہوں، آپ، لگتا ہے ہر چیز کا علم رکھتی ہیں، واقعی، تو اس کا انجام کیا ہو گا، ابھی تو صرف آغاز ہے۔ ایک تیکسی آرہی تھی۔ عورت نے اسے رکنے کا اشارہ کیا اور سیلوواز سے مخاطب ہوتی، میں آپ کو گمراہ دوں گی، نہیں، میں آپ کو ہوٹ پہنچا کر وہاں سے گمراہ جاؤں گا، یا تو ہم وہ کریں گے جیسا میں نے کہا ہے، پر صورت دیگر میں دوسری تیکسی کر لیتی ہوں، کیا آپ ہیشاپنی مرضی چلاتی ہیں،

بالکل، ہمیشہ کبھی کبھی ناکام بھی ہوتی ہوں گی، خداوند تو خداوند ہے اور اس نے ناکام بنانے کے علاوہ کیا ہی کیا ہے، اچھا، اسی وقت میں ٹاہت کر سکتی ہوں کہ میں کبھی ناکام نہیں ہوئی، صحیح ہے، ٹاہت کریں، بے وقوف نہ ہو، موت نے ہڑپڑا کر کہا، اس کے لمحے میں ایک خوفناک، مبہم پوشیدہ حکمی تھی۔ جیکسی کی ڈگی میں سیلو رکھا گیا۔ راتے میں دونوں مسافروں نے ایک لفظ اوانہ کیا۔ جیکسی رکی تو باہر نکلنے سے پہلے سیلو نواز نے کہا، میں سمجھنہیں پایا کہ میر سے اور آپ کے درمیان کیا چل رہا ہے، تاہم، میں سمجھتا ہوں کہ بہتر یہی ہو گا کہ آئندہ ہم ایک دوسرے سے نہ ملیں، اب اسے کوئی نہیں روک سکتا، آپ بھی نہیں، ایک ایسی عورت جو ہمیشہ اپنی مرخصی چلاتی ہے، سیلو نواز نے طنزیہ اندازانہ اپنے سوال کیا، میں بھی نہیں، عورت نے جواب دیا تو پھر اس کا مطلب ہوا کہ آپ ناکام ہو جائیں گی، نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ناکام نہیں ہوں گی۔ ڈرائیور ڈگی کھولنے کے لیے باہر نکل کر سیلو نواز کا انتظار کر رہا تھا کہ اپنا سیلو باہر نکالے۔ مرتدا و عورت نے ایک دوسرے کو خدا حافظ نہیں کہا، انہوں نے ایک دوسرے سے شنچر کے روز ملنے کی بات نہیں کی، انہوں نے ایک دوسرے سے الوداعی مصافیہ نہیں کیا، یا ایک جذباتی، ڈراماتی اور اذیت ناک جدائی تھی، جیسے انہوں نے خون اور پانی پر آئندہ کبھی نہ ملنے کی قسم کھائی ہو۔ اپنا سیلو گھٹینے ہوئے، موسیقار خاموشی سے رخصت ہوا اور اپنے اپارٹمنٹ کو چل دیا۔ اس نے مز کر نہیں دیکھا، اس وقت بھی نہیں جب وہ اپنے اپارٹمنٹ کی دلیزی پر تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ عورت اپنا بیگ تھامے، اسے دیکھ رہی تھی۔ جیکسی آگے بڑھ گئی۔

سیلو نواز غصے سے بڑھاتے ہوئے، پاگل، کی پاگل، زندگی میں ایک ہی مرتبہ کسی نے سطح کے دروازے پر یہ کہنے کے لیے، کہ میں نے بہت عمدہ ساز بجا لیا ہے، میرا انتظار کیا اور وہ بھی سر پھری خبیث نکلی، اور میں ایک بے ڈوف کے مانند پوچھ رہا ہوں، کیا آپ سے دوبارہ ملاقات ہوگی، میں خود اپنے لیے مسائل کھڑے کرتا ہوں، میرا مطلب ہے، واقعی، ہر انسان کی شخصیت میں کچھ خامیاں ہوتی ہیں، جو تھوڑی سی شفقت، یا، کم از کم، کسی کی توجہ کی مستحق ہوں، لیکن حماقت تو زی کو اس ہے، لٹھوٹا انتہائی لغو ہے، میں تو نمونہ بن گیا، اپنے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے استقبال کے لیے دوڑ کر دروازے تک آنے والے کتنے کو پٹھانا کرتھپکا اور پیانو والے کمرے میں چلا گیا۔ اس نے سیلو کا غالاف کھولا اور احتیاط سے ساز کو باہر نکالا، جس کے تاروں کو اس نے سونے سے پہلے سفر میں لانا تھا، کیوں کہ جیکسی کا سفر، بھلے مختصر ہو، اس کی کارکردگی کے لیے مضر ہے۔ وہ کتنے کو کھانے کے لیے کچھ دینے اور اپنے لیے

ایک سیندوچ تیار کرنے، جسے اس نے وائے کے ایک گلاس کی مدد سے حلق سے اٹا رہا، باورچی خانے گیا۔
 اس کا احساس برجمی اب کم ہو گیا تھا، لیکن وہ احساس جو بدتر تر جرجمی کی جگہ پر کر رہا تھا کم پر یہاں کن نہیں
 تھا۔ اس نے ان باتوں کو جو عورت نے ادا کی تھیں یاد کیا، اس کی مہم باقی تھیں جن کا ہمیشہ کوئی نہ کوئی مطلب
 ہوتا، اس نے نوٹ کیا کہ اس کا ادا کردہ لفظ، اگرچہ اس کی باقی گفتگو سے مربوط ہوتا، اپنے اندر کوئی
 دوسرے معنی، کوئی طفریہ معنی، کوئی اپنے معنی، جو اسے سمجھنا آتے، اس پانی کے مانند جو، جب ہم اسے پیا
 چاہیں، ہماری باچھوں سے پہ جاتا ہے، یا، اس بُثی کے مانند جو، جب ہم پھل توڑنا چاہیں، ہماری پُتھی
 سے نکل جاتی ہے، رکھتا محسوس ہوتا تھا۔ میں یقین نہیں کہوں گا کہ وہ پاگل تھی، اس نے سوچا، لیکن اس میں
 کوئی شبہ نہیں کروہ عجیب تھی۔ اس نے اپنا سیندوچ ختم کیا اور موسيقی کے کمرے یا پیانو کے کمرے، وہ دو
 نام جوتا حال اس کمرے کے رکھے گئے ہیں، میں گیا، حال آس کہ بہتر یہ ہوتا کہ ہم اسے سیلوکا کرا کہتے،
 کیوں کہ یہی وہ ساز ہے جس سے یہ موسيقار اپنی روٹی روزی کرتا ہے، لیکن ہمیں تسلیم کرنا ہو گا کہ یہ نام
 بھلانہیں لگتا، یہ کچھ تختیر آمیز، کچھ غیر شریفانہ ہے۔ تاہم، آپ کو ہمارا موقف سمجھنے کے لیے مرچہ معیارات
 سے مدد لیتا ہوگی، موسيقی کا کمرا، پیانو کا کمرا، سیلوکا کمرا، وغیرہ وغیرہ، چلیں، ٹھیک ہے، لیکن ذرا تصور
 کریں اگر ہم کلارنس کا کمرا، فلی کا کمرا، ڈرم کا کمرا، بڑائی اینگل کا کمرا کہنے لگیں۔ الفاظ کا اپنا سلسلہ
 مراتب، اپنارکھ رکھا ہوتا ہے، اپنے عظمت کے نشانات، ذلت کے اپنے داغ ہوتے ہیں۔ کتاب پنے
 مالک کے قریب آیا اور اس کے پاس بیٹھتے ہوئے تین چکر لگائے، جوان دنوں جب وہ بھیز یا تھا کی باقی
 بیٹھنے والی واحد نشانی تھی۔ موسيقار بڑے رسان سے سیلوکے تار، جو پھر بیلی سڑک پر بچکوں کے کھاتی تھی
 سے لگنے والے بچکوں کے نتیجے میں بے سرے ہو گئے تھے، کتنے ہوئے انھیں سر میں لارہا تھا۔ تھوڑی
 دری کے لیے، اس نے تھیز والی عورت کی یا، درحقیقت عورت سے نہیں بلکہ سٹچ کے دروازے پر اس سے
 ہونے والی تلخ گفتگو سے پیچھا چھڑانے کا بندوبست کر لیا، اگرچہ ان کے مابین تھیسی میں ہونے والے
 جملوں کا تباہ، پس منظر میں، کہیں دور بیجتے فشارے کی آواز کے مانند نہیں دیتا رہا۔ وہ عورت کو بھلانہ
 سکا، وہ بھلانا چاہتا بھی نہیں تھا۔ وہ اسے سیدھے کھڑے، دونوں ہاتھ ہینے پر رکھے دیکھ سکتا تھا، وہ اس کی
 ہیرے کے مانند مخصوص، گھری لگا ہوں، اور مسکراتے وقت ان کی چمک کو محسوس کر سکتا تھا۔ سپر کو وہ اسے
 دوبارہ دیکھے گا، اس نے سوچا، ہاں، تب وہ اسے دیکھے گا، لیکن اس بار نہ وہ کھڑی ہوگی، نہ ہینے پر اپنے
 ہاتھ رکھے گی، نہ دوسرے اسے دیکھے گی، وہ ظلمانی لی، تخلیل ہو گیا، اگلے لمحے کی آمد سے فنا ہو گیا، جب

وہ آخری مرتب، جیسا کہ وہ سمجھتا تھا، اسے دیکھنے کے لیے مڑا، اور وہ وہاں موجود نہیں تھی۔

جب تاروں کے کئے کام مکمل ہو گیا اور سیلو ایک مرتب پھر سر میں آگیا، فون کی سمجھتی بھی، موسیقار چونک گیا، اس نے گھری دیکھی، رات کا ذریعہ بجا تھا۔ اس وقت کون فون کر سکتا ہے، اس نے سوچا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور خاموشی سے چند سینٹ انٹکار کیا۔ یقیناً، یہ غیر مناسب ہے، اسے چاہیے تھا کہ پہلے بولتا اور اپنا نام پا نہ رہتا تھا، تب شاید وہ سری چاہب والا کہتا، اور، معاف کیجیے، مجھ سے غلط نمبر مل گیا، لیکن آنے والی آواز نے اس کے بجائے کہا، کتنے فون اٹھایا ہے، کیا، اگر ایسا ہے، تو، کم ازکم بھوکھیں تو کسی۔ جی، کتابی ہوں، سیلو نواز نے جواب دیا، لیکن بہت مدت گزری میں بھونکنا ترک کر چکا ہوں، کاشنے کی عادت بھی چھوڑ چکا ہوں، سوائے اس وقت خود کو کاشنے کے، جب زندگی مجھ سے کھیل کھیلتی ہے، ناراض نہ ہوں، میں نے مادرت کی خاطر فون کیا ہے، ہماری گفتگو نے ایک خطرناک رخ افتیار کر لیا تھا، جس کا نتیجہ، جیسا کہ آپ نے دیکھا، خرابی کی صورت میں اکلا، ٹھیک، کسی نے تو اسے خطرناک موڑ دیا، اور وہ میں نہیں تھا، یہ سب میری غلطی تھی، بالعموم، میں متوازن اور پر سکون رہتی ہوں، مجھے نہیں لگتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بات آپ میں پائی جاتی ہے، شاید میں دہری شخصیت کی حامل ہوں، پھر تو ہم ایک جیسے ہوئے، میں خود کتا اور ان ان دونوں ہوں، خدا آپ پر نہیں چلتا، لیکن آپ کی مترجم سماعت نے، یقیناً، آپ کو مطلع کر دیا ہو گا کہ، بے سری آواز کا بھی موسیقی میں اہم کردار ہوتا ہے، ما دام، مجھے ما دام نہ کہیں، میں آپ کو اور کس نام سے پکاروں، میں نہیں جانتا آپ کا نام کیا ہے، آپ کا نام کیا ہے، یا، آپ کون ہیں، بالآخر آپ جان جائیں گے، یاد رہے، جلد بازی کے فیصلے غلط ہوتے ہیں، علاوہ ازیں، ابھی تو ہماری ملاقات ہوئی ہے، تا ہم، آپ مجھ سے ایک قدم آگے ہیں، آپ کے پاس تو میرا فون نمبر بھی ہے، ڈائریکٹری استفت اسی لیے ہوتا ہے، میرا یہ کام روپیشنت نے کر دیا، تو ہے اس پر اسے فون پر، وہ کیوں، کیوں کہ اگر یا ان جدید فونوں میں سے ہوتا تو مجھے علم ہو جاتا کہ آپ کہاں سے فون کر رہی ہیں، میں اپنے ہوٹل کے کمرے سے فون کر رہی ہوں، اتنا علم تو مجھے بھی ہے، جہاں تک آپ کے فون کے پانے ہونے کا معاملہ ہے، مجھے اندازہ تھا کہ ایسا ہی ہو گا، اس لیے مجھے کم ازکم اس پر کوئی تعجب نہیں، وہ کیوں، کیوں کہ آپ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز پرانے چلن کی ہے، ایسا لگتا ہے کہ آپ پچاس سال کے نہیں، بلکہ، پانچ سو سال کے بوڑھے ہیں، آپ کیسے جانتی ہیں کہ میں پچاس سال کا ہوں، میں لوگوں کی عمر کا اندازہ بہت اچھا لگاتی ہوں، اس میں، میں کبھی ناکام نہیں ہوئی، مجھے لگتا ہے کہ

آپ کو بھی ناکام نہ ہونے پر براختر ہے، ہاں، درست ہے، لیکن، آج، بطور مثال، میں دو مرتب ناکام
ہوئی، ایک ایسی بات، جو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں، پہلے بھی نہیں ہوئی، افسوس ہے، میں سمجھا نہیں،
آپ جانتے ہیں، میرے پاس آپ کو دینے کے لیے ایک خط ہے جب کہ میں اسے پہنچانے میں ناکام
ہوئی، حال آں کر میں پہلے اسے تحریر کے باہر یا جیسی میں آپ کے حوالے کر سکتی تھی، کیا ہے اس خط
میں، بس اتنا کہوں گی کہ کسرت کے لیے آپ کی ریہر سل دیکھنے کے بعد میں نے اسے تحریر کیا، آپ
وہاں تھیں، بالکل، میں تھی، لیکن میں نے تو آپ کو نہیں دیکھا۔ لہذا نہیں دیکھا، آپ دیکھ بھی نہیں سکتے
تھے، بہر حال، یہ کسرت میرا نہیں ہے، جب معمول انکسار، یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں صرف اتنا کہنا چاہیے
کہ حقیقت میں جو ہوا، وہ نہیں ہے جو بیان کیا جاتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، تاہم اس معاملے میں ایسا
نہیں ہے، مبارک ہو، آپ منکر المراجی نہیں، آپ تو واش مند بھی نہلے، کیا آپ کی مراد خط سے
ہے، وقت آنے پر آپ جان جائیں گے، تو اسے آپ نے اس وقت مجھے کیوں نہیں دیا، جب آپ کو
موقع، معین طور پر دو مرتبہ، ملا، میں امید کرتی ہوں کہ اس کا سبب تلاش کروں گی، شاید میں اسے سنچر کو
کسرت کے بعد آپ کو دے دوں، کیوں کہ یہر کو میں جا چکی ہوں گی، آپ یہاں نہیں رہتیں، نہیں، وہ
نہیں ہے آپ رہنا کہتے ہیں، آپ نے مجھے چکر دیا ہے، آپ سے گفتگو کرنا، خود کو ایسی بھول بھلیوں میں
پانا ہے جن سے لٹکنے کا کوئی راستہ نہ ہو، یہ تو زندگی کی بہترین تعریف ہے، لیکن آپ تو زندگی نہیں ہیں،
نہیں، میں اس سے کہیں بڑھ کر پے چیدہ ہوں، کسی کا کہنا ہے، ہم سرتاپا، لمحہ موجود میں زندہ ہیں، ہاں،
لمحہ موجود میں، لیکن صرف لمحہ موجود میں، ہمیں امید کرنا چاہیے کہ یہ تمام ابہام، خط کا، اسے مجھے نہ دینے
کا، سب کچھ، پرسوں واضح ہو جائے گا، میں اسراروں سے اکتا گیا ہوں، جھیں آپ اسرار کہتے ہیں، اکثر
تحفظ کی خاطر ہوتے ہیں، صحیک ہے، تحفظ ہونے ہو، میں وہ خط پڑھنا چاہتا ہوں، اگر میں تیسرا مرتب ناکام
نہ ہوئی تو آپ پڑھ لیں گے، آپ تیسرا مرتبہ کیسے ناکام ہوں گی، اگر ایسا ہوا تو اس کا سبب وہی ہو گا،
جس کی بنابر میں پہلے ناکام ہوئی، ہمربانی کریں، میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل نہ کھلیں، اس کھیل
میں، آخر کار بلی ہمیشہ چوہے کو کپڑا لیتی ہے، جب تک چوہا بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنے میں کامیاب نہیں
ہوتا، اچھا جواب ہے، لیکن یہ صرف احتقار نہ خواب، میخکرہ خیز کھیل ہے، بلی بھلے سوری ہو، شورا سے جگا
دے گا، اور پھر چوہے میاں، خدا حافظ، کیا میں وہ چوہا ہوں جسے آپ خدا حافظ اگر رہی ہیں، اگر ہم وہی
کھیل کھیل رہے ہیں، تب ہم میں سے ایک کو چوہا بننا ہو گا، جب کہ مجھے نہیں لگتا کہ آپ میں بلی جیسی نگاہ

یا عیاری پائی جاتی ہے، تو میں دھنکار دیا گیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی، جب تک ہے، ایک چوہا، ایک سلو نواز چوہا، ایک مٹھکہ خیز کردار، بن کر گزاروں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تمام انسان بھی مٹھکہ خیز کردار ہیں، آپ بھی، میرا خیال ہے، آپ دیکھے چکے ہیں کہ میں کیسی دھکائی دیتی ہوں، ایک انتہائی خوب صورت عورت، شکریہ، اس گفتگو کو سننے والا یہی سمجھے گا کہ ہم عشق لارہے ہیں، اگر ہوں کی ٹیلی فون آپ پر چڑکے کی خاطر مہمانوں کی باتیں سنتی ہے تو، وہ کب کی اس نتیجے پر پہنچ پہنچی ہوگی، اگر ہم عشق لرا بھی رہے ہیں تو بھی اس کی کوئی اہمیت نہیں، باس والی عورت، جس کا نام میں تا حال نہیں جانتا، بیر کے روز، چلی جائے گی، کبھی واپس نہ آنے کے لیے، کیا واقعی، اس کا امکان نہیں کہ جس وجوہات کی ہنا پر مجھے یہاں آنا پڑا پھر کبھی واقع ہوں گی، امکان نہ ہونے کا مطلب ناممکن ہوں نہیں، نہیں، لیکن جہاں تک میرا بس چلا میں کوشش کروں گی کہ مجھے یہ سفر دوبارہ نہ کرنا پڑے، تمام باتوں سے قطع نظر یا انتہائی اہم تھا، حقیقت میں کس سے قطع نظر، معاف سمجھیے گا، میرا رو یہ غیر مناسب تھا، یہ کہنے سے میرا مطلب تھا، ہماری بانی سے میرے ساتھ مہذب ہونے کا تکلف نہ کریں، میں اس کا عادی نہیں، اس کے علاوہ، مجھے اندازہ ہے کہ آپ کیا کہنے جا رہی ہیں، اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ نے تفصیل سے بات کرنی ہے، تو ٹھیک ہے ہم یہ گفتگو سپر کو بھی کر سکتے ہیں، تو اس سے پہلے آپ سے ملاقات نہیں ہوگی، نہیں، اور لائن کٹ گئی۔

سیلو نواز نے رسیور کو، جو تشویش سے خاموش تھا، جواب بھی اس کے ہاتھ میں تھا، غور سے دیکھا، ضرور میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں، وہ بڑا لیا، میرے ساتھ اس طرح کا واقعہ پہلے بھی نہیں ہوا۔ اس نے رسیور کریڈل پر رکھا اور پیانو، سیلو اور ٹیلوفون سے مخاطب ہو کر، بلند آواز سے سوال کیا، یہ عورت کون ہے، میری زندگی میں کیوں آئی ہے، مجھے کیا چاہتی ہے۔ شور سے آنکھ کھلنے پر کتنے اے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک جواب تھا، لیکن سیلو نواز نے، جو کمرے میں، خود کو پہلے سے بھی زیادہ بے یقینی کا ٹھکار محسوس کرتے ہوئے، ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا، اسے نہ دیکھا، اور وہ جواب یہ تھا، اب جب کتم نے ذکر کیا، مجھے کچھ کچھ یاد پڑتا ہے کہ میں ایک عورت کی گود میں سویا تھا، ممکن ہے وہ عورت سہی ہو، اور سیلو نواز سوال کرتا، کیا کہا، گود، عورت، تم سوئے تھے، کہاں، تمہارے ستر میں، اور وہ کہاں تھی، وہاں، یہ خوب کہی، کتے میاں، مدقوں سے اس اپارٹمنٹ، اس کمرے میں کوئی عورت نہیں آئی، جاری رکھو، مجھے یہ بتا، جیسا کہ تم کو علم ہو گا، کتے کا شعور وقت، انسان کے شعور وقت سے مختلف ہوتا ہے، لیکن مجھے لگتا ہے کہ واقعی ایک زمانہ گزر چکا ہے، جب تم کسی عورت کو اپنے ستر میں لائے تھے، اور یہ میں پڑھنے نہیں

سکرہا، تو تم نے اسے خواب میں دیکھا، شاید، ہم کتنے ناقابل اصلاح تخلیقی ذہن رکھتے ہیں، ہم تو کھلی آنکھوں بھی خواب دیکھ لیتے ہیں، ہمیں صرف چھایا ہی دکھائی دے تو ہم اسے عورت کی گود قصور کرتے ہوئے اس میں بینخی کی خاطر کو دپڑتے ہیں، صرف کتنے کا ٹھیک، سیلونوواز کہتا، اگر یہ حقیقت بھی ہو، کتنے نے جواب دیا، ہم شکوہ نہیں کرتے۔ اسی وقت، موت آئینے کے سامنے، اپنے ہوٹل کے کمرے میں، برہنہ کھڑی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کون ہے۔

انگلے روز، عورت نے فون نہیں کیا۔ سیلونوواز گھر میں رہا کہ شاید آجائے۔ شام گزر گئی، کچھ نہیں ہوا۔ سیلونوواز کی رات کل سے بھی زیادہ بے آرامی میں گزری۔ سنجھ کی صبح، ریہر سل پر جانے سے قبل، اسے ایک احتمانہ خیال آیا، کہ اس علاجت کے تمام ہوٹلوں میں جا کر دریافت کرے کیا ان کے ہاں کوئی، اس جیسی الگیوں والی، اس جیسی مسکراہت والی، اس کے مانند ہاتھوں کو لبرانے والی مہمان خاتون قیام پڑ رہے ہیں، لیکن، اس نے یہ احتمانہ منصوبہ ترک کر دیا، کیوں کہ یہ لیقینی تھا کہ اسے، مذہ بگاڑتے ہوئے سختی سے یہ گہرے کر، ہمیں یہ معلومات فراہم کرنے کی اجازت نہیں، بھگا دیا جانا۔ ریہر سل کافی اچھی رہی، اس نے، پوری کوشش کرتے ہوئے کہ کوئی سر غلط نہ ہو، صرف وہی سر بجائے جو اس کی شیٹ پر تھے۔ ریہر سل مکمل ہوتے ہی وہ گھر کو بھاگا۔ وہ سوچ رہا تھا، اگر اس نے اس کی عدم موجودگی میں فون کیا ہو گا، اسے اپنا پیغام، ریکارڈ کرانے کے لیے کوئی خستہ حال جواب دینے والی مشین بھی نہیں ملی ہو گی۔ میں پانچ صدیاں پہلے پیدا ہونے والا انسان نہیں ہوں، میں پتھر کے دور کا غاروں میں رہنے والا انسان ہوں، وہ بڑا ہاں، میرے علاوہ کبھی جواب دینے والے مشین کا استعمال کر رہے ہیں۔ اگر اسے اس امر کا ثبوت درکار تھا کہ اس نے فون نہیں کیا، تو، انگلے چند گھنٹوں نے وہ فراہم کر دیا۔ اصولاً، اگر کسی کو فون کرنے پر جواب نہ ملا ہو تو وہ دوبارہ فون کرتا ہے، لیکن، منہوس مشین، سیلونوواز کی پہلے سے بھی زیادہ ما یوں نگاہوں سے لا تعلق، تمام سپہر خاموش رہی۔ صحیک ہے، تو ایسا لگتا ہے، وہ رابط نہیں کرے گی، شاید کسی وجہ سے اسے وقت نہ ملا ہو، لیکن وہ وہاں کنسرٹ میں ہو گی، وہ دونوں، جیسا گز شتر کنسرٹ کے بعد ہوا تھا، اکٹھے تیکسی میں واپس آئیں گے، اور جب وہ یہاں پہنچیں گے، وہ اسے اندر آنے کی دعوت دے گا، اور پھر وہ سکون سے باتمیں کرکیں گے، بالآخر وہ اسے وہ خط، جس کا شدت سے انتظار ہے، دے گی، اور پھر وہ دونوں، ان مبارکہ آمیز الفاظ پر، جو اس نے، فن کارانہ جذبے سے مغلوب ہو کر، ریہر سل، جہاں اسے اسے نہیں دیکھا تھا، کے بعد لکھتے تھے، خوب نہیں گے، وہ کہے گا کہ وہ رومن روپووچ (rostropovich)

تھوڑی ہے، اور وہ کہے گی، کون جانے مستقبل میں کیا لکھا ہے، اور جب ان کے پاس کہنے کو کچھ نہ پہنچے گا، یا، جب ان کے الفاظ کچھ اور کہر ہے اور خیالات کسی اور جانب جا رہے ہوں گے، پھر شاید ہم کچھ ایسا دیکھیں جو بڑھاپے میں یاد کیے جانے کے قابل ہو۔ یہ وہ ذہنی کیفیت تھی جس میں بیلونوازگر سے روانہ ہوا، یہ وہ ذہنی کیفیت تھی جس میں وہ تھیز پہنچا، یہ وہ ذہنی کیفیت تھی جس میں وہ ٹھیپ چڑھا اور اپنی مخصوص نشست پر بیٹھا۔ باس خالی تھا۔ اسے دیر ہو گی، اس نے خود سے کہا، وہ آتی ہی ہو گی، تھیز میں لوگ ابھی آرہے ہیں۔ یہ تھا، دیر سے پہنچنے والے، پہلے پہنچنے ہوؤں سے محل ہونے پر معدرت کرتے، اپنی نشستیں سنچال رہے تھے، لیکن عورت دکھائی نہ دی۔ شاید واقعہ میں۔ وہ پھر بھی نہ آتی۔ آرکشا کے اختتام تک باس خالی رہا۔ کسی وجہ سے وہ نہ سمجھ سکی، اس کے باوجود وہ پر امید تھا کہ، نہ سرت میں شامل نہ ہو سکے کا سبب، بتانے کے لیے، وہ اٹھ کر دروازے پر اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ چوں کہ بیش سے امیدوں کا بھی نصیب رہا ہے کہ مرتبے ہوئے مزید امیدوں کو جنم دیں، اسی لیے، اتنی مایوسیوں کے باوجود وہ دنیا سے ختم نہیں ہو گیں، شاید وہ اس کے اپارٹمنٹ والی بلڈنگ کے باہر اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹا وہا تھیں خط لیے، اس کی منتظر ہو، وحدے کے مطابق، آپ یہاں ہیں۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ بیلونواز، پرانی طرز کی، ابتدائی دور کی خود کا رکھ کر مانند، جس کے ایک بازو کو حرکت دی جاتی تھی تاکہ دوسرا بازو حرکت کر سکے، اپنے اپارٹمنٹ میں نالگیں گھیتتا، داخل ہوا۔ اس نے اپنے استقبال کے لیے آنے والے کے کو ایک طرف ہٹایا، جہاں جگہ دکھائی دی بیلو پہنچا اور جا کر اپنے بستر پر گر گیا۔ کیا اب بھی تمیں عقل نہیں آئی، ما معقول، تمھارا رویہ زے گاؤ دیوں جیسا تھا، تم نے الفاظ کے اپنی مرضی کے وہ معنی کیے، جو اصل معنوں سے بالکل مختلف ہیں، وہ معنی، جو تم نہیں جانتے اور نہ کہی جان پاڑے گے، تم مسکراہٹ پر مرٹے جو چہرے کے عضلات کی حرکت سے ہٹ کر کچھ نہیں تھی، تم بھول گئے کہ تم واقعی پانچ سو سالہ بوڑھے ہو، حال آئ کہ وقت نے بڑے پیارے سے تمیں یاد بھی دلایا تھا، اور اب تم یہاں اس بستر میں، جس میں تم نے اسے لانے کا خواب دیکھا تھا، مایوس پڑے ہو، جب کہ وہ تمھاری مصلحہ خیز شخصیت اور تمھاری ختم نہ ہونے والی حماقتوں پر قبیلہ لگا رہی ہو گی۔ اپنے مالک کی دھنکار بھلا کر، اسے تسلی دینے، کہ اس کے بستر کے قریب آیا۔ اس نے اپنے الگے پنج میٹر س پر رکھے اور خود کو مالک کے بائیں ہاتھ تک بلند کیا، جو وہاں کسی فضول اور بے کار وجود کے مانند پر اتھا، اور پیارے اپنا سر اس پر رکھ دیا۔ وہ اسے مسلسل چاٹ سکتا تھا، جیسا کہ عام کئے کرتے ہیں، لیکن قدرت نے، ایک مرتبہ،

اپنا افادی پہلو منکشf کرتے ہوئے اسے محسوس کرنے کی خصوصی صلاحیت عطا کی، ایک ایسی صلاحیت جو لگے بندھے طریقوں سے بہت کر جذبات کا ظہار کر سکتی ہے۔ سیلونواز نے پہلو بدلا اور اس پوزیشن میں ہوا کہ اس کا سر کتے کے سر سے چندائی کی دوری پر تھا، وہ اسی حالت میں پڑے، ایک دمرے کو تکتے، الفاظ کی مدد بنا، باتیں کرنے لگے، جب میں اس بارے سوچتا ہوں، مجھے کچھ سمجھنیں آتا کہ تم کون ہو، لیکن یہ کوئی اہم بات نہیں، اہم یہ ہے کہ میں ایک دمرے کا خیال ہے۔ سیلونواز کے مزاج کی تلخی بتدربج کم ہوتی گئی، تج تو یہ ہے کہ دنیا اپسے واقعات سے بھری پڑی ہے، وہ انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئی، وہ انتظار کرتی رہی لیکن وہ نہ آیا، اور ہمارے اندر بھی، تسلیم نہ کرنے والا مھلک موجود ہے۔ یہ کہنا آسان ہے، لیکن بہتر بھی ہے کہ نہ کہا جائے، کیوں کہ الفاظ بالعلوم ادا کرنے والے کے مقاصد سے بالکل مختلف نتائج ظاہر کرتے ہیں، اس قدر کہ لوگ بارہا کوستے اور فتمیں کھاتے ہیں، میں اس پر لعنت بھیجا ہوں، اور جب وہ لعنت بھیج پختے ہیں تو آنسوؤں میں پھٹ پڑتے ہیں۔ سیلونواز بستر میں اٹھ بیٹھا، کتنے کوباز روؤں میں بھرا، جس نے یہ جھنگی کا ظہار کرتے ہوئے، اپنے پنج ماں ک کھننوں پر رکھے، وہ بولا، جیسے کوئی خود کو سمجھا رہا ہو، تھوڑا سا وقار، پلیز، روؤا نہیں۔ پھر وہ کتنے سے مخاطب ہوا، تمھیں بھوک گئی ہوگی۔ دم ہلاتے ہوئے، کتنے جواب دیا، ہاں، میں بھوکا ہوں، میں نے گھننوں سے کچھ نہیں کھایا، اور دونوں باورچی خانے میں چلے گئے۔ سیلونواز نے کچھ نہیں کھایا، اس کا بھرا یا ہوا حلق کچھ نہیں نگل سکتا تھا۔ اور ہے گھنٹے کے بعد ایک گولی کھا کر، تاکہ نینڈ آ جائے، وہ دوبارہ بستر میں تھا۔ ہم اس کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوا، وہ جا گتا اور سوتا، سوتا اور جا گتا رہا۔ ہر مرتبہ ذہن پر چھائے ہوئے اس خیال کے ساتھ کہ وہ نینڈ کے پیچھے، اسے پکڑنے کے لیے بھاگ رہا ہے تاکہ بے خوابی کو بستر کی دوسری جانب قبضہ کرنے سے روک سکے۔ اس نے عورت کا خواب نہیں دیکھا، لیکن ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب وہ جا گا تو اسے موسمیتی کے کمرے کے وسط میں اپنے ہاتھ سینے پر رکھے، کھڑا دیکھا۔

اگلے دن اتوار تھا، اور اتوار وہ دن ہے جس دن وہ اپنے کتنے کو نہلانے لے جاتا ہے، کہا آزادانہ گھونٹے کے لیے بے چین ہوتے، زنجیر سمجھتے ہوئے، محبت، محبت کی صورت میں لوٹا تی ہے، کہتا محسوس ہوتا تھا۔ وہ پارک میں داخل ہوئے، سیلونواز نے شش کی جانب، جس پر وہ بالعلوم بیٹھا کرتا تھا، رخ کیا، تو دیکھا، وہاں پہلے سے ایک عورت بیٹھی ہے۔ پارک کی بچیں عام لوگوں کے لیے، عموماً بغیر قیمت کے، ہوتی ہیں، ہم کسی شخص کو جو ہم سے پہلے آیا ہو، یہ شیری ہے، بر اہم بر بانی، اپنے لیے کوئی اور تلاش

کریں، نہیں کر سکتے۔ سیلونو از جیسا مہذب پس مظہر کا انسان کبھی ایسا نہیں کرے گا، اور قطعاً نہیں کرے گا، اگر اپنی دانت میں اس نے اس عورت کو تھیز والی عورت کی حیثیت سے شاخت کیا ہو، وہ عورت جس نے اسے ٹھنڈا کا دیا، وہ عورت ہے اس نے موسمی کے کمرے کے وسط میں اپنے بینے پر دونوں ہاتھ رکھے دیکھا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، پچاس برس کی عمر میں ہم ہر موقع پر اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر سکتے، ہم آنکھیں جھپکنے لگتے ہیں تا انھیں قوت بخشنیں، جیسے ہم گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھنے مغربی میدانوں کے جنگجو گلہ بان یا پرانے زمانے کے جہاز کے عرش پر کھڑے جہاز ران، جو ایک ہاتھ کے چھجے سے اپنی آنکھوں پر سایہ کیے ہوں، جب وہ دورافت کو کھنگال رہی ہوں، کی تقلید کر رہے ہوں۔ عورت نے مختلف لباس، چڑے کی جیکٹ اور ٹراوزر، پہننا ہوا تھا، وہ کوئی اور ہو گی، سیلونو از نے اپنے دل سے کہا، لیکن اس کے دل نے، جس کی نگاہ درست ہے، اسے بتایا، آنکھیں کھولو، یہ وہی ہے، اب اپنا رویہ درست کرو۔ عورت نے نظریں اٹھائیں، اور سیلونو از کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی ہے۔ صبح بیغیر، اس نے کہا جب وہ شک کے پاس رکا، آج مجھے جس بات کی سب سے کم توقع تھی یہ تھی کہ آپ کو یہاں پاؤں، صبح بیغیر، میں خدا حافظ کہنے اور کل کسرت میں نہ پہنچنے پر معدودت کرنے آئی ہوں۔ سیلونو از نے پر بیٹھا، کہتے کی زنجیر کھولی اور کہا، چلو، بجا گو، اور عورت کی جانب دیکھئے، ناجواب دیا، معدودت کی کوئی ضرورت نہیں، اس طرح کی باتیں تو ہوتی رہتی ہیں، لوگ تکڑ خڑپتے ہیں اور پھر کسی نہ کسی سبب سے وہ نہیں جا سکتے، یہ روز مرہ کا معمول ہے، اور ہمارا خدا حافظ کہنا، کیا اس بارے میں آپ کے کوئی نظریات ہیں، عورت نے دریافت کیا، یہ تو آپ کی عنایت ہے کہ آپ ایک انبیٰ کو خدا حافظ کہنے آئیں، اگرچہ، حقیقت میں، میں بالکل نہیں سمجھ پایا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ میں ہر اتوار اس پارک میں آتا ہوں، آپ کے بارے میں بہت کم باتیں ہیں، جو میں نہیں جانتی، اور، چلیز، ہمیں ایک مرتبہ پھر وہ تلخ گفتگو نہیں دہرانی چاہیے جو جعارات کو ٹھک کے دروازے پر اور پھر فون پر ہوئی، آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے، ہماری اس سے قبل ملاقات تک نہیں ہوئی تھی، یاد رہے، میں ریہر سل میں تھی، اور میں واقعی سمجھ نہیں پایا کہ آپ نے ایسا کیوں کر کیا، کیوں کہ، کند کیڑا جنپیوں کی موجودگی کے سخت خلاف ہے، اور ازا را کرم مجھے یہ بتانا شروع کر دیں کہ آپ سے بھی جانتی ہیں، اتنا زیادہ نہیں جتنا آپ کو، آپ کی حیثیت استثنائی ہے، بہتر ہوتا اگر میں نہ ہوتا، کیوں، کیا آپ چاہتی کہ میں آپ کو بتاؤں، کیا آپ واقعی چاہتی ہیں کہ میں آپ کو بتاؤں، سیلونو از نے جوش، جو مایوسی پر حاوی ہو گیا تھا، سے دریافت کیا، ہاں، میں چاہتی ہوں، کیوں کہ میں ایک الیٰ عورت

کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہوں جس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا، جو میری اذیت سے محفوظ ہو رہی ہے، جو کل جا رہی ہے، کون جانے کہاں، اور جسے میں پھر کبھی نہ دیکھ سکوں گا، حقیقت میں، میں آج ہی چلی جاؤں گی، کل نہیں، لیکن آپ نے کہا تھا، اور یہ درست نہیں کہ میں آپ کی اذیت سے محفوظ ہو رہی ہوں، خوب، اگر آپ نہیں ہو رہے تو آپ نے زبردست اداکاری کی، جیسے آپ کے لیے میری محبت میں گرفتار ہوا، آپ مجھ سے کسی ری عمل کی توقع نہ کریں، میری زبان کو کچھ الفاظ ادا کرنے کی مناسی ہے، ایک اور بھید، اور یہ بھید بھی آخری نہیں ہو گا، ایک دفعہ ہم رخصت ہو جائیں، سب بھید کھل جائیں گے، شاید دوسراے ان کی جگہ لے لیں، بلیز، چلی جائیں، مجھے مزید اذیت نہ دیں، وہ خط، دیکھیں، میں خط کے بارے میں کچھ نہیں جانتا چاہتا، میں ہوں میں چھوڑ آئی ہوں، حقیقت یہ ہے کہ اگر میں اسے آپ کو دینا چاہتی تو بھی نہ دے پاتی، مسکراتے ہوئے عورت نے کہا، تو اسے پھاڑ ڈالیں، ہاں، مجھے سوچنا ہو گا کہ اس کا کیا کروں، سوچنے کی کیا ضرورت ہے، اسے پھاڑ ڈالیں اور معاشرہ ختم۔ عورت اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیا آپ واقعی چاہی ہیں، سیلو نواز نے سوال کیا۔ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا، وہ سر جھکائے بیٹھا تھا، اسے ابھی کچھ اور کہنا تھا۔ میں نے آپ کو چھوٹا تک نہیں، وہ بڑا ہیا، نہیں، یہ میں تھی جس نے آپ کو، خود کو، چھوٹے سے روکا تھا، آپ نے ایسا کیوں کر کیا، یہ اتنا مشکل بھی نہیں، اب بھی نہیں، ہم کم از کم مصائب تو کر سکتے ہیں، میرے ہاتھ محنڈے ہیں۔ سیلو نواز نے نظریں اٹھائیں، عورت وہاں نہیں تھی۔ آدمی اور کتاب پارک سے جلدی چلے گئے، دھوپ میں چھکلی نہیں لی، سیندوچ خریدے گئے کگر جا کر کھائے جائیں۔ سے پہر اور شام طویل اور افراد تھی، موسیقار نے ایک کتاب اٹھائی، چند سطریں پڑھیں اور رکھ دی۔ پیانا نو پر بیٹھا کر کچھ موسیقی بجائے، لیکن اس کے ہاتھوں نے، جو محنڈے اور شل تھے، جیسے بے جان ہوں، اس کا حکم نہ مانا۔ اور جب وہ اپنے پسندیدہ سیلو کی طرف گیا، تو یہ سیلو تھا جس نے اسے مسترد کر دیا۔ وہ کری میں، کبھی ناخشنے کے لیے، کبھی ختم نہ ہونے والی نیند لینے، ڈھنے گیا۔ فرش پر بیٹھا کتا، اس اشارے کا انتظار کرتے ہوئے، جونہ کیا گیا، اسے تک رہا تھا۔ اس کے مالک کی افسر دگی کا سبب شاید وہ عورت تھی جو انہیں پارک میں ملی تھی، اس نے سوچا، تو یہ کہاوت، جسے آنکھیں نہ دیکھیں دل کو اس کا درد نہیں ہوتا، درست نہیں۔ کہا تو میں اتنی گم راہ کن ہوتی ہیں، کتنے نتیجے اخذ کیا۔ گیارہ بجے تھے جب دروازے کی گھنٹی بجی۔ کوئی ہم سایہ کوئی مسئلہ لیے، سیلو نواز نے سوچا اور دروازہ کھولنے اٹھا۔ شب تھی، بلیز پر کھڑی عورت بولی۔ شب تھی، اپنے گلے میں اپنے صن سے پیدا ہونے والے کھنچا اپر قابو

پانے کی کوشش کرتے ہوئے موسیقار نے جواب دیا، اندر آنے کا نہیں کہیں گے، ضرور، ضرور، پلیز،
 تشریف لائیے۔ وہ اسے راستہ دینے کے لیے ایک جانب ہوا، پھر، مہا دا اس کا دل پھٹ جائے، انتہائی
 احتیاط اور آہنگی کے ساتھ دروازہ بند کیا۔ اس کی نافیں کپکاری تھیں، جب اس نے اسے بینخنے کو کہا۔
 میرا خیال تھا، آپ جا چکی ہوں گی، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، میں نے ٹھہر نے کافی صد کیا، عورت بولی،
 لیکن صحیح آپ چلی جائیں گی، میں نے یہ سوچا ہے، آپ آئی ہیں، میرا خیال ہے، وہ خط دینے، جسے آپ
 نے نہ پھاڑ نے کافی صد کیا، ہاں، یہ میرے بیگ میں ہے، تو پھر، آپ اسے مجھے دے رہی ہیں، ہمارے
 پاس وقت ہے، مجھے یاد پڑتا ہے، میں نے آپ سے کہا تھا، جلد بازی کے فیصلے غلط ہوتے ہیں، جیسے آپ
 کی مرضی، مجھے آپ کی رضا مطلوب ہے، کیا آپ سمجھیدے ہیں، یہ میری بدترین خامی ہے، میں ہر بات
 سمجھیدگی سے کرتا ہوں، اس وقت بھی جب لوگ مجھ پر ہستے ہیں، نہیں، خصوصاً اس وقت جب لوگ مجھ پر
 ہستے ہیں، اس صورت میں، کیا میں آپ سے ایک عنایت کی موقع کر سکتی ہوں، کیسی عنایت، کل کے
 کنسرٹ سے میری محرومی کی تلافی کر دیں، میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں، پیانو وہ رہا، اور، اسے چھوڑ دیں،
 میں ایک معمولی پیانو نواز ہوں، تو پھر سیلو، اس کا معاملہ مختلف ہے، اگر آپ واقعی چاہتی ہیں تو میں چند
 دھنیں بجا سکتا ہوں، کیا میں موسیقی کا انتخاب کر سکتی ہوں، با لکل، یہ میرے بس میں ہے، لیکن صرف اسی
 صورت میں کہ میں اسے بجا سکوں۔ عورت نے موسیقی کی شیڈس میں سے باخ کی دھن نمبر چھ منصب کی اور
 بولی، یہ تو بہت طویل ہے، یہ آدھے گھنٹے سے زیادہ لیتی ہے، وقت بھی کافی ہو رہا ہے، جیسا کہ میں
 نے کہا، ہمارے پاس وقت ہے، تمہید میں ایک لکڑا ایسا ہے جو میرے لیے ہمیشہ مشکل ہوتا ہے، اس سے
 کوئی فرق نہیں پڑتا، جب آپ وہاں پہنچیں تو اسے چھوڑ سکتے ہیں، عورت نے کہا، اگر چاں کی ضرورت
 نہیں پڑے گی، آپ دیکھیں گے، آپ روشن روپ دفع سے بھی بہتر بجائیں گے۔ سیلو نواز مسکرا دیا، شرط
 لگاتی ہیں۔ اس نے موسیقی کی شیڈ پر جمائی، ایک گھری سانس لی، جیلو کی گردان پر اپنا بیانہ تحرک کیا،
 داکیں ہاتھ میں کما نچپ کپڑا کرنا روں پر نکلیا، اور شروع ہو گیا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ وہ روشن روپ نہیں، وہ تو
 ایک آرکسٹرا میں، جب پروگرام میں اس کی ضرورت پڑے، سیلو نواز ہے، لیکن یہاں، اس وقت، اتنی
 رات گئے، کتابوں، موسیقی کی شیڈوں، مرتب موسیقی کے مجموعوں میں گمرا، قدموں میں بیٹھے کتے کے
 ساتھ، اس عورت کے سامنے، وہ خود کا دشمن کے قبیلے میں دھن، جو بعد میں غنائی نمبر ایک ہزار بارہ، لگ
 بھگ جتنے ترتیب دیے گئے، کھلانے لگی، ترتیب دیتا ہوا جوہاں سبھیں باخ تھا۔ وہ مشکل لکڑے سے،

اس کا رہے کی محسوس کیے بغیر گز رگیا، اس کے سرت بھرے ہاتھوں میں سیلو نے سر گوشیاں کیں، با تیس کیں، گلگنلیا، اور دھاڑا، رو سڑا پوچن کے ہاں جو نہیں تھا، وہ یہ کرا تھا، یہ وقت تھا، یہ عورت تھی۔ جب اس نے ساز بجا لیا، تو اس کے ہاتھ ٹھنڈے نہیں تھے جب کہ اس کے ہاتھ دکھ رہے تھے، یہی سبب ہے کہ جب ہاتھ آپس میں ملے تو انھیں کچھ جیرت نہ ہوتی۔ رات گئے ایک بیجے سے کافی بعد سیلو نواز نے پوچھا، اگر تم پسند کرو تو میں تمھیں ہولی پہنچانے کے لیے یہی منگواؤں، عورت نے جواب دیا، نہیں، میں یہیں تمھارے پاس نہ ہوں گی اور اپنے ہونٹ واکیے۔ وہ بیدروم میں گئے، کپڑ ساتارے، اور پھر وہ ہوا، پھر ہوا، اور پھر ہوا، جو لکھا ہوا تھا۔

وہ سو گیا، وہ نہ سوئی۔ تب وہ موت، اٹھی، بیگ کھوا، جو اس نے مو سیقی کے کمرے میں چھوڑا تھا، اور بخششی رنگ کا خط باہر نکالا۔ اس نے مناسب جگد، جہاں وہ خط رکھ سکے، کی تلاش میں ادھرا ہر دیکھا، پیانو پر، سیلو کی تاروں کے درمیان، بیدروم میں، نیچے کے نیچے، جس پر سوئے ہوئے آدمی کا سر کا تھا۔ اس نے کچھ نہ کیا، وہ پکن میں گئی، ایک ماچس، ایک معمولی ماچس جلائی، وہ جو ایک اشارے سے کاغذ کو غائب اور محسوس نہ ہونے والی خاک میں تبدیل کر سکتی تھی، وہ جو صرف انگلیوں سے چھو کر آگ کا سکتی تھی، پھر بھی یہ ایک عام ماچس تھی، ایک معمولی ماچس، روز مرہ استعمال میں آنے والی ماچس، جس نے اس خط کو جسے صرف موت منا سکتی تھی، جلا لیا، اس کی راکھ بھی نہ پچی۔ موت واپس بستر میں گئی، اپنے ہاتھ آدمی کے سینے پر رکھتے ہوئے اس سے لپٹی، اور، وہ جو کبھی نہ سوئی تھی، سمجھے ہنا کہ اسے کیا ہو رہا ہے، اپنی آنکھیں موند کر اطمینان سے سوگی۔
اس سے اگلے روز، کوئی نہیں مرا۔

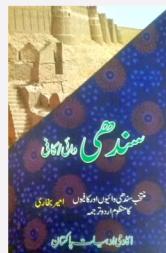
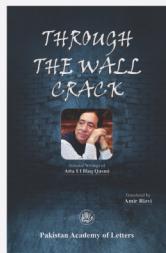
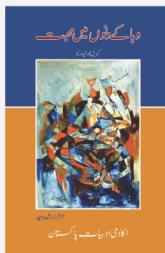
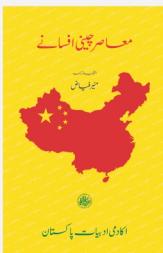
☆☆☆☆

ILTAVA-E MARG

WRITTEN BY
JOSÉ SARAMAGO

TRANSLATED BY
MUBASHIR AHMED MIR

اکادمی ادبیات کے دارالترجمہ کی مطبوعات



ISBN: 978-969-472-317-4

PAKISTAN ACADEMY OF LETTERS

Patras Bukhari Road, H-8/1
Islamabad, Pakistan

Phone: +92-51-9269714

Website: www.pal.gov.pk -email: ar.saleemipal@gmail.com